بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"دائرے کا سمندر" کا چوتھا حصہ

اندھیرے کا موجد

دو باتیں

السلام علیکم!

"دائرے کا سمندر" کا چوتھا [illegible] حاضر ہے۔ دائرے کا سمندر ضخیم ہو گیا۔ زیادہ تو بن گیا [illegible] خاص نمبروں کے صفحات اور ان کی قیمت سامنے رکھ کر جب حساب لگایا گیا تو خاص نمبر کی قیمت 600 روپے تک جا پہنچی نظر آئی، لیکن یہ قیمت بہت زیادہ نظر آئی۔ اس لئے فیصلہ کیا گیا کہ اسے چار حصوں میں شائع کیا جائے اور ہر حصے کی قیمت 150 روپے رکھی جائے۔ ایک ساتھ شائع کر کے آپ کو انتظار کی زحمت سے بچایا گیا ہے۔

خاص نمبر کیسا لگا۔ یہ آپ بتائیں گے... میرے خیال میں یہ ایک شاہکار ناول بن گیا ہے، لیکن یہ میرا خیال ہے اور اس کی قطعاً کوئی اہمیت نہیں، اہمیت ہے آپ کی رائے کی... وزن ہے آپ کی پسند کا۔ لہٰذا آپ کی آراء کا انتظار بھی رہے گا اور پہلے موصول ہونے والی آراء شائع بھی کی جائیں گی۔

اشتیاق احمد

اف مالک

انہوں نے بھی خوف زدہ انداز میں اوپر دیکھا.... لیکن اوپر صاف ستھرا آسمان تھا اور کوئی بات بھی نہیں تھی۔

"اوپر تو کچھ بھی نہیں ہے.... پھر آپ کیوں اس قدر خوف زدہ ہیں"۔

"ارے باپ رے.... یہ.... یہ تو واقعی خوفناک ترین.... بات ہو گئی.... بلکہ اس قدر خوفناک کہ ہم سوچ بھی نہیں سکتے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے بوکھلا کر کہا۔

"لیجئے.... اب آپ بھی ان کے ساتھ شریک ہو گئے.... جب کہ ہمیں سرے سے خوفناک بات نظر ہی نہیں آ رہی"۔

"آنکھیں کھول کر دیکھو تو کچھ نظر آئے نا"۔ انسپکٹر جمشید نے جھلا کر کہا۔

"لیکن کیا دیکھیں.... آپ کچھ دکھائیں بھی تو"۔ آصف بولا۔

"اندھے تو ہو نہیں کہ ہم تمہیں دکھائیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے جل کر کہا۔

"ارے باپ رے"۔ شوکی نے کانپ کر کہا۔

"لیجیے.... یہ حضرت بھی آپ میں شامل ہو گئے.... رہ گئے ہم"۔

"ارے ہائیں.... یہ کیا.... آسمان بالکل صاف ہے.... تو پھر ستارے کہاں ہیں"۔

"بس! یہی بات ہم تم لوگوں کو دکھانا چاہتے تھے.... اور اتنی سی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی.... جب آسمان بالکل صاف ہے.... تو ستارے کہاں ہیں.... چاند کے بارے میں تو کہا جا سکتا ہے کہ چاند کی ابتدائی تاریخیں ہوں گی.... اس لیے نہیں نظر آ رہا"۔

"اف مالک.... تو کیا اس وقت دن کا وقت ہے"۔ آصف چلایا۔

"بہت دیر سے سمجھے"۔

"نن.... نہیں.... نہیں.... نہیں"۔ وہ چلائے۔

"ہاں! ہمارے ملک میں اس وقت دن ہے.... اور اس کا مطلب ہے.... ابھی تک سورج کی روشنی یہاں نہیں آ رہی.... گویا

ہم ناکام ہو گئے.... مکمل طور پر ناکام.... اقبال کی بات ٹھیک تھی.... اس کیس میں مکمل شروع ہونے سے پہلے ہی ہم شکست کھا چکے تھے.... ناکام ہو چکے تھے"۔ انہوں نے حسرت زدہ انداز میں کہا۔

"اف مالک.... یہ کیا ہوا.... دشمن کے ہیڈکوارٹر کی تباہی کے بعد بھی سورج کی روشنی کیسے رکی ہوئی ہے"۔

"وہ ہیڈکوارٹر فرضی تھا"۔

"جج.... جی.... فرضی ہیڈکوارٹر"۔ فاروق نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"ہاں ہاں کہ دو.... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے"۔

"ہونے کو ضرور ہو سکتا ہے.... لیکن.... ان حالات میں دل بجھ سا گیا ہے.... کوئی شوخ بات کہنے کو جی تک نہیں چاہ رہا"۔ فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

"بری بات ہے فاروق.... بہت بری"۔ انسپکٹر جمشید کا انداز ڈانٹنے کا تھا۔

"جج.... جی.... کون سی بات بری ہے"۔ وہ چونکا۔

"دل چھوٹا نہ کرو بھئی.... ہمت نہ ہارو.... جو لوگ ہمت ہار جاتے ہیں.... وہ پہلے ہی شکست کھا جاتے ہیں"۔

"وہ تو ہم بہت دیر ہوئی کھا چکے.... جب یہ کیس ابھی شروع

بھی نہیں ہوا تھا"۔

"ہاں وہ ٹھیک ہے.... لیکن ہاری ہوئی بازی ہمیں جتنی ہے.... اب تک ابظال اور اس کے ساتھی ہمیں کھلا دھوکا دیتے رہے.... انہوں نے ہمیں سمندر کے دائرے میں الجھائے رکھا.... یہ ساری پلاننگ صرف اس لیے کی گئی تھی کہ ہم اصل ہیڈکوارٹر کی طرف توجہ ہی نہ دے سکیں"۔

"اصلی ہیڈکوارٹر"۔ ان کے منہ سے نکلا۔

"ہاں! کہیں نہ کہیں انہوں نے اصل ہیڈکوارٹر بھی تو آخر بنایا ہی ہے.... تاکہ سورج کی روشنی کچھ خاص ملکوں تک نہ پہنچے.... یہ کام زبانی زبانی تو ہونے سے رہا.... اس کے لیے ان کے سارے سائنس دان سر جوڑ کر بیٹھے ہوں گے.... پھر کوئی منصوبہ ان کے ذہنوں میں آیا ہو گا.... اس کے ساتھ ہی انہوں نے اس منصوبے کی حفاظت کے لیے ایک فرضی ہیڈکوارٹر بنانے کا منصوبہ ترتیب دیا.... کیونکہ وہ جانتے تھے.... ہم جیسے سرپھرے ان کے منصوبے کی تہ تک پہنچے بغیر نہیں رہتے.... لہٰذا یہ چال چلی گئی"۔

"دھت تیرے کی.... یہ تو ساری محنت اکارت گئی"۔ محمود نے جھلا کر اپنی ران پر پورے زور سے ہاتھ مارا.... ساتھ ہی اس کے منہ سے چیخ نکل گئی۔

"کک.... کیا ہوا؟" فرزانہ نے گھبرا کر کہا۔

"ہاتھ زیادہ زور سے مار بیٹھا"۔

"اچھا کیا"۔ پروفیسر داؤد بے خیالی کے عالم میں بولے۔

"سوال یہ ہے کہ اب ہمیں کیا کرنا ہے"۔

"اصل ہیڈکوارٹر تک پہنچنا ہے.... اور وہ ہم صرف اور صرف اپنی عقلوں کو دوڑا کر ہی پہنچ سکتے ہیں"۔

"تب.... اب باری آئی ہے عقلوں کے دوڑنے کی"۔ آفتاب مسکرایا۔

"ہاں! بس.... اس طرح.... مایوس ہونے کے بجائے.... چہکتے رہو"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"اب خود چہکنے کے لیے کہہ رہے ہیں.... ہم نے چہکنا شروع کیا تو پھر خاموش ہونے کے لیے کہیں گے"۔ مکھن نے برا سا منہ بنایا۔

"سول یہ ہے کہ اب کیا ہم گھر جائیں"۔ خان رحمان بولے۔

"کیا منہ لے کر جائیں گے.... اس سوال کا کیا جواب دیں گے کہ ہم ان کے لیے دھوپ کیوں نہیں لائے.... دھوپ کے بغیر کیوں آ گئے.... کیا ضرورت تھی دھوپ کے بغیر آنے کی"۔ انسپکٹر

جمشید نے جذباتی آواز میں کہا۔

وہ سب سوچ میں ڈوب گئے۔

"اپنے وطن کا چکر لگائے بغیر ہم پھر سے مہم پر روانہ ہو جائیں.... دل نہیں کرتا.... لیکن لوگوں کے سامنے کس طرح جائیں.... یہ ہمت بھی نہیں ہے.... لہٰذا اس کی بس ایک صورت ہے.... اور وہ یہ کہ ہم میک اپ میں جائیں اور بس اپنے گھروں کو باہر سے ایک نظر دیکھ کر لوٹ آئیں"۔

"تب پھر آپ ہوائی سفر کرلیں.... اور شوکی برادرز بھی"۔

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا"۔

اب انہوں نے میک اپ کئے اور وطن میں داخل ہو گئے.... انسپکٹر جمشید پارٹی ایک بڑی ٹیکسی میں بیٹھ کر اپنے گھر کے سامنے پہنچے.... ٹیکسی کو انہوں نے فارغ کر دیا.... اور آگے بڑھے۔

"میرا جی چاہ رہا ہے.... اندر جا کر امی جان کو دیکھ کر آؤں"۔

"جاؤ.... دیکھ آؤ.... لیکن بات نہ کرنا"۔ انسپکٹر جمشید اداس انداز میں بولے۔

"اچھی بات ہے"۔

تینوں پائیں باغ میں داخل ہو کر درخت پر چڑھے اور اس کی

شاخ کے ذریعے چھت پر اتر گئے.... پھر زینے کے ذریعے نیچے اترے.... بیگم جمشید اپنے کمرے میں تھیں اور ان کے کمرے سے باتیں کرنے کی آواز سنائی دے رہی تھی.... وہ دبے پاؤں نزدیک ہو گئے.... اندر سے انہیں بیگم شیرازی کی آواز سنائی دی.... گویا وہ بیگم شیرازی سے باتیں کر رہی تھیں۔

"میرا دل کہتا ہے.... اب یہ اندھیرا دور ہونے والا ہے.... وہ لوگ بس آنے والے ہیں"۔ ان کی والدہ کہہ رہی تھیں۔

"اور اب انہیں آ ہی جانا چاہیے.... لوگوں کی کیا حالت ہو گئی ہے.... ملک کی پیداوار بالکل ختم ہو گئی ہے.... اب وہ گندم دے گا تو ہم کھائیں گے.... اور اس طرح بھی ہم کب تک زندہ رہیں گے.... سورج کی روشنی کے بغیر زندگی نہیں رہ سکتی.... اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے کیا کیا کچھ بنایا ہے.... لیکن آج سے پہلے شاید میں نے سوچا بھی نہیں تھا.... سورج ہمارے لیے کس قدر اہم ہے.... فصلیں سوکھ چکی ہیں.... مویشیوں نے دودھ دینا بند کر دیا ہے.... وہ مرنے کو ہیں.... انسان گویا قبروں میں پاؤں لٹکائے بیٹھے ہیں.... چہروں پر صرف مردنی دکھائی دیتی ہے.... زندگی کے آثار تو کہیں نظر نہیں آتے.... اور کچھ دن تک اگر سورج کی روشنی نصیب نہ ہوئی تو لاشوں کے انبار لگنے شروع ہو جائیں گے....

ارے.... دروازے پر کون ہے.... کوئی ہے کیا"۔ وہ چلائیں اور پھر ان کے دروازے کی طرف آنے کی آواز سنائی دی۔

وہ پیچھے ہٹ گئے اور فوراً زینے کی طرف آ گئے.... اب وہ چھت کا رخ کر رہے تھے.... پھر درخت کے ذریعے باغ میں آ چکے تھے.... ادھر بیگم جشید چھت پر پہنچ چکی تھیں۔

"آپ محسوس کر رہی ہیں نا.... محمود' فاروق اور فرزانہ کی خوشبو.... وہ یہاں آئے تھے.... لیکن سامنے نہیں آئے.... اس لیے کہ ابھی تک وہ ہمارے لیے سورج کی روشنی کا انتظام نہیں کر سکے.... لہٰذا بس.... میری آواز سن کر ہی واپس چلے گئے"۔

تینوں نے ان کے یہ الفاظ سنے اور آنکھوں میں آنسو لیے باہر نکل آئے.... وہ تاریکی میں اس طرح چل رہے تھے کہ بیگم جشید چھپ کر بھی انہیں نہ دیکھ سکیں.... انسپکٹر جشید کے پاس آ کر انہوں نے دم لیا۔

"کیوں! کیا رہا"۔

انہوں نے سب بتا دیا.... پھر محمود نے کہا۔

"اب چلیں.... ہم اپنے دلوں پر بے تحاشہ بوجھ محسوس کر رہے ہیں"۔

"میرا خیال ہے.... کچھ دیر پیدل ہی چلتے ہیں"۔ انسپکٹر جشید

لے

"ہاں ٹھیک ہے"۔ وہ بولے۔

ایک بار مڑ کے انہوں نے اپنی چھت کی طرف جو دیکھا تو ں کی والدہ اور بیگم شیرازی انہیں دو سائے سے نظر آئے.... اور آگے بڑھ گئے.... سڑک کے کنارے ایک مکان کی کھڑکی سے ہوں نے آواز آتی سنی۔

"ماں! میں مر رہا ہوں"۔

"نہیں میرے چاند.... ایسی باتیں نہیں کیا کرتے"۔

"تو پھر دن کیوں نہیں نکلتا.... مسلسل رات کیوں ہے"۔

"انسپکٹر جشید اور ان کے ساتھی تم لوگوں کے لیے دھوپ گئے ہوئے ہیں"۔

"یہ تو تم گزشتہ تین ماہ سے کہہ رہی ہو.... آخر وہ کب پ لے کر لوٹیں گے.... اور دھوپ آخر وہ کہاں سے لائیں گے"۔

"یہ ان کا کام ہے.... میرا یا تمہارا نہیں"۔

اور وہ آگے بڑھ گئے.... دلوں پر بوجھ اور بڑھ گیا تھا.... پھر ہ جہاز پر پہنچ گئے.... اب انہیں انسپکٹر کامران مرزا اور شوکی ز کا انتظار تھا.... دوسرے دن تک وہ بھی پہنچ گئے۔

"ہم سمندر میں ہی اپنا سفر کریں گے.... اس لیے یہاں سے
ہمیں خفیہ طور پر نکلنا ہے"۔
"یہ ٹھیک رہے گا"۔
انہوں نے اپنا سفر جاری رکھا اور ملک کی حدود سے باہر نکل
گئے تو اس وقت انہوں نے لنگر ڈال دیا۔
"اب ہمیں مل کر سوچنا ہے کہ دشمن نے اصل ہیڈکوارٹر
کہاں بنایا ہے"۔
"کیا مطلب.... کیا ہم صرف سوچ کر یہ بات جان لیں
گے"۔
"بعض اوقات عقل سے انسان اتنے بڑے بڑے کام
لیتا ہے کہ طاقت سے تو لیے ہی نہیں جا سکتے"۔ پروفیسر داؤد بولے
"ہاں! ہم یہی چاہتے ہیں.... سب مل کر اپنی اپنی جگہ سوچیں
اور پھر اپنا اپنا خیال ظاہر کریں.... بلکہ میں تو کہتا ہوں، ہر ایک ا
خیال لکھ کر رکھ لے"۔
"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا.... اس طرح مقابلے کی ایک کیفیت
پیدا ہو جائے گی"۔
آخر وہ سب سر جوڑ کر بیٹھ گئے.... پھر جس کے ذہن میں
بات آتی گئی.... وہ لکھ کر جیب میں رکھتا چلا گیا.... آخر میں منور

خان، خان رحمان اور پروفیسر داؤد رہ گئے۔
"کیوں.... آپ تینوں ابھی تک کوئی بات نہیں سوچ سکے"۔
انسپکٹر جمشید بولے۔
"نہیں.... اس لیے کہ میدان آپ لوگوں کا ہے"۔
"تو پھر ٹھیک ہے.... ہم اپنا اپنا خیال پڑھ کر سنا دیتے ہیں....
ی ابتدا تم کرو گے"۔
"جی بہتر!" اس نے کہا اور مسکراتے ہوئے جیب سے ایک
کاغذ نکالا.... پھر اس پر لکھے الفاظ پڑھے۔
"اصل ہیڈکوارٹر انشارجہ کے سائنس دان ٹوری جان کی
تجربہ گاہ کے نیچے بنایا گیا ہے"۔
"کیا!!!" وہ ایک ساتھ چلائے.... چلانے والوں میں انسپکٹر
جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا بھی تھے اور یہ بات ان سب کے لیے
بھی حد درجے حیرت کی تھی۔
"ہمارا چلانا تو ہماری سمجھ میں آتا ہے.... لیکن آپ دونوں کا
چلانا ہماری سمجھ میں بالکل نہیں آیا"۔
"میں بھی یہی بات کہنے والا تھا"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔
"جی.... کیا مطلب"۔
"مطلب یہ کہ ہم دونوں کا چلانا تو ہماری سمجھ میں آتا ہے،

لیکن تم لوگوں کا چلانا سمجھ میں نہیں آیا"۔

"ارے باپ رے.... تو کیا"۔ آصف بولا۔

"تت تو.... کیا.... کیا؟" پروفیسر داؤد بے چین ہو کر بولے۔

"اس کا مطلب صرف اور صرف یہ ہے کہ ہم سب

ایک ہی بات لکھی ہے"۔

"کیا!!!" اس بار پروفیسر داؤد' خان رحمان اور منور علی

ایک ساتھ چلائے۔

"یہی بات ہے.... ہم سب اسی نتیجے پر پہنچے ہیں"۔

"آخر کیسے.... تم لوگوں کے دماغ آخر کیا چیز ہیں"۔

رحمان بولے۔

"بس دماغ ہی ہیں"۔ آصف نے فوراً کہا۔

"پھر بھی.... سب لوگ اس نتیجے پر آخر کس طرح

کیے"۔

"اس طرح کہ وہ تجربہ گاہ بالکل بند پڑی ہے.... اگر پر
ٹوری بان کو سمندر روز ہیڈکوارٹر میں بھیج دیا تھا تو بھی تجربہ گاہ
رک نہیں جایا کرتا.... کام جاری رہتا ہے.... اسسٹنٹس کام
رہتے ہیں.... یا کوئی اور سائنس دان آ کر اس کی جگہ
ہے.... لیکن ان لوگوں نے ایسا نہیں کیا.... اور تجربہ گاہ کو بالک

کر دیا.... ایک تو اس بات نے ہمیں یہ بات سوچنے میں مدد دی....
دوسری بات اس سے بھی زیادہ' زوردار ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے
جلدی جلدی کہا۔

"اور وہ کیا؟"

"وہ یہ کہ نقلی ہیڈکوارٹر میں ہم نے پروفیسر ٹوری بان کی شکل
تک نہیں دیکھی.... نہ آواز سنی گئی ہے.... یہاں تک کہ راکڈوم
میں بھی وہ ہمیں نظر نہیں آیا.... اگرچہ راکڈوم کو ہم نے اس وقت
دیکھا تھا جب وہ قدرے بلند ہو گیا تھا.... لیکن اس وقت بھی ہم
نے اس میں سرالک' موتال اور روگان کو تو دیکھا تھا.... ٹوری بان
کی جھلک پھر بھی نہیں دکھائی دی تھی.... جب کہ ابطال تو ویسے ہی
نظر نہیں آتا.... باقی تین کو ہم نے دیکھا تھا.... اس کا مطلب
ہے.... ٹوری بان راکڈوم میں نہیں تھا.... اور وہ ہوتا بھی کیسے....
وہ تو اس نقلی ہیڈکواٹر کو بنانے تک وہاں رہا ہو گا.... جب وہ تیار ہو
گیا تو ٹوری بان واپس اپنی تجربہ گاہ کے نیچے اس اصلی ہیڈکوارٹر میں
چلا گیا.... اور جب ہم اس کی تجربہ گاہ کی تلاشی لے رہے تھے تو
اس وقت بھی وہ نیچے موجود تھا"۔

"اف مالک"۔ پروفیسر داؤد کے منہ سے نکلا۔

"اور اب ہم سیدھے وہاں جائیں گے"۔ خان رحمان

بولے۔

"ایک منٹ.... اس میں تھوڑا سا اضافہ میں بھی کروں گا"۔

ایسے میں شوکی نے کہا۔

"ضرور کیوں نہیں"۔

"ہم نے جب تجربہ گاہ کی تلاشی لی تھی.... تو ہمارا تلاشی لینا ان کے علم میں تھا.... کیونکہ یہ امکان ابطال وغیرہ کے ذہن میں بھی رہا ہوگا کہ ہم لوگ وہاں تک ضرور پہنچ جائیں گے.... اب جو کچھ ہمیں وہاں سے ملا' وہ بھی تو وہاں سے وہ ہٹا سکتے تھے.... لیکن انہوں نے نہیں ہٹایا' تاکہ ہم نقلی ہیڈکوارٹر کے چکر میں پڑے رہیں"۔

"بالکل ٹھیک.... خیر.... ہم سب ایک نتیجے پر پہنچے ہیں' جس کا مطلب یہ ہے کہ ہیڈکوارٹر ضرور اس تجربہ گاہ کے نیچے ہی ہے"۔

"اب ہمارا کام آسان ہوگا"۔ آصف بولا۔

"خیر یہ نہیں کہا جا سکتا.... اگر انہیں اس بات کا علم ہو گیا ہے کہ ہم سمندر دوز ہیڈکوارٹر سے زندہ بچ نکلے ہیں.... تب اس ہیڈکوارٹر کی حفاظت کا حد درجے غیر معمولی انتظام کر لیا گیا ہوگا اور اب ہمارا کام حد درجے مشکل ہو گیا ہے.... یوں بھی وہاں چار بڑے دشمن موجود ہیں.... ان سے ٹکر لینا بھی کوئی خالہ جی کا گھر نہیں ہے.... ان میں سے ایک ایک بھی ایک پوری فوج کے لیے کافی

ہے"۔

"لیکن اس کا مطلب یہ تو نہیں انکل کہ ہم ہمت ہار دیں"۔ آصف نے کہا۔

"اس کا تو خیر سوال ہی پیدا نہیں ہوتا"۔ وہ مسکرائے۔

"تب پھر آپ طریقہ کار طے کر لیں.... پھر ہم اس پر عمل کریں گے"۔

"ہاں! اب ہمیں جوابی منصوبہ بنانا ہوگا"۔

"جی.... جوابی منصوبہ"۔ فاروق کے منہ سے نکلا۔

"ہاں ہاں.... لیکن یہ کسی ناول کا نام نہیں ہو سکتا"۔ آصف نے منہ بنایا۔

"ہو سکتا ہے یا نہیں ہو سکتا.... اس بات کو چھوڑو.... اور اس پر غور کرو کہ ہمیں اب کرنا کیا ہے"۔

سمندر میں ان کا سفر جاری رہا اور دوسری طرف وہ ذہن دوڑاتے رہے.... ان کے ذہنوں میں جو جو ترکیبیں آتی رہیں.... وہ نوٹ کرتے چلے گئے.... اس طرح ان کے پاس ڈھیر ساری ترکیبیں جمع ہو گئیں.... پھر انہوں نے مل کر ان سب پر غور کرنا شروع کیا۔

آخر رفعت کی ترکیب سب لوگوں کو بھا گئی.... اور اس پر عمل شروع ہو گیا.... رفعت کی ترکیب کیا تھی.... ان سب کو معلوم

تھا.... اس پر عمل کیسے کرنا تھا.... یہ انہیں ابھی بتایا جانا تھا.... اور یہ کام انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا کے ذمے تھا.... آخر انہوں نے اپنا کام مکمل کر لیا.... اور اس طرح تمام تر تفصیلات طے کر لی گئیں۔

آخر ایک دن اس ترکیب پر عملی کارروائی شروع کر دی گئی۔

○☆○

پرنس

ہوٹل الاسکا انشارجہ کے دارالحکومت کا ایک بہت بڑا اور مشہور ترین ہوٹل تھا.... اس ہوٹل میں دولت مند ترین لوگ ہی داخل ہونے کی جرات کرتے تھے.... ایک روز دن کے گیارہ بجے ایک بہت قیمتی گاڑی ہوٹل کے کار پارک میں داخل ہوئی.... باوردی ملازم کار کی طرف لپکے.... کار سے بھی ایک بہت قیمتی لباس والا ڈرائیور اترا اور پچھلا دروازہ کھول کر نہایت ادب سے کھڑا ہو گیا.... تب کہیں جا کر کار سے ایک صحت مند اور خوبصورت جسم والا آدمی اترا.... اس کے جسم پر شاہانہ لباس تھا۔

"تشریف لائیے سر۔"

"یہ ہے ہوٹل الاسکا"۔ اس نے منہ بنا کر انگریزی میں کہا۔

"یس سر.... کیا پسند نہیں آیا.... لیکن اندر سے آپ اس کو ضرور پسند کریں گے"۔

"خیر.... اب تو آ ہی گئے.... شوفر.... تم شوفروں والے حصے

میں چلے جانا اور جو جی چاہے کھانا پینا"۔

"یس سر.... آپ پریشان نہ ہوں"۔

"پریشان اور میں.... تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا شوفر"۔

"ابھی تک تو نہیں چلا سر.... لیکن بہت جلد چلنے والا ہے"۔

"کیا مطلب.... ایسی کیا خاص ضرورت پڑ گئی دماغ کو چلانے کی"۔

"سر.... وہ میں نے اپنے انکل سے دس لاکھ ڈالر قرض لیے تھے نا"۔

"مجھے کیا معلوم.... لیے تھے یا نہیں.... اور اگر لیے تھے تو تم نے دس لاکھ کا کیا کیا"۔

"جوا کھیلا تھا اور ہار گیا تھا"۔

"تمہاری یہ عادت ہمیں بہت ناپسند ہے"۔

"کون سی سر.... جوا کھیلنے والی؟"

"نہیں.... جوا کھیل کر صرف ہارنے والی.... ہمیں دیکھو.... ہارتے ہم بھی ہیں.... لیکن کبھی کبھار.... وہ بھی شوقیہ.... ورنہ جیتتے ہی رہتے ہیں"۔

"آپ تو ہیں ہی پرنس"۔

"پھر مجھے پرنس کہا.... خبردار.... اس ملک میں مجھے پرنس کہ

کر مخاطب نہ کرنا.... ورنہ بہت بری طرح پیش آؤں گا"۔

"اور وہ دس لاکھ ڈالر والا معاملہ؟" شوفر بولا۔

"ہاں وہ.... ٹھیک ہے.... یہ لو ہماری شاہی انگوٹھی.... اس ہوٹل کے مالک کے ذریعے اسے فروخت کرا لینا"۔

"بہت بہت شکریہ سر"۔

"آئیے تشریف لائیے سر"۔ ایک بیرے نے کہا.... وہ ان کی گفتگو سن کر بہت حیران نظر آ رہے تھے.... وہ انگوٹھی اگر واقعی دس لاکھ ڈالر کی تھی تو پرنس نے اس کو اس طرح نکال کر دے دیا تھا جیسے چند ڈالر کی ہو اور یہ بات ان کے لیے کم حیرت کی تو تھی نہیں"۔

پرنس کو ہال میں لایا گیا.... ایک خالی میز پر بیٹھنے کے بعد اس نے کہا۔

"پہلے تو ہمارے لیے اور ہمارے شوفر کے لیے ایک ایک کمرے کا بندوبست کیا جائے.... اور یہ خیال رہے کہ شوفر کا کمرہ ہمارے کمرے سے زیادہ فاصلے پر نہ ہو تاکہ اسے ہم تک آنے میں دیر نہ لگے"۔

"ابھی ہو جاتا ہے سر.... آپ پہلے کچھ پی لیں"۔

"ہم صرف سادہ پانی اور چائے پینا پسند کرتے ہیں.... اور

بس۔

اس کے سامنے فوراً سادہ پانی اور چائے رکھ دی گئی.... پھر جونہی ان کے لیے کمروں کا بندوبست ہوا.... وہ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔

تھوڑی دیر بعد شوفر ہال میں نظر آیا۔

"ہوٹل کے مینجر یا مالک سے کہاں ملاقات ہو سکتی ہے.... مجھے اپنی انگوٹھی فروخت کروانا ہے"۔

"یہ کام ہمارے ہوٹل کے مینجر کا نہیں ہے.... وہ ایسے کام نہیں کرتے"۔ ایک بیرے نے منہ بنا کر کہا۔

"اگر وہ یہ کام نہیں کریں گے تو ہم اسی وقت ہوٹل چھوڑ دیں گے"۔ شوفر نے منہ بنایا۔

"تو چھوڑ دیں.... اس سے ہمیں کیا فرق پڑتا ہے"۔

"فرق پڑے گا.... بہت پڑے گا.... ہمارے پرنس سامنے والے ہوٹل میں چلے جائیں گے اور پھر آپ لوگ پچھتائیں گے"۔

"بھلا ہم کیوں لگے پچھتانے؟"

"اس لیے کہ پرنس کوئی معمولی پرنس نہیں ہیں.... وہ یہاں کھڑے کھڑے اس ہوٹل کو خرید سکتے ہیں"۔

"حد ہو گئی.... اتنا بڑا ہوٹل اور کھڑے کھڑے خرید لیں

گے"۔ دوسرے بیرے نے جھلا کر کہا۔

"تم ہوٹل کی قیمت بتاؤ.... میں ابھی اوپر جا کر قیمت لا دیتا ہوں"۔

"میں قیمت بتاؤں.... ایک کروڑ ڈالر"۔

"ایک کروڑ ڈالر.... لیکن تم صرف بیرے ہو.... تمہاری بات کا کیا اعتبار' اگر ہوٹل کے مینجر بلکہ مالک نے تمہاری بات سے انکار کر دیا"۔

"نہیں کریں گے.... آپ ایک کروڑ پر سودا طے کر لیں"۔

"تب میں بھی پرنس سے پوچھے بغیر یہ سودا منظور کرتا ہوں"۔

"جاؤ.... پہلے جا کر اپنے پرنس سے ایک کروڑ لے آؤ"۔

"اور میں کہتا ہوں.... پہلے تم اپنے مالک سے پوچھ لو"۔

"کوئی ضرورت نہیں.... تم ایک کروڑ ڈالر نکالو"۔

"میں ابھی آیا"۔

شوفر تیز تیز قدم اٹھاتا چلا گیا.... یہ بات چیت پورے ہال میں سنی گئی تھی.... کیونکہ بات اونچی آواز میں ہوئی تھی.... اب سب کی نظریں اس طرف جمی تھیں جس طرف شوفر گیا تھا.... جلد ہی شوفر واپس آتا نظر آیا.... اس کے ہاتھ میں ایک ٹریولرز چیک

تھا۔

"یہ لو ایک کروڑ.... ہوٹل کا چارج ہمارے حوالے کرو"۔

بیرے نے اس چیک کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا.... پھر ہنس کر بولا۔

"یہ چیک ضرور جعلی ہے"۔

"بینک کو فون کرو"۔ شوفر غرایا۔

بیرے کے چہرے پر اب گھبراہٹ طاری ہو چکی تھی.... لہٰذا وہ سیدھا فون کی طرف گیا.... جس بینک کا وہ چیک تھا.... اس کے نمبر ملائے.... جواب ملنے پر چیک کا نمبر اور پرنس کا نام وغیرہ جو اس چیک پر لکھا تھا بتایا.... یہ بھی کہ ایک کروڑ کا چیک ہے.... دوسری طرف سے فوراً کہا گیا کہ چیک بالکل کیش ہو جائے گا۔

اب تو بیرے کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے.... وہ دوڑا مینیجر کے کمرے کی طرف' پھر مینیجر باہر آتا نظر آیا۔

"یہ صاحب ہیں وہ"۔ اس نے شوفر کی طرف اشارہ کیا۔

"آپ میرے ساتھ آئیں"۔

"مجھے آپ کے ساتھ آنے کی کیا ضرورت ہے.... اب ہم اس ہوٹل کے مالک ہیں.... یہ رہی آپ کے ہوٹل کی قیمت"۔

"میں اس بیرے کو ابھی ملازمت سے فارغ کرنے کے لیے

تیار ہوں"۔

"ہمیں اس سے کیا فائدہ ہو گا"۔ شوفر کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اس کا فائدہ یہ ہو گا کہ آئندہ کوئی بیرا ایسی غیر ذمے دارانہ بات نہیں کرے گا"۔

"تو کیا آپ کے خیال میں ہوٹل کی قیمت بہت ہی کم بتا دی ہے اس نے"۔

"نہیں.... شاید بہت زیادہ ہے.... ایک کروڑ ڈالر میں شاید ایسے تین ہوٹل تیار ہو سکتے ہیں.... لیکن میں مالک سے بات کیے بغیر ایسا کیسے کر سکتا ہوں"۔

"تو کر لیں"۔

"آخر آپ ہوٹل کو خریدنے پر کیوں تل گئے ہیں"۔

"یہ اپنے بیرے سے پوچھیں"۔

"اور میں کہتا ہوں.... پہلے آپ اپنے مالک سے بات کر لیں"۔

"خیر! میں یہ بھی کیے دیتا ہوں"۔

اب اس نے ہوٹل کے مالک کو فون کیا.... بات چیت کی.... اور ریسیور رکھ دیا۔

"ہوٹل کے مالک خود آ رہے ہیں"۔

"ان کے آنے میں کتنی دیر لگے گی"۔

"دس منٹ تک آ جائیں گے"۔

"ٹھیک ہے.... میں دس منٹ بعد ہال میں آ جاؤں گا"۔

"اب یہ فرار ہو جائیں گے"۔ بیرا بولا۔

"اگر یہ بات ہے.... تو یہ لو.... میں یہیں بیٹھا ہوں"۔ یہ کہ کر اس نے ایک کرسی گھسیٹ لی اور اس پر جم گیا۔

سب لوگ اسے بری طرح گھور رہے تھے.... لیکن اسے جیسے کسی کے گھورنے کی پرواہ نہیں تھی.... آخر دس منٹ بعد ایک بھاری بھرکم آدمی اندر داخل ہوا اور بلند آواز میں بولا۔

"وہ بیرا کون سا ہے جس نے یہ سودا کیا ہے"۔

اب بیرا لگا تھر تھر کانپنے.... مینجر نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"یہ رہا سر"۔

ہوٹل کا مالک ایک ایک قدم اٹھاتا اس کے نزدیک ہونے لگا.... بیرے کی حالت اور ردی ہو گئی.... نزدیک پہنچتے ہی ہوٹل کے مالک نے اسے اچانک اپنے گلے سے لگا لیا۔

"میرے پیارے بیرے.... یہ کام کیا ہے تم نے"۔

یہ کہ کر وہ اس سے الگ ہو گیا.... اور مینجر کی طرف بڑھا۔

"تم اس سودے میں رکاوٹ بن رہے تھے"۔

"مم میں نے صرف یہ کہا تھا کہ اتنا بڑا سودا آپ کی اجازت کے بغیر نہیں ہونا چاہیے"۔

اس کے ان الفاظ کے ساتھ ہی اس کے گال پر ایک زوردار تھپڑ لگا.... تھپڑ کی آواز ہال میں گونج اٹھی۔

"احمق انسان اس ہوٹل کے اگر مجھے ایک کروڑ ڈالر مل رہے ہیں تو اس سے اچھی بات کیا ہے.... ایک کروڑ ڈالر میں تو اس سے چار گنا بڑا ہوٹل بناؤں گا.... لیکن اس ہوٹل میں تمہیں ملازم نہیں رکھوں گا.... ہاں اس بیرے کو مینجر بناؤں گا"۔

"بہت بہت شکریہ سر"۔ بیرا خوش ہو کر بولا۔

"کوئی بات نہیں مینجر صاحب.... آپ کو ہم اسی ہوٹل کا مینجر مقرر کرتے ہیں"۔ شوفر نے کہا۔

"شکریہ سر"۔

"لیکن پہلے یہ چیک کیش ہونا چاہیے"۔

"آپ کے سابقہ مینجر نے بینک کو فون کیا تھا"۔

"میں خود اپنا اطمینان کروں گا"۔

"ضرور کریں"۔

اب اس نے بھی بینک کو فون کیا.... ادھر سے جواب ملنے پر
اس نے کہا۔

"اسی وقت سے یہ ہوٹل آپ کا ہے.... میں اس بیرے کو
ساتھ لے کر جا رہا ہوں.... آپ اس عملے کو رکھنا چاہیں تو رکھ
لیں.... اور اگر اپنی پسند کا عملہ رکھنا ہے.... وہ آپ جانیں.... میں
جا رہا ہوں"۔

"آپ کے اس بیرے کو بھی ہم رکھ سکتے ہیں"۔ شوفر
مسکرایا۔

"نہیں! میں ان کے ساتھ جاؤں گا.... میں اس چار گنا بڑے
ہوٹل کا مینجر بنوں گا اب"۔ اس نے انکار میں سر ہلایا اور پھر دو
دونوں چلے گئے۔

"میں ذرا اس سودے بازی کی اطلاع پرنس کو دے دوں"۔
یہ کہہ کر شوفر اوپر چلا گیا۔

چند منٹ بعد پرنس نیچے اترتا نظر آیا.... کاؤنٹر پر آ کر پرنس
نے نرم الفاظ میں کہا۔

"مجھے ابھی ابھی اپنے ہونہار شوفر سے معلوم ہوا ہے کہ اب
اس ہوٹل کے مالک ہم ہیں.... ہمیں اپنے شوفر کا یہ قدم بہت پسند
آیا ہے.... ہم عملے میں تبدیلی بھی کریں گے.... بے ایمان عملے

نکال باہر کریں گے.... کچھ اور ایمان دار لوگ ملازم رکھے جائیں
گے.... ہم کل ہی اشتہار دے دیں گے"۔

دوسرے دن کے اخبارات میں ہوٹل کی ضرورت کے تحت
ایک اشتہار شائع ہوا.... اور پھر آنے والے لوگوں سے انٹرویو لیا
گیا.... اس طرح کچھ لوگوں کو ملازم رکھ لیا گیا.... ملازم رکھنے کا کام
پرنس نے خود کیا تھا.... ہوٹل کے کئی اصول تبدیل کئے گئے تھے....
اوقات میں تبدیلی کی گئی.... پہلے ہوٹل تمام رات کھلا رہتا تھا....
اب بارہ بجے بند کرنے کا اعلان کیا گیا۔

اس رات بارہ بجے جب ہوٹل بند ہو گیا.... عملہ بھی چلا گیا
پرنس اپنے شوفر کے ساتھ اپنے کمرے میں موجود تھا.... کہ
دروازے پر دستک ہوئی۔

"شوفر.... ذرا دیکھنا.... کون ہے"۔

"اب میں اس لفظ شوفر سے تنگ آگیا ہوں سر"۔

"تو کیا اب میں تمہیں شوہر کہوں"۔ پرنس نے منہ بنایا۔

اس نے بھی برے منہ بناتے ہوئے دروازے کا رخ کیا۔

"جی.... باہر کون ہے"۔

"نیا عملہ"۔ باہر سے [illegible] آیا۔

"آپ لوگوں کو ملازمت دینے کا یہی فائدہ ہے.... کہ اب

آپ لوگ باقاعدہ دستک دیں گے..... ہے کوئی تک"۔

"پہلے دروازہ"۔ پرنس غرایا۔

اس نے فوراً دروازہ کھول دیا..... کچھ لوگ فوراً اندر
گئے..... دروازہ شوفر نے بند کر دیا۔

"پہلے باہر ایک نظر ڈال لیں..... کہیں کوئی سن گن نہ
رہا ہو"۔

"یہ میں کرتا ہوں"۔ ایک آواز ابھری اور پھر بولنے والا با
نکل گیا..... وہ کافی دور تک چکر لگا آیا..... کہیں کسی سن گن
آثار نظر نہ آئے۔

اب پھر دروازہ بند کیا گیا۔

"میرا خیال ہے..... اب ہم بات چیت کر سکتے ہیں..... ر
کی ترکیب یہاں تک بہت خوب رہی..... کسی کو کانوں کان پتا
چلا کہ ہم اس تجربہ گاہ کی پشت پر واقع ہوٹل میں جمع ہو چکے ہیں

"جی ہاں! یہ تو خیر ہے"۔

"آپ کو انکل شوفر کی زندگی پسند آ رہی ہے"۔ محمو
خان رحمان کی طرف دیکھا۔

"بس یار..... میں پرنس بننا چاہتا تھا..... انسپکٹر جمشید
اور مجھے اپنا شوفر بنا لیا..... حد ہو گئی"۔

"لیکن خان رحمان! یہ بھی تو دیکھو کہ کیسا شوفر..... جو ایک
کروڑ ڈالر کا سودا کرتا ہے..... پرنس کی اجازت کے بغیر"۔

"مان گئے بھئی ایسے شوفر کو"۔ منور علی خان مسکرائے۔

"اب ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا ہے..... ہوٹل کے عقب
میں اس تجربہ گاہ کا جائزہ لینا ہے..... راستے کی مشکلات کی تفصیلات
جمع کرنا ہیں..... یہ کام کون کرے گا..... ابھی اور اسی وقت جانا ہو
گا"۔

"یوں تو ہم سب جانے کے لیے تیار ہیں"۔

"نہیں صرف چند جائیں گے"۔

"اور ایک بات ذہن میں رہے..... یہ صرف ایک خیال ہے
کہ اصلی ہیڈکوارٹر اس تجربہ گاہ کے نیچے ہے..... اور یہ خیال بالکل
غلط بھی ثابت ہو سکتا ہے"۔

"کوئی بات نہیں..... اگر اس تجربہ گاہ کی حفاظت کے
انتظامات ضرورت سے زیادہ ہیں تب تو ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں.....
کہ اس کے نیچے ہی ہو گا..... ورنہ دیکھا جائے گا"۔

"تب پھر فاروق، آفتاب اور مکھن کو بھیج دیتے ہیں"۔

"ہمیں کوئی اعتراض نہیں"۔

"یہ خیال رہے..... راستا دشوار گزار ہے..... یہاں سے تجربہ

گاہ کی پشت تک خاردار جھاڑیاں ہیں.... اور ان سے خود کو بچانا
کوئی آسان کام نہیں ہے"۔

"دیکھا جائے گا"۔

پھر آفتاب' فاروق اور مکھن اس کمرے سے نکل آئے۔
ہوٹل کے پچھلی طرف کئی دروازے کھلتے تھے۔

اب ان کے سامنے گھنا جنگل تھا.... جو خاردار جھاڑیوں سے
پٹا پڑا تھا اور اس میں سے گزرنا خالہ جی کا گھر نہیں تھا۔

"تجربہ گاہ تک ہم اپنے جسموں کو بالکل درست حالت میں
لے جا نہیں سکتے"۔ مکھن بولا۔

"کوئی پروا نہیں.... خراشیں آ جائیں گی.... کپڑے پھٹ
جائیں گے.... ہم کانٹوں سے لہولہان ہو جائیں گے.... بس یہی نا"
آفتاب نے کہا۔

"یہ کوئی بات نہیں.... ہم تو اپنے جسموں کی بوٹی بوٹی
کروانے پر تیار ہیں"۔ فاروق مسکرایا۔

اور پھر وہ ان جھاڑیوں میں گھس گئے.... ان کے پاس تھری
ٹارچیں بھی تھیں اور ان کے لیے سیل بھی' ضرورت کی دوسری
چیزیں بھی ساتھ تھیں.... جھاڑیوں کو ہٹانے کے لیے ہاتھوں
پر چمڑے کے دستانے پہنے گئے تھے.... وہ چلتے رہے.... ایسے میں

کی باتیں بھی جاری رہیں.... یوں لگتا تھا جیسے انہیں اب ان
جھاڑیوں کی ذرا پروا نہ رہی ہو اور وہ انہی میں پلے بڑھے ہوں۔

"آہا.... چاند نکل آیا.... اب ہمارا کام اور آسان ہو گیا"۔
فاروق نے چہک کر کہا۔

"بلکہ اس سے زیادہ آسان کام ہمیں کرنے کے لیے آج
تک ملا ہی نہیں"۔ آفتاب بولا۔

"میں تو یوں محسوس کر رہا ہوں جیسے ہم ہوا کے دوش پر تیر
رہے ہوں"۔

"بھئی واہ! پھر تو تمہیں فضا میں اڑنے کا مزا آ رہا ہو گا"۔

"کتنا اچھا ہوتا.... ہم بھی پرندوں کی طرح اڑا کرتے"۔
مکھن بولا۔

"حیرت ہے.... اڑ رہے ہو اور کہہ رہے ہو' کاش ہم بھی
پرندوں کی طرح اڑا کرتے"۔ آفتاب نے منہ بنایا۔

عین اس لمحے جنگل کے بیچوں بیچ ایک سیاہ فام آدمی کھڑا نظر
آیا۔

خطرناک پروگرام

ان تینوں کو ابھی گئے چند منٹ ہی ہوئے تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی۔

"کون؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"سر.... چند پولیس آفیسر آ گئے ہیں.... اور ان کے ساتھ انکم ٹیکس کے محکمے کے کچھ لوگ بھی ہیں"۔ ہیڈ بیرے نے کہا۔

انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا.... پھر مسکرا دیئے اور انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"ٹھیک ہے.... انہیں بٹھاؤ.... ہم آتے ہیں"۔

"او کے سر"۔ بیرے نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے ہوٹل کے سابقہ مالک نے ان لوگوں کو اطلاع دی ہے"۔

"کوئی بات نہیں.... دیکھ لیتے ہیں انہیں بھی.... میرا خیال ہے.... میں اور آپ چلتے ہیں.... باقی لوگ یہیں ٹھہریں"۔ انسپکٹر

کامران مرزا نے کہا۔

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا"۔

دونوں اٹھے اور کمرے سے نکل کر ڈرائنگ روم میں آ گئے.... انگریزی میں سلام دعا ہوئی۔

"فرمایئے.... ہم کیا خدمت کر سکتے ہیں"۔

"آپ نے یہ ہوٹل ایک کروڑ ڈالر میں خریدا ہے.... اتنی بڑی رقم آپ کے پاس کہاں سے آئی"۔

"میں اپنے ملک میں سونے کی کانوں کا مالک ہوں.... اور اپنے ملک میں باقاعدہ ٹیکس ادا کرتا ہوں"۔

"لیکن ہمارے ملک میں جب کوئی اتنی بڑی رقم کی کوئی چیز خریدے تو حکومت کو بھی اسے ٹیکس ادا کرنا پڑتا ہے"۔

"اور ہمارے ذمے کتنا ٹیکس بنا ہے"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"دس لاکھ ڈالر"۔

"میں ابھی آیا"۔ یہ کہ کر انسپکٹر جمشید باہر نکل گئے.... خان رحمان سے انہوں نے دس لاکھ کے ٹریولرز چیک لیے اور پھر اندر آ گئے۔

"دس لاکھ کے چیک میں لے آیا.... لیکن آپ ذرا اپنے

کاغذات دکھا دیں"۔

"اوہ ہاں ضرور.... کیوں نہیں"۔

ان میں سے دو نے اپنی جیبوں سے اپنے کاغذ نکال کر ان کے سامنے رکھ دیئے۔

دونوں نے کاغذ دیکھے پھر انسپکٹر جمشید بولے۔

"یہ صرف کارڈ ہیں.... میں بھی چھپوا کر دکھا سکتا ہوں"۔

"کیا مطلب؟" ان میں سے ایک نے چونک کر کہا۔

"مطلب یہ کہ آپ اپنے عہدوں کے کاغذات دکھائیں.... یا صبح ہمیں اپنے محکمے میں بلائیں"۔

"بات اصول کی ہے"۔

اب انہوں نے کاغذات نکال کر ان کے سامنے پھیلا دیئے.... انہوں نے کاغذات کو پڑھا وہ بالکل درست تھے.... آخر انہوں نے دس لاکھ کے چیک دے کر ان سے رسید لکھوا لی.... پھر وہ چلے گئے"۔

"یہ لوگ ہیں تو اصلی.... لیکن دال میں کچھ کالا نظر آ رہا ہے"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"کوئی بات نہیں.... کالے کو سفید بنانا ہم جانتے ہیں"۔

اب وہ پھر اپنے کمرے میں آ گئے.... یہاں زور و شور سے

باتیں ہو رہی تھیں۔

"لک کیا رہا ابا جان"۔ محمود نے پوچھا۔

"دس لاکھ ڈالر ٹیکس ادا کیا ہے.... لیکن دال میں کچھ کالا ہے"۔

"اوہ.... تو کیا ہم تیاری کر لیں"۔

"ہاں! تیاری تو کرنا ہو گی"۔

وہ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور تیاریوں میں مصروف ہو گئے.... ادھر انسپکٹر جمشید نے پولیس کمشنر کے نمبر ڈائریکٹری میں دیکھ کر اس کے نمبر ڈائل کئے.... تھوڑی دیر بعد سلسلہ ملا تو انہوں نے کہا۔

"پولیس کمشنر صاحب.... ہم آپ کے مہمان ہیں.... ہم نے ایک ہوٹل خریدا ہے.... ابھی کچھ لوگ ہمیں گھیر لینے کے چکر میں ہیں.... تھوڑی دیر پہلے پولیس ہم سے ٹیکس وصول کرنے بھی آئی تھی"۔

"میں سمجھ گیا.... ہوٹل کا نام"۔

"ہوٹل الاسکا"۔

"اچھی بات ہے.... میرا خیال ہے.... کچھ خطرناک لوگوں نے آپ کو اغوا کرنے کا پروگرام بنایا ہے' تاکہ آپ سے تمام دولت

حاصل کر لی جائے.... لیکن آپ فکر نہ کریں.... میں ابھی فورس
بھیج رہا ہوں.... جو ان سے مقابلے میں آپ کی مدد کرے گی....
لیکن اس سے یہ کہیں بہتر رہے گا کہ آپ ان کے ساتھ میری
حفاظت میں چلے آئیں"۔

"بہت بہتر.... ہم ایسا کر لیتے ہیں"۔

"تو پھر فورس آ رہی ہے.... اگر وہ غلط لوگ فورس سے پہلے
نہ آ گئے تو آپ کی حفاظت آسان ہو گی"۔ کمشنر نے کہا۔

"او کے سر.... بہت بہت شکریہ"۔

اور پھر پولیس کمشنر کے بھیجے ہوئے لوگ ان تک پہنچ
گئے.... وہ سب ان کی لائی ہوئی بڑی بڑی گاڑیوں میں بیٹھ گئے....
تمام ضروری سامان ساتھ لے لیا گیا.... ہوٹل کو باہر سے تالا لگا دیا
گیا۔

سفر کرتے ہوئے جب پندرہ منٹ گزر گئے تو انہیں بہت
پریشانی ہوئی۔

"کیا پولیس اسٹیشن اس قدر دور ہے"۔

"نہیں.... زیادہ دور نہیں ہے"۔

"تو پھر ہم اب تک پہنچے کیوں نہیں"۔

"آپ کو حفاظتی راستوں سے لے کر جا رہے ہیں"۔

"اوہ اچھا"۔ وہ بولے۔

تھوڑی دیر بعد ہی گاڑی ایک عمارت میں داخل ہوئی....
لیکن یہ کوئی پولیس اسٹیشن نہیں تھا.... جب انہیں نیچے اتارا گیا تو
انسپکٹر جمشید بولے۔

"یہ آپ ہمیں کہاں لے آئے ہیں"۔

"پرائیویٹ آفس میں.... کمشنر صاحب ابھی آتے ہی ہوں
گے.... لیجیے.... وہ آ گئے"۔

انہوں نے ایک جیپ اندر داخل ہوتے دیکھی.... کمشنر
صاحب جیپ سے اتر کر سیدھے ان کی طرف آئے اور بولے۔

"تو آپ ہیں وہ لوگ"۔

"جی ہاں.... ہیں تو ہم ہی"۔ محمود نے کہا۔

"ان حضرات کو اندرونی کمرے میں لے جاؤ بھئی"۔

"آئیں بھئی"۔ انہیں لے کر آنے والوں میں سے ایک نے
کہا۔

اندرونی کمرے میں بٹھا کر وہ باہر نکل گیا.... کافی دیر گزر
گئی.... کوئی نہ آیا.... انسپکٹر جمشید نے اٹھ کر دروازہ کھولنا چاہا....
لیکن دروازہ باہر سے بند تھا۔

"معلوم ہوتا ہے.... یہ سارا چکر اس کمشنر کا چلایا ہوا

تھا.... یا پھر یہ مجرموں کے ساتھ ملا ہوا ہے"۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے"۔ وہ ایک ساتھ بولے۔

"اور ادھر ہم آفتاب، فاروق اور مکھن کو دوسری طرف روانہ کر آئے ہیں.... وہ واپس آئیں گے اور ہوٹل میں کسی کو نہ پا کر کیا کریں گے"۔ محمود نے پریشان ہو کر کہا۔

"پتا نہیں.... کیا کریں گے.... ویسے کچھ نہ کچھ ضرور کریں گے"۔ آصف بولا۔

"فاروق بننے کی ناکام کوشش نہ کرو"۔ محمود جھلایا۔

عین اسی وقت بھاری قدموں کی آواز سنائی دی.... دروازہ کھلا اور چند آدمی اندر آ گئے.... باہر ہر طرف کلاشن کوفیں نظر آ رہی تھیں اور یہ پولیس والوں کے ہاتھوں میں تھیں.... انہوں نے پرسکون انداز میں کمشنر کی طرف دیکھا۔

"آپ کا پروگرام کچھ خطرناک لگتا ہے"۔

"تم لوگوں کے لیے.... تم لوگوں کے پاس جب اتنی بڑی رقم ہو گی تو یہی کچھ ہو گا"۔

"اوہ! تو یہ سارا رقم ہتھیانے کا چکر ہے"۔

"ہاں اور کیا"۔ وہ ہنسا۔

"لیکن آپ جس عہدے پر کام کر رہے ہیں.... اس عہدے

کا تقاضا تو یہ ہے کہ آپ ایسا کچھ بھی نہ کریں"۔

"پولیس کمشنر بننے کے لیے میں نے بھی نہ جانے کتنے پاپڑ بیلے ہیں.... کیا کچھ خرچ کیا ہے.... اب لمبے ہاتھ مارنے کا وقت آیا ہے تو میں آرام سے بیٹھا رہوں.... کہاں ہیں وہ چیک.... دستخط کر کے میرے حوالے کر دو.... جب تک تمام رقم کیش نہیں ہو جاتی.... تم یہیں رہو گے"۔

"خیر رہنے کے لیے تو یہ بری جگہ نہیں.... لیکن ہمارے ہوٹل کا کیا ہو گا"۔

"وہ اب ہم چلائیں گے.... فکر نہ کرو.... صبح سویرے ہوٹل اپنے وقت پر کھلے گا.... کسی کو اس تبدیلی کی ہوا تک نہیں لگے گی"۔

"بہت خوب.... یہ ہوئی نہ بات.... ہوا لگنی بھی نہیں چاہیے"۔

"تم نے اب تک وہ ٹریولرز چیک نہیں نکالے"۔

"دے دو بھئی.... ہم کیا کریں گے ان کو رکھ کر.... ہمارے کس کام کے ہیں وہ ٹریولرز چیک"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے جلدی جلدی کہا۔

"جی میں دے دیتا ہوں.... لیکن...." انسپکٹر جمشید لیکن کہہ کر

خاموش ہو گئے.... جب کئی سیکنڈ تک کچھ نہ بولے، تو کمشنر نے کہا۔

"لیکن کیا؟"

"لیکن اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ چیک لینے کے بعد یہ ہمیں جانے دیں گے"۔

"کیا مطلب.... کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ یہ ہمیں جانے نہیں دیں گے"۔

"ہاں! میرا خیال تو یہی ہے"۔

"لیکن یہ لوگ ہمیں یہاں روک کر کیا کریں گے.... اس انہیں فائدہ کیا ہو گا"۔

"یہ تو یہی بتا سکتے ہیں"۔

"کیوں جناب کمشنر صاحب.... آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں"۔

"چیک لینے کے بعد تم لوگوں کو سمندری جہاز پر بٹھا دیں گے.... اس طرح اس ملک سے دور ہو جاؤ گے.... لیکن اگر تم نے یہاں پھر آنے کی کوشش کی تو اس صورت میں ہم بہت بری طرح پیش آئیں گے"۔

"اچھی طرح تو آپ اب بھی پیش نہیں آئے"۔ آصف

نے بتایا۔

"چیک میرے حوالے کر دو.... تاکہ ہم تمہیں سمندری حدود تک چھوڑ آئیں"۔

"لیکن ابھی ایسا نہیں کیا جا سکتا"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"کیوں! کیا بات ہے"۔

"ہمارے تین ساتھی گھومنے پھرنے گئے ہوئے ہیں.... ان کے واپس آنے تک ہم کہیں نہیں جا سکتے"۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔ کمشنر نے کہا.... اس کی آنکھیں ت زدہ انداز میں پھیل گئیں۔

"کیا کیسے ہو سکتا ہے"۔

"یہ تم لوگوں کے تین ساتھی باہر گئے ہوئے ہوں"۔

"کیوں! اس میں کیا عجیب بات ہے.... کیا ہم سے کوئی باہر جا سکتا تھا"۔

"یہ کہ بات نہیں.... جس وقت سے تم لوگوں نے یہ ہوٹل ہے.... اس وقت سے سی آئی ڈی کے آدمی تم لوگوں پر نظر ہوئے تھے.... لیکن ان میں سے کسی کی رپورٹ میں یہ بات ں آئی کہ تم میں سے تین باہر گئے ہوئے ہیں"۔

"لیکن ہم یہ بات دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے تین

ساتھی اس وقت ہمارے ساتھ نہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"ایک منٹ!" یہ کہہ کر کمشنر نے کسی کو فون کیا اور آواز میں بولا۔

"کیا تم لوگوں کی یہ رپورٹ بالکل درست ہے کہ ہوٹل خریدنے کے بعد ان میں سے کوئی بھی ہوٹل سے باہر نہیں گیا"۔

"یس سر.... یہ بالکل درست رپورٹ ہے"۔

"لیکن! ان لوگوں کا کہنا ہے کہ ان کے تین ساتھی اس وقت ان کے ساتھ نہیں ہیں.... وہ کہیں باہر گھومنے پھرنے کے نکلے ہوئے ہیں"۔

"نو سر.... یہ غلط ہے"۔

"ایک منٹ" یہ کہہ کر وہ ان کی طرف مڑا۔

"رپورٹ یہی ہے کہ تم میں سے کوئی بھی باہر نہیں گیا"۔

"ہم یہ بات ثابت کر سکتے ہیں"۔

"اب تو سوچنا پڑے گا.... اور عملے کو سزا بھی دینا ہوگی.... آخر وہ کہاں گئے ہیں اور کس طرف سے گئے ہیں"۔

"بس نکل گئے جس طرف سے نکل سکتے تھے"۔

"تم لوگ آخر ہو کون.... اس طرح ہوٹل خریدنا بہت عجیب

ا ہے"۔

"وہ تو بس مذاق مذاق میں خرید لیا گیا"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"مذاق میں ایک کروڑ ڈالر کا سودا"۔ کمشنر نے آنکھیں یں۔

"اب ہم آپ کو کیا بتائیں.... ہم بس اسی قسم کے لوگ

"اچھا خیر.... ہم تم لوگوں کے تینوں ساتھیوں کا انتظار کر لیتے .... جونہی وہ آئیں گے.... انہیں آپ لوگوں کے پاس پہنچا دیں اور پھر سمندر میں پہنچا دیں گے"۔

"آخر ہمارا جرم کیا ہے.... آپ لوگ ہم سے یہ سلوک ں کرنا چاہتے ہیں"۔

"اس بے تحاشا دولت کی بنا پر.... ہم اس دولت کو آپس تقسیم کریں گے"۔

"آپ دولت لے لیں.... اور ہمیں یہیں رہنے دیں.... بے ہوٹل بھی لے لیں"۔

"ہوٹل تو خیر اب ہمارے ہی قبضے میں رہے گا.... لیکن تم کو بھی بہرحال جانا پڑے گا"۔

"اچھی بات ہے.... ہم آپ کو چیک ہوٹل میں ہی دے گ
ہیں"۔

"یہ کیا بات ہوئی؟"

"ہم چیک ساتھ تو لیے نہیں پھرتے.... بینک میں رکھ
ہیں"۔

"ہمیں بتاؤ.... کہاں رکھے ہیں.... ہم منگوا لیتے ہیں"۔

"آپ کو نہیں ملیں گے"۔

"کیوں! آخر کہاں چھپا کر رکھے ہیں"۔

"بہت گہری جگہ"۔

"اچھا ٹھیک ہے.... ہم وہیں انتظار کریں گے.... تمہارے
تین ساتھیوں کا اور وہیں سے سمندر تک لے چلیں گے"۔

"ہوں! ٹھیک ہے"۔

وہ انہیں پھر ہوٹل میں لے آئے۔

"آپ لوگ ہال میں ٹھہریں.... ہم اوپر سے چیک لے
آتے ہیں"۔ خان رحمان نے کہا۔

"ٹھیک ہے"۔

خان رحمان کے ساتھ دوسرے بھی اوپر جانے لگے تو
نے ٹوک دیا۔

"یہ کیا.... تم سب کیوں جا رہے ہو.... کیا چیک اس قدر وزنی ہے"۔

"ہر ایک کے چیک ہر ایک ہی نکال سکتا ہے.... میں اکیلا جاؤں گا تو صرف اپنے نکال کر لاؤں گا"۔

"اچھا بابا جاؤ.... ویسے میں جانتا ہوں.... اس ہوٹل سے فرار کا راستا کوئی نہیں ہے.... اور سامنے کی طرف میرا عملہ موجود ہے.... ہاں اس کے پچھلی طرف ضرور راستا ہے.... لیکن وہ گزرنے کے قابل نہیں ہے.... اس قدر جھاڑ جھنکار اور خاردار راستا ہے کہ کوئی آدمی راستا بنا ہی نہیں سکتا.... لہٰذا تم لوگ اوپر جا کر جلد لوٹ آؤ"۔

وہ اوپر آ گئے۔

"اب کیا کریں؟" پروفیسر داؤد بولے۔

"اگر ان سے جنگ کرتے ہیں تو.... ہم نظروں میں آتے ہیں.... جب کہ ابھی ہم گمنام رہنا چاہتے ہیں"۔

"اور فرار ہونے کی صورت میں ہوٹل ہاتھ سے جاتا ہے.... ابھی آفتاب، فاروق اور مکھن بھی واپس نہیں آئے.... پھر یہ کہ ہمیں ہوٹل کی بھی ضرورت ہے"۔

"معاملہ الجھ گیا ہے.... حکام بالا سے رابطہ کرتے ہیں تو پتا

نہیں لوٹ کھسوٹ کا یہ سلسلہ کہاں تک چلا گیا ہو گا.... کمشنر کے ساتھ نہ جانے اوپر کون کون ملا ہوا ہے.... ورنہ ایسے کام اس قدر دھڑلے سے نہیں ہو سکتے"۔

"ہم کسی اخبار والے سے بھی بات کر سکتے ہیں.... ساری صورت حال بتا دی جائے.... اور شام کے اخبارات میں وہ یہ خبر لگا دے.... اس طرح عوام کی توجہ بھی اس طرف ہو جائے گی اور کمشنر کو بھاگنا پڑے گا"۔

"اخبارات بھی حکومت کے خلاف کچھ نہیں کر سکتے.... وہ پہلے کمشنر سے بات کریں گے اور کمشنر فوراً انہیں خاموش کرنے کا انتظام کر دے گا"۔

"تب پھر کیا کیا جائے"۔

"کیوں نہ ہم بھی آفتاب' فاروق اور مکھن کے پیچھے ان جھاڑیوں میں سفر شروع کر دیں"۔

"اس طرح ہم ان تینوں سے نہیں مل پائیں گے.... جھاڑیوں کے درمیان کوئی راستا تو ہے ہی نہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"صرف اور صرف جھاڑیاں.... اور کوئی حل نظر نہیں آتا.... اب ہم رفعت کی ترکیب پر عمل بھی نہیں کر سکتے.... اس کی ترکیب پر عمل اس ہوٹل میں رہتے ہوئے ہو سکتا تھا"۔

"تب پھر چلیے.... جھاڑیوں میں.... اللہ کا نام لے کر"۔ پروفیسر داؤد بولے۔

"ہمیں سب سے زیادہ فکر تو آپ ہی کی ہے"۔

"میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں.... اپنی فکر کرنے کے لیے میں جو کافی ہوں"۔ وہ مسکرائے۔

اور پھر وہ پچھلے دروازے سے نکل کر جھاڑیوں میں داخل ہو گئے.... وہ جانتے تھے کہ اس طرف ان کا تعاقب کرتے ہوئے کوئی نہیں آئے گا.... لہٰذا انہوں نے جھاڑیوں میں سفر اطمینان سے جاری رکھا.... کافی آگے چل کر انہوں نے منہ سے الو کی آواز نکالنا شروع کر دی.... تاکہ اگر فاروق' آفتاب اور مکھن واپس آ رہے ہوں اور آس پاس سے گزر رہے ہوں تو وہ ان کی طرف متوجہ ہو جائیں"۔

اچانک ان کی کمر کی طرف سے فائرنگ شروع ہو گئی.... غالباً کمشنر اور اس کے عملے کو ان کے فرار کی خبر ہو گئی تھی.... لیکن وہ جانتے تھے.... یہ فائرنگ بغیر کسی نشانے کے ہے.... ان جھاڑیوں میں کسی کے دیکھ لیے جانے کا بالکل امکان نہیں تھا.... تاہم وہ سر نیچے کیے چلتے رہے.... کانٹے قدم قدم پر ان کا مزاج پوچھ

رہے تھے.... ان کے جسم جگہ جگہ سے چھل رہے تھے.... زخمی ہو رہے تھے.... کپڑے پھٹ رہے تھے.... اور ہر قدم ان کی تکلیف میں اضافہ کر رہا تھا.... یہی نہیں.... وہ سفر بھی کوئی مختصر سا نہیں تھا.... انہیں تو قریباً دو کلومیٹر کا فاصلہ اسی طرح طے کرنا تھا.... پھر فائرنگ کی آوازیں ختم ہو گئیں.... شاید کمشنر اور اس کے ساتھی مایوس ہو گئے تھے.... کچھ بھی ہو کمشنر کی وجہ سے ہوٹل ان کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔

"مجھے اس کمشنر پر بہت غصہ آ رہا ہے.... کیا خیال ہے.... واپسی پر اس سے بھی دو دو ہاتھ نہ کرتے چلیں"۔ انسپکٹر جمشید کی آواز ابھری۔

"اگر ایسا موقع ملا تو ضرور ایسا کریں گے.... ارے باپ رے"۔ خان رحمان کے منہ سے سسکاری نکلی۔

"کیا ہوا انکل"۔

"پنڈلی میں ایک کانٹا دور تک گھس گیا ہے"۔

"ہمیں ان کانٹوں کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہیے"۔ ایسے میں فرحت کی آواز ابھری۔

"کیا کہا.... کانٹوں کا شکریہ.... ایک تو یہ ہمیں چھلنی کیے دے رہے ہیں.... اوپر سے تم کہہ رہی ہو کہ ان کا شکریہ ادا کرنا

چاہیے.... ہے کوئی تک"۔ آصف نے جھلا کر کہا۔

"تک تو خیر اس کی بات میں بہت ہے"۔ فرزانہ مسکرائی۔

"تم اس کا ساتھ نہیں دو گی تو کون دے گا"۔

"ایسی بات نہیں.... یہ کانٹے ہی ہیں.... جن کی وجہ سے اس وقت ہم فرار ہونے میں کامیاب ہوئے ہیں"۔ محمود مسکرایا۔

"اوہ ہاں! یہ تو خیر ہے"۔

"ابھی تک فاروق وغیرہ کی طرف سے کوئی اشارہ نہیں ملا"۔

"مل جائے گا.... اشارہ.... وہ واپس آئیں گے تو اشارہ ملے گا نا.... اور اگر ابھی تک ان کی واپسی ہی نہیں ہو سکی تو اشارہ کیسا"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"اوہ.... وہ.... وہ میں کیا دیکھ رہا ہوں"۔

اس وقت آسمان پر چاند چمک رہا تھا.... پروفیسر داؤد کی خوف زدہ آواز سن کر انہوں نے اس سمت میں دیکھا۔

وہاں ایک سیاہ فام آدمی کھڑا نظر آ رہا تھا۔

○☆○

بت بھائی

"ہائیں.... یہ اس جنگل میں سیاہ فام آدمی کا کیا کام؟" فاروق بولا۔

"وہ کیا ہوگا.... گھومتا پھرتا.... اب اس سے کون مغز مارے.... کنی کترا کر نکل جاتے ہیں"۔ آفتاب نے منہ بنایا۔

"اور کیا.... مغز مارنے سے اپنا ہی مغز کالا ہوگا"۔ مکھن بولا۔

"لیکن یار.... آخر یہ اپنی جگہ پر ساکت کیوں کھڑا ہے.... دیکھو تو سہی.... بالکل حرکت نہیں کر رہا"۔ فاروق نے چونک کر بولا۔

اب انہوں نے رک کر اس پر نظریں جما دیں.... ابھی وہ قدرے فاصلے پر تھا.... وہ ایک منٹ تک ٹکٹکی باندھے اسے دیکھتے رہے۔

"نہیں بھئی.... یہ تو بالکل حرکت نہیں کر رہا"۔ آفتاب نے

کہا۔

"تب یہ انسان نہیں.... بت ہے"۔ مکھن بولا۔

"لو.... اس قدر جلد کسی انسان کو بت بنا ڈالا.... بھئی کچھ آگے بڑھ کر دیکھ لیتے ہیں"۔ آفتاب نے اسے گھورا۔

"آپ تو اس طرح بگڑ رہے ہیں کہ جیسے میں نے آپ کو بت کہہ دیا ہو"۔

"تم اور مجھے بت کہو گے.... کہہ کر دیکھو.... مزا نہ چکھا دیا تو میرا نام بھی فاروق نہیں"۔

"لیکن کس چیز کا"۔ مکھن کے لہجے میں حیرت تھی۔

"کیا کس چیز کا"۔ فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

"آپ مجھے کس چیز کا مزا چکھائیں گے.... پہلے یہ بتائیں.... کیونکہ مزا آخر کسی چیز کا ہوتا ہے"۔

"دیکھ رہے ہو آفتاب"۔

"کس کو.... اس بت کو یا تمہیں"۔ آفتاب نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"کیوں.... یہ تمہاری آواز کہاں گم ہوتی جا رہی ہے"۔ فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"اس بت میں.... میں نے ابھی ابھی اس کے منہ سے

دھواں نکلتے دیکھا ہے"۔

"یہ کون سی عجیب بات ہے.... ارے بھئی سگریٹ کا شوق فرما رہا ہو گا"۔ مکھن بولا۔

"دماغ تو نہیں چل گیا.... بت سگریٹ پیئے گا"۔ فاروق نے آنکھیں نکالیں۔

"ابھی تک یہ فیصلہ نہیں ہو سکا کہ یہ بت ہے یا انسان"۔

"تو پھر آؤ.... پہلے اس سے دو دو ہاتھ کر لیتے ہیں"۔

اب وہ ڈرے ڈرے انداز میں اس کی طرف بڑھے....

نزدیک پہنچے تو وہ واقعی بت نظر آیا۔

"یہ تو بت نکلا"۔

"غلطی کی بے وقوف نے.... انسان نکلتا تو ایک بات بھی تھی.... لیکن آج کے دور میں انسان تو لوگ کم ہی نکلتے ہیں"۔

"میرا خیال ہے.... اوٹ پٹانگ باتیں کرنے سے یہ کہیں بہتر ہے کہ ہم اس بت سے دو دو باتیں کر لیں"۔

"دماغ تو نہیں چل گیا.... بت اور ہم سے باتیں کرے گا.... کیوں بھائی بت.... تم بول سکتے ہو"۔

"ہاں! کیوں نہیں"۔ بت کے منہ سے آواز نکلی۔

وہ اچھل پڑے اور اس اچھل پڑنے کی وجہ سے ان کے

جسموں میں کئی کانٹے چبھ گئے.... ان کی چیخیں نکل گئیں۔

"ہاہاہا"۔ بت ہنسا۔

"کیوں ہنس رہے ہو بھائی"۔

"اب میں رونے سے تو رہا"۔ بت نے کہا۔

"کیوں.... اگر تم ہنس سکتے ہو تو رو کیوں نہیں سکتے"۔

"میرا دماغ نہ چاٹو"۔

"لو! اب ہم اس بت کا دماغ چاٹیں گے"۔ مکھن نے جل کر کہا۔

"چاٹنے کا کیا ہے ہم کچھ بھی چاٹ سکتے ہیں"۔

"اللہ اپنا رحم کرے.... اس بت کو چھوڑ کر ہم چاٹنے کی بات سے کہہ رہے ہیں.... پہلے اس کا حدود اربعہ معلوم کر لیں"۔

"ہاں! ٹھیک رہے گا"۔

"مسٹر بت.... آپ کا نام کیا ہے"۔ فاروق نے کہا۔

"نام کی بھی ایک ہی کہی.... بھلا بتوں کے بھی نام ہوتے ہیں"۔

"لو اور سنو.... بتوں کے نام کیوں نہیں ہو سکتے.... مکے کے مشرک بتوں کو پوجتے تھے.... ان کے باقاعدہ نام تھے.... مثلاً لات.... عزیٰ.... ہبل وغیرہ"۔

"یہلات کیسا نام ہے"۔ مکھن نے حیران ہو کر کہا۔

"حد ہو گئی.... بس لات جیسا ہے.... اور کیسا ہے"۔

"ہم بت سے بات کر رہے تھے"۔

"ہاں تو بت بھائی"۔ آفتاب نے کہنا شروع کیا۔

"پاگل ہوئے ہو.... بت کو بھائی کہ رہے ہو"۔

"اوہ سوری.... ہاں تو جناب بت.... آپ کون ہیں اور اس جنگل میں کیا کر رہے ہیں"۔

"حفاظت"۔ اس کے منہ سے نکلا۔

"حفاظت.... لیکن کس چیز کی حفاظت.... کیا اس جنگل کی"۔

"نہیں.... اس راستے کی جس سے تم لوگ آ رہے ہو"۔

"ہم سمجھے نہیں"۔

"تم لوگ جہاں تک آ گئے.... آ گئے.... اس سے آگے نہیں جا سکتے"۔

"یہ کیا بات ہوئی؟"

"بات اس وقت سمجھ میں آئے گی جب تم لوگ آگے بڑھو گے"۔

"تو پھر میں آگے بڑھ رہا ہوں"۔ فاروق نے منہ بنایا۔

"منہ کی کھاؤ گے"۔

"لیکن.... اس قدر بامحاورہ اردو.... یار تم کیسے بت ہو"۔

"میں اردو دان بھی ہوں.... انگریزی دان بھی.... بلکہ کوئی جس زبان میں بات کرے گا' میں بھی اسی زبان میں بات کروں گا"۔

"بھئی واہ! پھر تو تم بت کام کے بت ہو.... ہم تمہیں اپنے ساتھ اپنے ملک لے جائیں گے.... تم واپسی تک یہیں ٹھہرنا"۔ فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"دماغ تو نہیں چل گیا"۔ آفتاب نے حیران ہو کر کہا۔

"کک.... کیوں.... کیا ہوا؟" فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

"بھئی ہم کیا اسی راستے سے واپس آئیں گے"۔

"کچھ کہا نہیں جا سکتا.... بہرحال اگر اس راستے سے واپس آئے تو ساتھ لے چلیں گے"۔

"اور میں کہ رہا ہوں.... تم لوگ اس جگہ سے آگے جا ہی نہیں سکو گے"۔

"آخر کیسے.... تم صرف ایک بت ہو.... ہو سکتا ہے.... تم ٹ قسم کے بت ہو.... لیکن ہم اس جگہ سے کافی دور سے آگے ن جائیں گے"۔

"یہ خام خیالی ہے تمہاری.... نہیں نکل سکو گے"۔

"آخر کیوں.... وجہ"۔

"پتا نہیں.... وجہ کیا ہے.... وجہ وہ جانیں.... جنہوں نے مجھے یہاں کھڑا کیا ہے"۔

دیکھو بھائی مذاق نہ کرو.... اچھا چلو.... اتنا بتا دو' اگر ہم اس جگہ سے آگے بڑھیں گے تو تم کیا کرو گے"۔

"تمہارا راستا روک لوں گا"۔

"لڑو گے تو نہیں"۔

"اگر تم لڑو گے تو میں بھی لڑوں گا"۔

"اچھی بات ہے.... ہم بہت آرام سے آگے جا رہے ہیں"۔

"تب میں بہت آرام سے تم لوگوں کو روک لوں گا"۔

"یار یہ تو بہت باتیں بنا رہا ہے.... آؤ.... ذرا دیکھیں"۔

وہ آگے بڑھے اور اس کے پاس سے گزرنے لگے.... فو
اس کے ہاتھ سیدھے ہو گئے اور ان میں سے شعاعیں نکلتی نظ
آئیں.... جو ہاتھوں کی سیدھ میں بہت دور تک چلی گئیں.... ا
اس جگہ سے گزرنے کے لیے نہیں شعاعوں کی حدود کو پار ک
پڑتا.... تب وہ گزر سکتے' وہ بھی اس صورت میں جب یہ سیاہ

روبوٹ حرکت نہ کرتا.... اور اگر وہ حرکت بھی کر سکتا تھا تو پھر ان کے لیے ایسا کرنا بھی ممکن نہیں تھا.... کیونکہ جس طرف وہ بڑھتے اس طرف سے یہ بھی تو بڑھ سکتا تھا۔

"بہت خوب! مان گئے استاد.... تم تو پکے روبوٹ نکلے"۔ فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"ہاہاہا.... تو تم نے مجھے روبوٹ خیال کر لیا"۔

"تو اور کیا خیال کرنا چاہیے تھا"۔

"انسان.... بھئی میں انسان ہوں"۔ وہ ہنسا۔

"یار کیوں مذاق کرتے ہیں.... کانٹوں کی اس وادی میں انسان کہاں"۔

"ہیں! کیا تم انسان نہیں"۔ اس نے چونک کر کہا۔

"ارے واہ! یہ روبوٹ تو حاضر جواب بھی ہے"۔

"پھر وہی روبوٹ.... میں انسان ہوں"۔

"اپنی انسانیت کا ثبوت پیش کرو"۔ محمود نے جھلا کر کہا۔

"آ کر دیکھ لو.... کچھ نہیں کہوں گا"۔

"کک.... کیا واقعی"۔ فاروق نے ڈرے ڈرے انداز میں

"حد ہو گئی"۔ اس نے بھنا کر کہا۔

"ت.... تم دونوں یہیں ٹھہرو.... صرف میں آگے جا کر دیکھتا ہوں.... ایسا نہ ہو شعاعوں سے جلا کر راکھ کر دے اور پھر ہم بھی اس کے ساتھ بت بنے کھڑے نظر آئیں"۔

"تو یہ تمہیں بھی راکھ بنا سکتا ہے"۔

"چلو ہم میں سے ایک ہی بنے گا نا.... تم دونوں واپس چلے جانا.... بڑی پارٹی کو بتا دینا.... میں نے اپنی جان کا نذرانہ اپنے اللہ کو پیش کر دیا.... وہ صبر کر لیں اور اپنا کام جاری رکھیں"۔

"یار اس قدر جذباتی باتیں تو نہ کرو"۔ آفتاب نے اسے گھورا۔

"ان سے کم جذباتی باتیں تلاش کرنے میں دیر لگ جائے گی، لہٰذا انہی سے گزارا کر لو"۔ فاروق مسکرایا اور آگے بڑھ گیا۔

"تو پھر ہم بھی آتے ہیں"۔

"نہیں.... ایک وقت میں تین کا خطرہ لینا درست نہیں.... ایک کیوں نہ خطرہ مول لے کر دیکھے"۔

"اچھی بات ہے"۔ دونوں ایک ساتھ بولے۔

فاروق سیاہ فام کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

"اب بھی اقرار کر لو.... کہ تم ایک روبوٹ ہو"۔

"نزدیک آ کر دیکھ لو"۔

"اچھا بابا.... آ رہا ہوں.... ایک تو تم نے جگہ بھی وہ پسند کی ہے نا"۔ اس نے بھنا کر کہا اور اس کی طرف بڑھتا چلا گیا اور پھر اس کے بالکل نزدیک پہنچ گیا۔

"چچھ.... چھو کر دیکھ لوں"۔ فاروق نے ڈر کر کہا۔

"چچھ چھو کیا ہوتا ہے"۔ اس نے حیران ہو کر کہا۔

"یہ چھو کا بڑا بھائی ہوتا ہے"۔

"تو آ جاؤ چھوٹے بھائی.... مجھے چھو کر دیکھ لو"۔

فاروق اور نزدیک ہوا.... آفتاب اور مکھن کی نظریں اس پر جمی تھیں.... وہ ایک انجانا سا خوف بھی محسوس کر رہے تھے.... جونہی فاروق اور آگے ہوا.... وہ ان کی نظروں سے غائب ہو گیا۔

"ارے! فاروق کہاں گیا"۔

"میری قید میں.... میں ہوں ساتویں کوہ قاف کا جن"۔ اس نے کہا اور پھر اس کا خوفناک قہقہہ گونج اٹھا۔

"ساتویں کوہ قاف کا جن.... یار کیا باتیں کرتے ہو.... کوہ قاف تو صرف ایک ہے.... کوئی دوسرا اور تیسرا بھی نہیں ہے"۔

"تمہاری معلومات ناقص ہیں.... نزدیک آ کر دیکھ لو"۔

"گویا ہم دونوں بھی کوہ قاف پہنچ جائیں"۔

"ہاں! بہت پر لطف جگہ ہے"۔

"آؤ یار چلیں"۔ آفتاب نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"ہائیں ہائیں.... کیا دماغ چل گیا ہے.... بے چارے فاروق بھائی تو پہلے ہی غائب ہو گئے ہیں"۔

"بس تو پھر جہاں وہ غائب' وہاں ہم بھی غائب ہو جاتے ہیں.... اور ہم کیا کر سکتے ہیں"۔ آفتاب بولا۔

"کم از کم میں غائب نہیں ہوں گا.... میں اپنے ساتھیوں کو اس خطرے سے خبردار کروں گا"۔

"اور میں فاروق کے بغیر یہاں کھڑا نہیں رہ سکتا.... بڑی پارٹی کو کیا منہ دکھاؤں گا"۔

"بھئی یہی منہ دکھا دینا.... ان حالات میں دوسرا منہ کہاں سے لائیں گے"۔ مکھن نے منہ بنایا۔

"اپنا منہ سنبھال کر رکھو.... ضرورت پڑی تو یہ دکھا دوں گا"۔ آفتاب نے جل کر کہا۔

"اچھا بھائی جانا ہے تو جاؤ.... میں یہاں ٹھہر کر تمہارے لیے دعا کروں گا.... کیا سمجھے"۔

"خاک! یا پھر یہ کہ تم بزدل ہو"۔

"کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں بتائی آپ نے"۔ اس نے خوش ہو کر کہا۔

"کون سی بات کی طرف اشارہ ہے"۔

"یہ کہ میں بزدل ہوں.... یہ بات تو ہم چاروں بھائیوں کے لیے عام طور پر کہی جاتی ہے"۔

"اچھا.... دماغ نہ چاٹو.... پہلے ہی میں فاروق کے لیے پریشان ہوں"۔

"اور جلد ہی میں آپ دونوں کے لیے پریشان ہوں گا.... یہ بھی تو سوچیں"۔

"مجھے سوچنے کی کیا ضرورت ہے.... یہ سوچنے کا کام بھی تم خود ہی کرتے رہنا"۔

یہ کہ کر وہ اس کے نزدیک پہنچ گیا.... اور اس سے مخاطب ہوا۔

"ہاں تو اب مجھے کیا کرنا ہے"۔

"اور نزدیک آ کر مجھے چھو کر دیکھو لو.... میں انسان ہوں یا [illegible]"۔

"اور میرا ساتھی کہاں ہے"۔

"بتایا تو ہے.... وہ تو پہنچ گیا کوہ قاف.... وہ بھی ساتواں"۔

"یہ ساتواں کوہ قاف کہیں آپ کے دادا جان کی جاگیر تو نہیں"۔ آفتاب نے جھلا کر کہا۔

"آگے آنا ہے تو آؤ.... ورنہ"۔ وہ غرایا۔

"ورنہ کیا"۔ اس نے ڈر کر کہا۔

"میں خود تمہیں آگے کھینچ سکتا ہو"۔

"اچھا.... ذرا کھینچ کر دکھانا تو"۔ آفتاب نے کہا۔

اور پھر نہ جانے کیا ہوا.... وہ اس کی طرف کھنچتا چلا گیا اور ساتھ ہی مکھن نے اسے غائب ہوتے دیکھا۔

اب تو اس کی سٹی گم ہو گئی.... ساتھ ہی اس کا ہاتھ جیب میں رینگ گیا۔

○☆○

روبوٹ کا مقابلہ

ان کی نظریں اس سیاہ فام پر جم گئیں۔

"یہ.... یہ کیا چیز ہے"۔ خان رحمان ہکلائے۔

"میرے خیال میں یہ روبوٹ ہے.... اور ہمیں اس جگہ سے آگے نہیں جانے دے گا"۔ پروفیسر داؤد نے کہا۔

"گویا.... اس طرف تجربہ گاہ کا راستا روکنے کے لیے اس کو کھڑا کیا گیا ہے"۔ شوکی بولا۔

"ہاں! اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے"۔ آصف نے کہا۔

"کچھ نہیں.... کچھ کہنے کی ضرورت بھی کیا ہے"۔ فرزانہ مسکرائی۔

"میں آگے بڑھ کر اس کو دیکھتا ہوں"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"نہیں جمشید.... مجھے ڈر لگ رہا ہے"۔ پروفیسر داؤد بولے۔

"آپ کو اور ڈر لگ رہا ہے"۔

"ہاں! یہ خطرناک ثابت ہو سکتا ہے"۔

"اوہو.... وہ میں کیا دیکھ رہا ہوں.... پروفیسر صاحب.... اب میں کچھ آگے بڑھے بغیر نہیں رہ سکتا"۔

"کک.... کیا دیکھ رہے ہو"۔ انہوں نے گھبرا کر کہا۔

"بس دیکھتے جائیں"۔ یہ کہ کر انہوں نے قدم آگے بڑھا دیا۔

"مطلب یہ کہ تیل دیکھیں.... تیل کی دھار دیکھیں"۔

"یار کیوں مذاق کرتے ہو.... یہاں تیل کہاں.... تیل کی دھار کہاں"۔

"ایسا لگتا ہے جیسے پرانے زمانے کے لوگ بس یہی کام کرتے رہتے تھے"۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ تیل دیکھتے رہتے تھے یا پھر تیل کی دھار"۔

"ادھر ادھر کی.... اوہو.... یہ اباجان کو کیا ہو گیا ہے.... وہ اس بت کے سامنے بت بن کر کیوں کھڑے ہو گئے ہیں"۔

"کک.... کیا ہوا اباجان"۔

"آفتاب کا رومال.... اے مسٹر.... یہ رومال والا بچہ کہاں ہے"۔ اب انہوں نے سیاہ فام کو گھورا۔

"مجھے کیا پتا"۔ اس کے منہ سے نکلا۔

"ارے باپ رے.... یہ تو بولتا بھی ہے"۔ فرحت نے گھبرا کر کہا۔

"تو تمہارا کیا خیال ہے.... یہ صرف کاٹتا ہے"۔ رفعت نے منہ بنایا۔

"بھئی اب تم اسے بے چارے کو کتا نہ کہو.... برا مان جائے گا"۔ فرزانہ بولی۔

"اس قدر سیاہ فام تو ہے.... برا کس طرح مانے گا"۔ آصف نے فرزانہ کو گھورا۔

"پتا نہیں.... یہ تو یہی بتائے گا کہ یہ برا مان سکتا ہے یا نہیں"۔

"بالکل مان سکتا ہوں.... برا ماننا بھی کوئی مشکل کام ہے"۔ سیاہ فام ہنسا۔

"ہائیں.... یہ تو ہنس بھی سکتا ہے"۔

"تب تو اس کے نزدیک جا کر اس سے دو دو باتیں کی جا سکتی ہیں.... کیوں بھئی کیا خیال ہے"۔

"دو دو کیا چار چار کر لیں"۔

"یہ حضرت تو حاتم طائی کی قبر پر لات مار رہے ہیں"۔

"نہ بھئی بری بات ہے.... قبروں پر لات نہیں مارا کرتے"۔

"رومال کا اس جگہ موجود ہونا ثبوت ہے اس بات کا کہ وہ تینوں اس سیاہ فام تک آئے تھے.... اب وہ کہاں ہیں.... یہ ہمیں معلوم کرنا ہوگا"۔

"نزدیک آجائیں.... بتا دیتا ہوں"۔

"نزدیک آجاؤ.... لیکن تمہاری آواز تو میں یہاں بھی سن رہا ہوں"۔

"نزدیک آنے کی بات اور ہے"۔

"خبردار جمشید یہ روبوٹ ہے"۔ پروفیسر داؤد چلائے۔

انسپکٹر جمشید ٹھٹک کر رک گئے۔

"یہی میرا خیال تھا.... مسٹر روبوٹ اب بتاؤ.... ہمارے تین ساتھی کہاں ہیں"۔

"میرے قدموں میں"۔ وہ ہنسا۔

"کیا کہا.... قدموں میں"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا اور بے تحاشا اس کی طرف بڑھے۔

"اب کیوں آگے آرہے ہو"۔ روبوٹ بولا۔

"جمشید رک جاؤ.... میں خطرہ محسوس کر رہا ہوں"۔

انسپکٹر جمشید رک گئے اور اس کی طرف مڑے۔

"تب پھر ہم کیا کریں"۔

"روبوٹ کا مقابلہ.... پہلے ہم اس سے نبٹیں گے"۔

"مجھ سے نبٹیں گے.... اور آپ لوگ.... شاید دماغ کنٹرول میں نہیں ہیں آپ لوگوں کے"۔

"اوہو.... اس قدر پتے کی بات مسٹر روبوٹ تم نے کس طرح بتا دی"۔ آصف نے خوش ہو کر کہا۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"ہمارے دماغ واقعی کنٹرول میں نہیں ہیں"۔ آصف مسکرایا۔

"تو اور کس چیز میں ہیں"۔ خان رحمان نے جھلا کر کہا۔

"کھوپڑیوں میں"۔ آصف نے معصومانہ انداز میں کہا۔

"یار اب فاروق ہمارے درمیان نہیں ہے تو تم اس کی جگہ لینے پر تل گئے ہو"۔ محمود نے جل کر کہا۔

"تو کیا تمہارا ارادہ تھا"۔ آصف نے لہجے میں حیرت تھی۔

"کس بات کا ارادہ؟" خان رحمان نے پوچھا۔

"فاروق کی جگہ لینے کا"۔

"اوہو.... یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں"۔

انہوں نے انسپکٹر جمشید کی آواز سنی.... نظریں جو ان کی

طرف اٹھائیں تو وہ نظر نہ آئے۔

"اباجان.... آپ کہاں ہیں"۔ محمود نے چلا کر کہا۔

لیکن ان کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔

"اے مسٹر.... ہمارے ساتھی کہاں ہیں"۔

"میرے قدموں میں"۔

"وہ تو تم پہلے تین کے بارے میں کہ رہے تھے"۔

"اب پہلے چار کے بارے میں کہ رہا ہوں"۔ اس نے جھلا کر کہا۔

ان حالات میں بھی انہیں ہنسی آ گئی.... لیکن پھر فوراً ہی اپنے چار ساتھیوں کا خیال آتے ہی ان کی ہنسی کا گلا گھٹ گیا۔

"میں دیکھتا ہوں.... وہ کہاں ہیں.... ضرور اس کے نیچے ہیں"۔

یہ کہہ کر انسپکٹر کامران مرزا قدرے چکر کاٹ کر اس کی پشت کی طرف جانے لگے لیکن جونہی وہ اس کے پہلو کی سیدھ میں سے گزرنے لگے.... اس کے بازو مشینی انداز میں اٹھ گئے.... اور ان میں سے شعاعیں نکلیں.... وہ ٹھٹک کر رک گئے۔

"واپس لوٹ آؤ کامران مرزا.... ہم اس سے مقابلہ کریں گے.... پھر آگے بڑھیں گے"۔ پروفیسر داؤد بولے۔

"سوری.... میں واپس نہیں آ سکتا"۔

"لیکن اباجان.... یہ شعاعیں آپ کو جلا بھی سکتی ہیں"۔

"نہیں جلائیں گی.... ان جھاڑیوں کو ان شعاعوں نے کیوں نہیں جلایا"۔

"بہت چالاک ہو.... لیکن اب میرے ہاتھوں سے جو شعاعیں نکلیں گی.... وہ جلا کر راکھ کرنے والی ہوں گی.... آگے بڑھ کر دیکھو"۔

"نہیں کامران مرزا.... میں اس کا مشورہ نہیں دوں گا"۔

"آپ دیکھ نہیں رہے.... انسپکٹر جمشید ہمیں کہیں بھی نظر نہیں آ رہے.... آخر وہ کہاں ہیں"۔

"کوہ قاف میں.... وہ بھی ساتویں"۔ سیاہ فام نے کہا۔

"ساتویں کوہ قاف میں تو سندباد کے ساتویں سفر میں ہی جا سکیں گے"۔ شوکی نے برا سا منہ بنایا۔

"پہلے ہم اس کا مقابلہ کریں گے.... اگر اس کو شکست نہ دے سکے تو پھر اس کے حکم کے مطابق وہاں چلے جائیں گے.... جہاں ہمارے ساتھی گئے ہیں"۔

"اچھی بات ہے.... آپ کہتے ہیں تو میں لوٹ آتا ہوں.... ویسے میرا دل نہیں چاہ رہا تھا واپس آنے کو"۔

"مصلحت کا تقاضا یہی ہے"۔ پروفیسر صاحب مسکرائے۔
اور اپنے بیگ میں سے کچھ نکالنے لگے.... ادھر منور علی
خان اپنے بیگ میں ہاتھ ڈال چکے تھے۔

"میں تم لوگوں کو خبردار کرتا ہوں.... مجھ پر اگر حملہ کیا گیا تو
اس کا نقصان تم لوگوں کو ہی ہو گا.... میرا بال بھی بیکا نہیں ہو گا"۔

"حیرت ہے.... تمہارے تو بال ہیں ہی نہیں .... بیکے کیا ہوں
گے"۔

"اور پھر اس قدر بامحاورہ اردو اور ایک روبوٹ"۔

"میں روبوٹ ہوں ذرا اور قسم کا"۔

"لگتا تو یہی ہے.... خیر.... بہت روبوٹ دیکھے ہیں ہم نے....
تمہیں بھی دیکھ لیں گے.... تم بھی کیا یاد کرو گے"۔ محمود نے جلدی
جلدی کہا۔

"یار کیا کہہ رہے ہو.... روبوٹ اور ہمیں یاد کرے گا"۔
آصف نے بوکھلا کر کہا۔

"تم نے سنا نہیں.... یہ روبوٹ ہے ذرا اور قسم کا"۔

"اچھا بھائی.... مان گئے.... پروفیسر صاحب.... اب اس کی
دھمکی کے بعد آپ کیا کریں گے"۔

یہ کہہ کر انہوں نے جھک کر ایک کنکر اٹھا لیا.... اور روبوٹ

کو دے مارا.... فوراً ہی روبوٹ سرخ ہو گیا اور کنکر پلٹ کے ان
کے سینے پر لگا.... ان کے منہ سے ایک چیخ نکل گئی۔

"ارے باپ رے.... اگر میں نے ذرا بڑا کنکر مارا ہوتا اور
پوری قوت سے مارا ہوتا تو اس وقت میرا کیا بنتا"۔

"جی! یہ تو خیر ہم نہیں بتا سکتے کہ آپ کا کیا بنتا.... ہمارا
بہت کچھ بگڑ جاتا"۔ شوکی نے مسکرا کر کہا۔

"ٹھیک کہتے ہو"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"اب آپ کیا کریں گے"۔

"مقابلہ.... اس سے مقابلہ صرف میں کروں گا"۔

"ارے باپ رے.... آپ روبوٹ سے مقابلہ کریں گے"۔

"ہاں کرنا ہی ہو گا ورنہ یہ ہمیں آگے نہیں جانے دے گا"۔
انہوں نے کہا۔

"تب پھر آپ ہمیں مقابلہ کرنے دیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا
بولے۔

"تم لوگ مقابلہ نہیں کر سکو گے.... دیکھا نہیں.... انسپکٹر
جمشید غائب ہو چکے ہیں"۔ وہ بولے۔

"تو کیا ہوا انکل.... زیادہ سے زیادہ یہی ہو گا نا کہ ہم بھی
غائب ہو جائیں گے"۔ آصف بولا۔

"لیکن میں نہیں چاہتا کہ ہم میں سے ایک بھی غائب ہو"۔
وہ بولے۔

"جیسے آپ کی مرضی"۔ خان رحمان نے کندھے اچکائے۔

اور پھر پروفیسر داؤد آگے بڑھے.... ان کے ہاتھ میں ایک
عجیب سا پستول تھا.... انہوں نے روبوٹ کی آنکھ کا نشانہ لیا۔

"ایک منٹ پروفیسر صاحب.... آپ کا نشانہ اس قدر پختہ
نہیں ہو سکتا.... جتنا کہ میرا.... لہٰذا اس پستول سے فائر آپ ہم سے
کیوں کسی سے نہیں کرا لیتے"۔

"تم اس پستول سے نشانہ نہیں لے سکو گے.... جب کہ
میرے لیے یہ کام مشکل نہیں ہے"۔

"آخر کیسے؟"

"اس پستول کے ذریعے نشانہ لینا میرے لیے بہت آسان ہے
اور تمہارے لیے بہت مشکل"۔

"نن نہیں"۔ ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"ایک منٹ کیا آپ جانتے ہیں.... آپ کیا کر رہے ہیں۔
یہ گولی واپس آ کر آپ کو لگے گی"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"اور پھر بھی آپ فائر کر رہے ہیں"۔

"اور میں کیا کر سکتا ہوں"۔

"جیسے آپ کی مرضی.... ہم آپ پر صورت حال واضح کر
چکے ہیں"۔

"ہاں بالکل.... اور میں جو کچھ کر رہا ہوں.... اس کی ذمے
داری مجھ پر ہی ہو گی"۔ انہوں نے مسکرا کر کہا اور پھر اس پستول کا
ٹریگر دبا دیا۔

اس میں سے دھواں سا نکلا.... اور تیر کی طرح روبوٹ کی
طرف گیا.... جونہی دھواں اس سے مس ہوا روبوٹ اپنی جگہ سے
لڑکھڑا گیا اور اوندھے منہ گرا۔

"حیرت ہے.... یہ دھواں تھا یا توپ کا گولا"۔ خان رحمان
بڑبڑائے۔

"لیکن ابھی ہم آگے نہیں بڑھیں گے"۔ پروفیسر داؤد
مسکرائے۔

"تو پھر"۔

"ہو سکتا ہے.... دھوئیں نے اپنا کام پوری طرح نہ کیا ہو اور
اس کا کچھ نہ بگڑا ہو.... ایسی صورت میں یہ دوبارہ اٹھے گا"۔

"اوہ!" ان کی نظریں روبوٹ پر جم گئیں.... لیکن اس میں
حرکت کے آثار نظر نہ آئے۔

"میرا خیال ہے.... یہ اب نہیں اٹھے گا"۔

"میں پہلے ایک کا تجربہ کرنا چاہتا تھا۔"

"خیر.... اب تو آپ واپس جا کر ہی بنا سکیں گے.... دوران سفر تو یہ بن نہیں سکے گا۔"

"ہاں! یہی بات ہے۔"

"تو وہ چیزیں بھی اس پستول میں نہیں بھری جا سکتیں۔"

"نہیں.... یہ بالکل سیل کر دیا جاتا ہے۔"

"خیر چھوڑیں.... مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی۔"

اور پھر انہوں نے روبوٹ کو اٹھتے دیکھا.... انہیں یوں لگا جیسے.... وہ اندھا ہو چکا ہے.... پہلے تو اس کی آنکھیں روشن تھیں.... اب بجھی ہوئی نظر آئیں۔

"بب.... بے چارہ اندھا ہو گیا ہے۔" آصف بولا۔

"روبوٹ کو بے چارہ کہہ رہے ہو۔"

"بچو.... اب یہ ہماری طرف بڑھ رہا ہے۔"

"ان جھاڑیوں میں بچنا اتنا آسان نہیں ہے۔"

"اور ہاں واقعی! ہم ادھر ادھر چھلانگیں بھی تو نہیں لگا سکتے۔" خان رحمان نے گھبرا کر کہا۔

"تب پھر روبوٹ سے صلح کر لیتے ہیں.... مسٹر روبوٹ صلح کا مطلب جانتے ہو۔"

"ہمیں ایک منٹ اور انتظار کرنا ہے۔" وہ بولے۔

"تو آپ اس پر ایک فائر کیوں نہیں کر دیتے۔"

"افسوس! اس پستول سے صرف ایک بار ہی فائر کیا جا سکتا ہے.... دوسرے الفاظ میں اب یہ بالکل بے کار ہے۔"

"حیرت ہے.... ایسا پستول تو آج تک دیکھا نہ سنا۔" خان رحمان بولے۔

"اب دیکھ بھی رہے ہو اور سن بھی.... پھر بھی کہہ رہے ہو دیکھا نہ سنا۔" انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"میرا مطلب تھا.... اس سے پہلے۔"

"یہ میری اپنی ایجاد ہے.... لہٰذا کوئی کس طرح دیکھ اور سن سکتا تھا۔"

"تو پھر آپ نے اسے دو تین فائر کرنے کے قابل کیوں نہ بنایا۔"

"کوشش کی تھی.... لیکن اس دھوئیں کی اس سے زیادہ مقدار اس سے خارج نہیں ہو سکتی.... ٹریگر دبانے کے فوراً بعد اندر ایک عمل ہوتا ہے.... جس سے وہ دھواں بنتا ہے.... اور دھواں باہر نکل آتا ہے۔"

"تب آپ ایسے کئی پستول بناتے۔"

"ہاں! لیکن جنگ تو تم نے شروع کی تھی.... میں

نہیں"۔ روبوٹ نے کہا۔

"اچھا ہم اپنی ہار مانتے ہیں.... آپ کیا چاہتے ہیں"۔

"میرے پاس آ جاؤ"۔

"تاکہ ہم بھی غائب ہو جائیں"۔

"غائب تو تم لوگوں کو ہونا ہی پڑے گا اس لیے کہ ا

جھاڑیوں میں بھاگنے دوڑنے کی جگہ نہیں ہے.... مطلب یہ کہ

تجربہ گاہ تک نہیں پہنچ سکو گے.... اس تک پہنچنے کے امکانات

جائزہ پہلے ہی لے لیا گیا ہے.... اور یہ امکان ختم کر دیا گیا ہے"۔

"گویا ہیڈ کوارٹر اس تجربہ گاہ کے نیچے ہی ہے"۔

"یہ بات مجھے نہیں معلوم کہ یہ انتظامات کس لیے کیے

ہیں.... ہدایات یہ ہیں کہ تجربہ گاہ تک کوئی نہ پہنچ سکے.... بلکہ

کی گرد کو بھی نہ پہنچ پائے"۔

"ہاں گئے.... آپ کی اردو بہت اچھی ہے.... اچھا ہم وا

تو جا سکتے ہیں"۔

"واپسی کے راستے بھی آپ کے لیے بند ہیں.... اس

پر اب حکومت کا قبضہ ہے اور اس جنگل کے چاروں طرف

مقرر کر دیا گیا ہے.... تاکہ تم لوگ کسی طرف سے بھی فرار

سکو"۔

"گویا یہ خاص انتظامات صرف ہمارے لیے کیے گئے ہیں"۔

"تو اور کس کے لیے کیے گئے ہیں"۔

"اس کا یہ بھی مطلب ہے کہ ان لوگوں کو معلوم تھا.... کہ

آخر کار ہم سمندر روز ہیڈ کوارٹر سے نکل جائیں گے"۔

"یہ بات میرے دماغ میں نہیں ہے.... میں نے تو امکانات کو

ختم کر دیا ہے"۔

"اچھی بات ہے.... ہمارے چار ساتھی کہاں ہیں"۔

"ان کے پاس ہی تو باقی سب کو بھیجنا چاہتا ہوں.... ویسے وہ

جگہ اس سے بہت اچھی ہے"۔

"ہو گی کوئی وادی.... پہاڑوں سے گھری وادی.... جس سے

نکلنا ناممکن ہو گا"۔

"نہیں! یہ جگہ آپ کی امیدوں کے بالکل خلاف ثابت ہو

گی"۔

"اوہ ہاں! واقعی! ہم ادھر ادھر چھلانگیں بھی تو نہیں لگا

سکتے"۔ خان رحمان نے گھبرا کر کہا۔

"چلو بھئی.... ذرا اس نئی جگہ کو دیکھ لیں"۔

عین اس لمحے منور علی خان کی رسی گھومنے لگی۔

"....ارے ارے یہ.... یہ کیا"۔ وہ حیران رہ گئے۔

"پہلے میں اپنی رسی کو آزماؤں گا"۔

"کیا مطلب.... کیا آپ اپنے آنکڑے سے اس پر وار کریں
گے.... اس طرح تو آنکڑا واپس پلٹ کر آپ کے سر کو پاش پاش کر
دے گا"۔

"نہیں.... یہ گولائی میں گھوم رہا ہے.... پروفیسر صاحب....
آپ کیا کہتے ہیں.... آنکڑا گولائی میں گھوم رہا ہے"۔

"جیسا کہ اس روبوٹ پر جس رخ سے حملہ کیا جائے گا....
یہ اسی سمت میں اس حملے کو لوٹائے گا.... اب یہ چیز گولائی میں
ہے.... میں نہیں جانتا.... روبوٹ اس کو کس طرح وصول کر
ہے"۔

"ہم سب بالکل نیچے ہو جاتے ہیں.... یہ رسی قدرے اوپر
لیں.... اس طرح اگر یہ آنکڑا واپس پلٹا تو کم از کم ہم میں سے کسی
کو نقصان تو نہیں پہنچے گا"۔

"ہاں یہ ٹھیک رہے گا.... خود میں بھی یہ رسی چھوڑتے
بیٹھ جاؤں گا"۔

انہوں نے ایسا ہی کیا.... پہلے تو رسی گھماتے رہے، جب ر
کے گھومنے میں بہت زیادہ تیزی آ گئی تو پھر انہوں نے سب

اشارہ کیا.... سب کے سب بالکل زمین سے لگ گئے.... اگرچہ اس
طرح بہت سے کانٹے ان کا مزاج پوچھ گئے.... ادھر ان کے بیٹھتے ہی
منور علی خان نے رسی کو روبوٹ کے گرد کسنے کے لیے ایک جھٹکا
دیا.... ساتھ ہی وہ بھی نیچے گر گئے.... سر اوپر اٹھایا تو.... ان سب
نے روبوٹ کی طرف دیکھا.... رسی اس کے گرد کستی جا رہی تھی....
ابھی آنکڑا اس کے جسم سے نہیں ٹکرایا تھا.... جونہی آنکڑا اس کے
جسم سے ٹکرایا.... وہ اس سے الگ ہو کر پوری قوت سے گولائی
میں چکر کھاتا آسمان کی طرف گیا۔

ان سب کی نظریں آسمان کی طرف جم کر رہ گئیں.... اور پھر
آنکڑا واپس بھی اسی طرح گولائی میں گھومتا ہوا واپس آتا نظر آیا....
یہاں تک کہ وہ ان کے پاس گر گیا۔

"اب انہوں نے روبوٹ کو دیکھا.... رسی اس کے جسم پر
نہیں تھی.... شاید وہ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر گئی تھی۔

"یار منور علی خان.... تمہارا وار تو گیا خالی.... فاروق، آفتاب
اور مکھن کے ساتھ انسپکٹر جمشید ہو گئے غائب.... اب ہم کریں تو
کیا"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"ہم.... اس روبوٹ کا ستیاناس کریں گے.... تاکہ آگے بڑھ
سکیں"۔ خان رحمان نے جھلا کر کہا۔

"کیا اپنے چار ساتھیوں کو چھوڑ کر"۔ وہ بولے۔

"ہاں! اس لیے کہ ہم ان چار کے لیے اپنا مشن نہیں روک سکتے"۔ پروفیسر بولے۔

"لیکن ہم ان تک پہنچ تو سکتے ہیں.... اور اس کی اجازت یہ مسٹر روبوٹ ہمیں دے رہے ہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"اس طرح ہم سب پھنس سکتے ہیں"۔ منور علی خان بولے۔

"پہلے ہم روبوٹ سے دو دو باتیں کر لیتے ہیں"۔ یہ کہ کر انسپکٹر کامران مرزا روبوٹ کی طرف بڑھے۔

"تم ہمیں آگے نہیں جانے دے رہے.... جب کہ ہمیں ہر حال میں آگے جانا ہے.... ہم آگے جانے میں کامیاب ہوتے ہیں یا نہیں.... تم یہ بتا دو.... ہمارے ساتھی کہاں ہیں"۔

"میرے قدموں میں"۔ وہ ہنسا۔

"اچھی بات ہے.... میں آ رہا ہوں.... اب یا تو میں ان سے جا ملوں گا.... یا تمہیں اٹھا کر پھینک دوں گا"۔ انہوں نے غرا کر کہا۔

"ضرور.... کیوں نہیں.... آؤ آؤ.... اگر تم مجھے اٹھا کر پھینک سکے تو یہ تمہاری بہت بڑی فتح ہو گی"۔ روبوٹ نے کہا۔

انسپکٹر کامران مرزا اس کی طرف قدم اٹھانے لگے۔

"اس کا مطلب ہے.... ہم سب کو بھی آپ کے پیچھے آنا پڑے گا"۔

"نہیں.... یہ ضروری نہیں.... آپ لوگ آزاد ہیں.... جو جی میں آئے کیجئے گا.... میں کوئی شکایت زبان پر نہیں لاؤں گا.... اچھا خدا حافظ"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ تیزی سے روبوٹ کی طرف لپکے.... نزدیک پہنچتے ہی انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ.... نیچے جھک گئے.... ان کا ارادہ روبوٹ کو اٹھا کر پھینک دینے کا تھا.... لیکن جونہی وہ نیچے جھکے.... انہوں نے اپنے پیروں کے نیچے سے زمین سرکتی محسوس کی.... وہ اپنی جگہ سے تیزی سے اچھلے.... اور تقریباً ہوا میں اڑتے ہوئے پہلے کافی بلندی تک گئے اور پھر اپنے ساتھیوں کے قریب دھڑام سے گرے۔

"ارے! انکل آپ کو کوئی چھوٹ تو نہیں آئی"۔ شوکی چلا اٹھا۔

"چوٹ تو نہیں آئی.... لیکن چوٹ کھائی ضرور ہے"۔ وہ مسکرائے۔

ان سب پر سکتے کی حالت طاری ہو گئی تھی.... پھر سب ایک

دوسرے کو دیکھنے لگے.... جیسے پوچھ رہے ہوں.... اب کیا کریں"۔

"ہمیں اس کے جال میں نہیں آنا چاہیے.... اس سے آگے نکلنا چاہیے.... ورنہ ہم سب کے سب پھنس جائیں گے"۔ محمود نے جلدی جلدی کہا۔

"بالکل ٹھیک.... میرا بھی یہی مشورہ ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"لیکن اس کے ہاتھوں سے شعاعیں نکلتی ہیں"۔

"دیکھا جائے گا"۔

ان سب نے ایک چکر کاٹا اور اس کی سیدھ میں آگے نکل جانے کی کوشش کی، لیکن جونہی وہ اس کی سیدھ میں پہنچے.... اس کے دونوں ہاتھ اوپر اٹھ گئے اور ان سے شعاعیں نکلنے لگیں.... وہ یک دم پیچھے ہٹ گئے.... شعاعیں رک گئیں.... پھر آگے بڑھے.... شعاعیں پھر نکلنے لگیں۔

"میں ایک تجربہ کرنا چاہتا ہوں"۔ ایسے میں محمود نے کہا۔

"اور وہ کیا"۔ سب ایک ساتھ بولے۔

"بس دیکھتے جائیں"۔

یہ کہ کر وہ پیچھے ہٹنے لگا.... کافی دور ہٹنے کے بعد وہ بلا کی رفتار سے دوڑتا ہوا آگے آیا.... جس جگہ وہ سب رکنے پر مجبور

ہو جاتے تھے، اس جگہ وہ یک لخت رکا اور پھر اس نے اونچی چھلانگ لگائی.... عین اس وقت جب اس نے چھلانگ لگائی.... روبوٹ کے دونوں بازو سیدھے ہو گئے.... اور ان سے شعاعیں نکلیں لیکن محمود اونچی چھلانگ کی وجہ سے ان شعاعوں کے اوپر سے گزر گیا۔

"بہت خوب محمود.... یہ کام دکھایا ہے تم نے"۔ منور علی خان بولے۔

"واقعی.... بہت خوب کام دکھایا ہے۔ اب باقی لوگ بھی اسی طرح دوسری طرف جائیں گے.... کاش.... جمشید نے جلدی نہ کی ہوتی"۔ پروفیسر داؤد حسرت زدہ لہجے میں بولے۔

"کوئی پروا نہ کریں.... زندگی رہی تو ہمارے ساتھ مل جائیں گے"۔ خان رحمان بولے۔

"کیا اب میں اس طرف جاؤں"۔ آصف بولا۔

"ہاں ضرور.... اب یہی تو کرنا ہوگا"۔

آصف نے بھی محمود کے طریقے سے اس لائن کو پار کر لیا.... شعاعیں خالی گئیں.... اس طرح ایک ایک کر کے وہ سب دوسری طرف پہنچ گئے.... لیکن آخر میں پروفیسر داؤد رہ گئے۔

"یہ کیا.... ہم نے یہ تو سوچا ہی نہیں کہ پروفیسر انکل تو اتنی اونچی چھلانگ نہیں لگا سکیں گے"۔ محمود نے گھبرا کر کہا۔

"ارے باپ رے..... اب..... اب کیا ہو گا"۔ خان رحمان بولے۔

وہ سب سناٹے میں آ گئے..... سب ایک طرف کھڑے تھے اور پروفیسر داؤد اکیلے دوسری طرف کھڑے تھے۔

عجیب لمحات تھے۔

○☆○

احمق ہو تم

"ہائیں..... یہ ہم کہاں پہنچ گئے..... فاروق نے اپنے چاروں طرف دیکھا۔

"شاید ایک دوسری وادی میں' نہ جانے یہ وادیاں ہمارے ہی مقدر میں کیوں لکھی گئی ہیں"۔ آفتاب نے منہ بنایا۔

"لیکن وادی ہے بہت خوبصورت"۔ مکھن نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

ان کے چاروں طرف سبزہ ہی سبزہ تھا..... ہرے ہرے درخت ہی درخت تھے..... پھولوں کے پودے ہی پودے تھے۔

"یار..... یہ تو جنت لگتی ہے"۔ فاروق نے چونک کر کہا۔

"ہاں واقعی..... یہ مقام جنت سے کسی طرح کم نظر نہیں آتا"۔ آفتاب نے کہا۔

"اوہو..... کہیں یہ سچ مچ کی جنت تو نہیں ہے"۔ مکھن بولا۔

"کیا!!!" آفتاب چلا اٹھا۔

"اس کا مطلب ہے..... ہم مر چکے ہیں"۔

"اگر واقعی جنت ہے تو..... لیکن اگر یہ واقعی جنت نہیں ہے تو پھر ہم نہیں مرے"۔

"ابھی ابھی تو ہم اس روبوٹ کے بچے کے قدموں کے قریب پہنچے تھے اور پھر ہمیں یوں محسوس ہوا تھا جیسے بے تحاشا گہرائی میں گرتے چلے جا رہے ہوں"۔

"ہاں! میں نے بھی یہی محسوس کیا تھا..... لیکن گہرائی قدرے ترچھی تھی"۔ مکھن بولا۔

"اس سے ہمیں کیا فرق پڑتا ہے..... کہ وہ ترچھی تھی یا عمودی"۔ فاروق نے منہ بنایا۔

"میرے خیال تو پڑ بھی سکتا ہے"۔

"اچھا پڑ سکتا ہو گا..... سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں"۔

"یہاں عیش کرنے کے سوا اور کیا بھی کیا جا سکتا ہے..... پھلوں سے لدے درخت..... میٹھے چشمے..... آبشاریں..... مطلب یہ کہ پھل کھاؤ..... پانی پیو..... نہاؤ..... کھیلو کودو..... دوڑو، بھاگو"۔

"احمق ہو تم"۔ فاروق نے جل کر کہا۔

"تم نے مجھے احمق کہا"۔ آفتاب چلا اٹھا۔

"ہاں کہا..... رات کو ہم کیا کریں گے..... کہاں سوئیں گے.....

میرا خیال ہے اس قدر زبردست سبزہ زار میں رات کو زبردست سردی ہوتی ہو گی..... اس وقت تمہاری یہ عیش کہاں جائے گی"۔

"اس وقت عیش اکڑی ہوئی لاشوں میں تبدیل ہو جائے گی اور بس"۔ آفتاب مسکرایا۔

"ٹھیک ہے..... لیکن اپنے ساتھیوں کے بارے میں سوچو..... وہ ہمیں کہاں کہاں نہیں تلاش کرتے پھریں گے..... پاگلوں کی طرح"۔

"ارے باپ رے..... یہ تو بہت خوفناک بات ہے"۔

"حد ہو گئی..... ہم نے ابھی اس وادی کو گھوم پھر کر کب دیکھا ہے..... آخر اس سے نکلنے کا بھی تو کوئی راستا ہو گا..... آسمان نظر آ رہا ہے..... سورج نظر آ رہا ہے کوئی ہم کسی بند جگہ میں تو ہیں نہیں اور پھر..... اس وادی کے چاروں طرف پہاڑ بھی نہیں ہیں..... عمودی پہاڑ..... کہ ہم ان پر چڑھے بغیر اس جگہ سے نکل نہ سکیں"۔

"اگر اس جگہ سے نکلنا اس قدر آسان ہے تو پھر ہمیں یہاں کس لیے گرایا گیا ہے"۔ مکھن بولا۔

"میں نے یہ نہیں کہا کہ آسان ہے..... لیکن ناممکن تو نہیں ہے نا"۔

"تو پھر آؤ..... اس وادی کو گھوم پھر کر دیکھیں۔

وہ اٹھ کھڑے ہوئے.... پھر آفتاب ٹھٹک کر رک گیا۔

"مم.... مگر یار.... ہمیں جس راستے سے گرایا گیا ہے.... وہ
تو یہاں نظر ہی نہیں آ رہا"۔

"اوہ ہاں! اس کو تو ہم بھول ہی گئے"۔

انہوں نے اوپر نظریں دوڑائیں.... کافی اونچائی سے انہیں
ایک پائپ جھکا ہوا نظر آیا.... اس کا صرف جھکا ہوا سرا نظر آ رہا
تھا.... اس سے اگلا حصہ دور درختوں کے درمیان چھپا ہوا تھا۔

"ہم ضرور اس پائپ کے ذریعے گرے ہیں"۔

"حیرت ہے.... ان لوگوں نے بھی ہمارے لیے کہاں کہاں
اور کیا کیا جال بچھائے ہیں.... کیا اس سے یہ بہتر نہیں اگر یہ ہم
یونہی ختم کر دیں"۔

"ختم کرنا ان کے بس میں نہیں ہے نا.... یہ تو اللہ
اختیار میں ہے.... جب وہ کسی کو بچانے پر اتر آتا ہے تو دنیا
کون ہے جو ایسے آدمی کو ہلاک کر سکے"۔

"ارے.... وہ اس طرف کیا ہے"۔ محمود نے چونک کر کہا۔

آفتاب اور فاروق نے اس سمت میں دیکھا اور پھر ان
آنکھیں خوف سے پھیل گئیں.... تین شیر.... بہت بڑے بڑے
ان سے بہت دور تھوڑے سے اونچے اور زمین کے قریباً

درخت پر بیٹھے تھے.... ان کی نظریں اس طرف ہی لگی تھیں.... گویا
انہوں نے ان تینوں کو دیکھ لیا تھا۔

"ان سے بچنے کا بس ایک ہی طریقہ ہے.... اور وہ یہ کہ ہم
کسی اونچے درخت پر چڑھ جائیں"۔ فاروق نے کہا۔

"اور میرا خیال ہے.... اب وہ ہم پر ٹوٹ پڑنے کی تیاری کر
رہے ہیں.... ہمارے پاس وقت بہت کم ہے.... جلدی کرو"۔

تینوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ.... ایک ہی درخت پر تیزی سے
چڑھنے لگے.... ادھر تینوں شیر بلا کی تیزی سے چھلانگیں لگاتے اس
طرف آنے لگے.... جب وہ اس درخت کے نیچے پہنچے تو وہ کافی
اونچائی پر پہنچ چکے تھے.... پھر بھی انہوں نے ان تک پہنچنے کے لیے
چھلانگیں لگانا شروع کر دیں.... اور ناکام ہو جانے کے بعد وہیں
ڈیرے ڈال کر بیٹھ گئے"۔

"ارے باپ رے.... یہ تو یہیں بیٹھ گئے"۔ فاروق نے گھبرا
کر کہا۔

"ہاں! یہ سوچ رہے ہیں.... اپنے شکار کو چھوڑ کر کیوں
جائیں"۔

"اچھے شیرو.... بہادرو.... دلیرو.... خدا کا خوف کرو.... ہم اس
وادی میں تمہارے مہمان ہیں.... مہمانوں کے ساتھ کہیں ایسا

سلوک کیا جاتا ہے"۔ آفتاب نے جلدی جلدی کہا۔

"تم تو ان سے اس طرح مخاطب ہو جیسے یہ تمہاری ایک ایک بات سمجھ رہے ہیں"۔ فاروق ہنسا۔

"وادی دیکھنے سے بھی گئے.... کہاں اس سے باہر نکلنے کی سوچ رہے تھے"۔

اچانک تینوں شیروں نے ایک ساتھ دھاڑنا شروع کر دیا۔

"اے خاموش! کیوں کان کھا رہے ہو.... یہ دھاڑنے کا کون سا موقع ہے بھلا"۔ آفتاب نے چلا کر کہا۔

لیکن شیر اس کی آواز کو کب خاطر میں لاتے.... برابر دھاڑتے رہے۔

"ارے تم لوگوں کا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا"۔ فاروق نے چیخ کر کہا۔

"تم شیروں کو لوگوں کہہ رہے ہو.... دماغ تو تمہارا چل گیا ہے"۔ آفتاب نے منہ بنایا۔

"ان حالات میں دماغ ٹھکانے رہ بھی کیسے سکتا ہے"۔

اور پھر انہوں نے ایک اور خوفناک منظر دیکھا.... کتنے ہی دوڑتے پھلانگتے اس طرف چلے آ رہے تھے۔

"ارے باپ رے.... یہ تو شیروں کی وادی ہے"۔

"چلو اچھا ہے.... بزدلوں کی تو نہیں ہے"۔ آفتاب نے خوش ہو کر کہا۔

"اوہو.... ارے بھائی اصل شیروں کی وادی"۔

"تو کیا ہوا.... میں نیچے جا رہا ہوں.... ان سے مذاکرات کرنے"۔ یہ کہہ کر آفتاب لگا نیچے اترنے کی تیاری کرنے۔

"دماغ تو نہیں چل گیا"۔

"وہ کیا ہوتا ہے"۔ آفتاب بولا۔

"کیا کیا ہوتا ہے"۔

"دماغ کیا ہوتا ہے"۔

"یہ وہ چیز ہے.... جب تک یہ آدمی کے پاس ہوتی ہے.... آدمی بہت بہتر رہتا ہے.... لیکن جب یہ چھن جائے تو پھر اس کا انجام بہت بھیانک ہوتا ہے.... ان شیروں سے زیادہ.... ہمارے دماغوں کا خالی ہو جانا خطرناک ہو گا.... ہمیں ٹھنڈے رہنا چاہیے.... حوصلہ نہیں ہارنا چاہیے"۔

آفتاب کو ایک جھٹکا لگا.... شاید.... وہ واقعی ہوش کھونے لگا تھا.... اتنے بہت سے شیروں کو دیکھ کر وقتی طور پر وہ بوکھلا گیا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں.... فکر نہ کرو"۔ اس نے جلدی سے کہا۔

"اب ہم.... ان شیروں سے کس طرح بچ سکتے ہیں"۔

"ابھی کوئی بات نہیں سوجھ رہی.... فرزانہ، فرحت اور رفعت ہمارے ساتھ ہیں نہیں"۔

"چلو اچھا ہی ہے.... بے چاری ساتھ نہیں ہیں.... ورنہ اس وقت ان کا کیا حال ہوتا"۔

"اور نہ منور علی خان ہیں"۔

"وہ بھی کیا کر لیتے.... اتنے شیروں سے لڑنا کوئی آسان کام نہیں ہے"۔

"گویا ہمارے دشمنوں نے اس بار ہمارے لیے شیروں کی وادی کا انتخاب کیا ہے.... اور اس کا مطلب ہے.... ہمارے باقی ساتھی بھی یہاں آئیں گے"۔

"اللہ نہ کرے.... دعا کرو.... وہ اس روبوٹ کے جال میں نہ آئیں"۔

"اور ہمارا کیا بنے گا"۔

"ہمارا اللہ مالک ہے.... ویسے ہمیں اس پائپ پر نظریں رکھنی چاہئیں.... کہیں جس میں سے ہمارے کچھ اور ساتھی نہ گریں"۔ فاروق نے کہا۔

"اوہ ہاں"۔ دونوں ایک ساتھ بولے۔

تینوں کی نظریں اس سمت میں جم گئیں.... پائپ انہیں نظر ضرور آ رہا تھا.... لیکن درمیان میں دھند سی حائل تھی.... اس لیے وہ بالکل صاف نہیں دیکھ سکتے تھے.... ان کے چاروں طرف شیر ہی شیر تھے.... اور اسی طرح دھرنا مار کر بیٹھے تھے.... جیسے کہ رہے ہوں.... جب تک تم لوگ نیچے نہیں اتر آؤ گے اور ہم تمہیں کھا نہیں لیں گے.... اس وقت تک تو ہم یہاں سے جائیں گے نہیں۔

اور پھر کئی گھنٹے بعد.... انہوں نے پائپ میں سے کسی کو نیچے گرتے دیکھا۔

"ارے باپ رے"۔ آفتاب چلا اٹھا۔

"ہاں! میں نے بھی کسی کو گرتے دیکھا ہے"۔

"اللہ کرے.... وہ ہمارا کوئی ساتھی نہ ہو.... ہم تو پھنس ہی گئے ہیں.... ہمارے ساتھیوں میں سے کوئی کیوں پھنسے"۔

"جو گرا ہے.... اس کے بارے میں فوری طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ ہمارا ساتھی ہے یا نہیں"۔

"وہ کیسے"۔ مکھن جلدی سے بولے۔

"الو کی آواز نکال کر"۔ فاروق نے کہا۔

اور پھر فاروق نے منہ سے الو کی آواز نکالی.... جواب میں

فوراً الو کی آواز سنائی دی.... ان کے چہرے بجھ گئے۔

"اف مالک! یہ تو ابا جان ہیں"۔

"اور ان کے آنے کا مطلب یہ ہے کہ باقی لوگ بھی ان کے پیچھے آئیں گے"۔

"پہلے تو ابا جان کو خبردار کر دینا چاہیے"۔

یہ کہہ کر فاروق نے بلند آواز میں کہا۔

"ابا جان.... آپ جہاں ہیں.... فوراً درخت پر چڑھ جائیں... کسی اونچے درخت پر.... آپ تک میری آواز پہنچ رہی ہے نا"۔

"ہاں! سن رہا ہوں، لیکن میں درخت پر کیوں چڑھوں"۔

"یہ وادی شیروں کی ہے.... ہم ایک درخت پر چڑھے ہوئے ہیں اور شیر ہمارے چاروں طرف ڈیرہ ڈالے بیٹھے ہیں.... آپ کی پا کر وہ آپ کی طرف دوڑ لگا دیں گے"۔

"اوہ اچھا.... پہلے میں درخت پر چڑھ جاتا ہوں.... پھر بات کریں گے"۔

ان کی آواز سنائی دی.... دو منٹ بعد پھر ان کی آواز سنائی دی۔

"تو پھر تم نے ان کا کیا علاج سوچا ہے"۔

"ہم چکر میں ہیں کہ کریں تو کیا؟"

"یہ بھی کوئی چکر میں پڑنے کی بات ہے.... تم میں سے فاروق کے پاس لائٹر تو ضرور ہو گا"۔

"جی ہاں! وہ تو ہے"۔

"تو پھر درخت کی باریک باریک شاخیں جو خشک ہو چکی ہوں توڑ کر ایک گٹھا سا بنا لو.... لائٹر سے اس میں آگ لگاؤ اور نیچے پھینک دو"۔

"لیکن اس سے کیا ہو گا ابا جان"۔ فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"کیوں ہو گا کیوں نہیں.... نیچے جو گھاس پھونس ہے اس میں آگ لگ جائے گی اور یہ آگ پھیلتی چلی جائے گی"۔

"اوہ! یہ بات ہماری عقلوں میں کیوں نہ آئی"۔

"اس لیے کہ ایک تو تم فرزانہ، فرحت اور رفعت نہیں ہو.... دوسرے تمہارے ذہنوں پر شیروں کا خوف سوار ہے"۔

"آپ ٹھیک کہتے ہیں"۔

اور پھر ان تینوں نے خشک شاخیں توڑنا شروع کر دیں.... یہاں تک کہ ایک بڑا گٹھا بن گیا.... اب لائٹر سے اس گٹھے کو آگ دکھائی گئی.... جب اس نے آگ اچھی طرح پکڑ لی تو اس کو شیروں پر گرا دیا گیا.... آس پاس کے چند شیر بھڑک کر بھاگے.... اور نیچے

کرتے ہی گھاس بھی تیل کی طرح جلنے لگا.... پھر تو شیر لگے دم دبا کر بھاگنے.... وہ اس طرح بھاگے کہ پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھ سکے.... دیکھتے ہی دیکھتے میدان شیروں سے صاف ہو گیا.... لیکن اب ان کے لیے بھی نیا مسئلہ پیدا ہو گیا.... آگ کی وجہ سے وہ خود بھی نیچے اترنے کے قابل نہیں رہے تھے۔

"اب کیا کریں ابا جان"۔

"یار یہ ترکیب تو ہمارے لیے بھی نقصان دہ ثابت ہوئی"۔

"اب کیا کریں؟"

"سوچنا پڑے گا"۔

وہ سوچ میں ڈوب گئے.... ایسے میں فاروق نے کہا۔

"باقی لوگ اب تک نہیں آئے"۔

"پتا نہیں.... اوپر ان کا کیا پروگرام بنا.... ویسے اچھا ہی ہے.... وہ نہ آئیں"۔

"وہ سیاہ فام کیا بلا ہے"۔

"صرف ایک روبوٹ.... تجربہ گاہ کی طرف جانے سے روکنے کے لیے مقرر کیا گیا ہے"۔

"اس کا مطلب ہے.... باقی ساتھی بھی اس جگہ سے آگے نہیں بڑھ سکیں گے"۔

"کچھ کہا نہیں جا سکتا.... ان کے ساتھ فرزانہ وغیرہ ہیں.... ہو سکتا ہے.... کوئی ترکیب سوچ لیں۔

"اگر انہوں نے کوئی ترکیب سوچ لی تو کیا.... وہ آگے بڑھ جائیں گے، ہمیں ساتھ لیے بغیر"۔

"میرے خیال میں تو انہیں آگے بڑھ جانا چاہیے.... اس لیے کہ مشن زیادہ اہم ہے ہماری نسبت"۔

"آپ ٹھیک کہتے ہیں.... اب اس آگ سے بچنے کی کیا صورت ہے"۔

"پہلے تو میں تم تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں"۔

"لیکن آپ کیسے آئیں گے.... ہمارے درمیان تو آگ کا دریا حائل ہے"۔

"میں درختوں کے ذریعے آنے کی کوشش کرتا ہوں۔

اور پھر وہ درختوں ہی درختوں سے ہوتے ہوئے ان کے نزدیک آنے کی کوشش کرنے لگے.... یہ کام بھی کوئی آسان کام نہیں تھا.... انہیں شاخوں شاخوں پر سے اس طرح چھلانگیں لگانا پڑ رہی تھیں.... جس طرح بندر لگاتے ہیں.... ایک بار جو انہوں نے چھلانگ لگائی تو شاخ پر ہاتھ پوری طرح نہ پڑ سکا.... وہ لگے نیچے گرنے.... پھر ایک کمزور سی شاخ ان کے ہاتھ میں آ گئی.... وہ ان

کے وزن سے لگی جھولنے.... انہیں یوں محسوس ہو رہا تھا.... جیسے
شاخ اب ٹوٹی کہ اب ٹوٹی.... دوسری طرف وہ کافی اونچائی پر تھے
اور نیچے آگ کے شعلے تھے.... اس جگہ سے گر کر ان کے کباب ہی
تیار ہو سکتے تھے.... انہوں نے ایک نظر نیچے ڈالی.... پھر درخت کی
شاخ کا جائزہ لیا.... اور اس کے ساتھ ایک اور شاخ کو دیکھا....
ادھر فاروق' آفتاب اور مکھن اس منظر کو خوف زدہ انداز میں دیکھ
رہے تھے.... اچانک انسپکٹر جمشید نے ہاتھ چھوڑ دیئے.... اور اچک
کر ایک دوسری شاخ پر جا گرے.... اگر ذرا بھی اندازے کی غلطی
ہو جاتی تو وہ آگے میں جا گرتے.... لیکن وہ بال بال بچے تھے اور
اب وہ اس شاخ سے دوسرے' درخت پر پہنچنے کی تیاری کر رہے
تھے' اب تک وہ ان کے کافی نزدیک آ گئے تھے۔

"اب آپ ہمیں صاف نظر آ رہے ہیں"۔

"آگ درختوں کو اپنی لپیٹ میں لے رہی ہے.... یہ تو وہی
بات ہوئی.... آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا"۔ وہ بولے۔

"آپ ہمارے پاس آ جائیں ہمارے لیے ہی یہ بہت ہے"۔

"میں آ رہا ہوں.... یہ اور بات ہے کہ تمہارے پاس آ کر
بھی تمہاری کوئی مدد نہ کر سکوں گا"۔

"اللہ مالک ہے"۔

"اور ساتھ ہی دعا کرو کہ ہمارے ساتھی اس وادی میں نہ
آئیں.... وہ یہاں آ کر اپنا وقت ضائع کریں گے' ہمارے دشمن ہمارا
وقت ضائع کرنے کے ماہر ہیں نا.... وہ چاہتے ہیں.... ہم ادھر ادھر
ٹکراتے رہیں.... اور اصل ہیڈکوارٹر تک نہ پہنچ سکیں.... بلکہ اس
کی ہمیں ہوا تک نہ لگے"۔

"دیکھا جائے گا"۔

اور پھر چند چھلانگوں کے بعد انسپکٹر جمشید ان کے درخت پر
پہنچ گئے.... یہ کام کم از کم ان کے بس کا نہیں تھا.... یہ وہی تھے جو
کر گزرے تھے.... وہ بھی کئی بار آگ میں گرتے گرتے بچے تھے۔

"اب اس آگ کا کیا کریں"۔ آفتاب بولا۔

"اگر آگ بجھاتے ہیں تو شیر آتے ہیں.... شیروں کو بھگانے
کے لیے جو آگ لگاتے ہیں تو ہم ساتھ ہی جلتے ہیں"۔ فاروق نے
جلدی جلدی کہا۔

"لیکن ہم آگ کس طرح بجھا سکتے ہیں.... سوال تو یہ ہے"۔

"ہم اگر آگ نہیں بجھا سکتے تو کوئی بات نہیں.... اس آگ
سے دور ضرور جا سکتے ہیں.... ہوا کا رخ اس طرف ہے.... گویا ہم
طرف جا سکتے ہیں.... کیونکہ آگ اس طرف نہیں آ سکے گی....
کے رخ ہی جائے گی"۔

"بہت خوب تو کیا ہمیں درختوں ہی درختوں پر سے جانا پڑے گا"۔

"ہاں! اور یہ کام بہت مشکل ہے.... تم تینوں شاید یہ نہ کر سکو، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم یہ کام نہیں کریں گے.... ہم یہ کام ضرور کریں گے.... ورنہ جل کر تو یوں بھی مر جائیں گے"۔

"اچھی بات ہے.... جو آپ فرمائیں.... ہم کرنے کے لیے تیار ہیں"۔

"میں پہلے درختوں کا جائزہ لے لوں"۔

یہ کہ کر وہ درخت کے اور اوپر جانے لگے.... یہاں تک کہ اس حد تک اوپر پہنچ گئے.... جس سے آگے جانا ان کے لیے ممکن نہیں تھا.... اس جگہ رک کر انہوں نے درختوں کا جائزہ لیا.... اور چند منٹ بعد نیچے اترنے لگے۔

"ہم جا سکیں گے.... لیکن تم تینوں کو میری کمر پر سوار ہو کر صرف دو درختوں کو پار کرنا پڑے گا.... اس کے بعد تمہارے لیے کام آسان ہو جائے گا"۔

"جی.... کیا فرمایا.... آپ کی کمر پر سوار ہو کر.... گویا آپ ہمیں کمر پر لاد کر ایک درخت سے دوسرے درخت پر چھلانگ لگائیں گے.... کیا یہ از حد خطرناک نہیں ہو گا"۔

"ہاں ہو گا.... لیکن یہ خطرہ مول لینا ہی ہو گا.... اس کے علاوہ اور کوئی راستا نہیں"۔

"تو ہم خود چھلانگ لگائیں گے"۔

"میں نے فاصلہ دیکھا ہے.... تم نہیں پھلانگ سکو گے.... نہ صرف چھلانگ لگانا ہے.... بلکہ دوسرے درخت کی شاخ پر پاؤں بھی جمانا ہیں"۔

"اور آپ یہ ہمیں ساتھ لے کر کر لیں گے"۔

"ہاں! مجبوری ہے.... مکھن تم میری کمر کے ساتھ چمٹ جاؤ"۔

"انکل! ہم ایسے ہی چھلانگ لگا لیتے ہیں.... اس طرح آپ کو بہت تکلیف ہو گی"۔

"نہیں ہو گی.... چلو آؤ"۔ وہ سرد آواز میں بولے۔

اور پھر مکھن کو ان کی کمر پر سوار ہونا پڑا۔

"ادھر دیکھو.... میں اس درخت کے سامنے والی شاخ پر چھلانگ لگاؤں گا"۔

"ارے باپ رے.... ابا جان.... یہ انتہائی مشکل ہے.... فاصلہ بہت ہے"۔

"کوئی بات نہیں.... بس تم اللہ کو یاد کرو.... مکھن تم

آنکھیں بند کرلو.... کہیں تمہارے منہ سے چیخ نہ نکل جائے.... اور میں گھبرا نہ جاؤں.... اگر میں گھبرا گیا تو مشکل ہو جائے گی"۔

"جی.... بہت بہتر"۔ اس نے کہا اور آنکھیں بند کرلیں۔

ادھر انہوں نے چھلانگ لگا دی۔

○☆○

کوئی پروا نہیں

"پروفیسر انکل.... آپ تو ادھر رہ گئے.... اب کیا کیا جائے"۔ آصف نے پریشان ہو کر کہا۔

"میرا خیال ہے.... تم لوگ آگے نکل جاؤ، میں انسپکٹر جمشید کے پیچھے چلتا ہوں.... آخر اس جگہ بھی تو ہمارے چار ساتھی موجود ہیں"۔

"یہ ترکیب بھی بری نہیں لیکن.... ہمیں معلوم نہیں.... ان کے ساتھ کیا بیتی ہے.... ہم آپ کو کس طرح اجازت دے دیں"۔ محمود نے کہا۔

"تم اجازت نہ دو.... میں بغیر اجازت چلا جاتا ہوں"۔ پروفیسر داؤد مسکرائے۔

"ٹھیک ہے - ٹھہریں.... یہ کہہ کر انسپکٹر کامران مرزا واپس پلٹے اور ان کی طرف بڑھنے لگے۔

"یہ تم کیا کر رہے ہو کامران مرزا"۔ ان کے لہجے میں حیرت

تھی۔

"آپ کے پاس آ رہا ہوں"۔

"تو کیا واپسی پر روبوٹ نہیں روکے گا"۔

"پتا نہیں اگر روکے گا تو میں پہلے کی طرح اس طرف بھی آ سکتا ہوں"۔

وہ ان کی طرف بڑھتے چلے گئے.... جونہی روبوٹ کی سیدھ پر آئے.... اس کے ہاتھ اٹھ گئے.... اور ان سے شعاعیں نکلیں.... وہ یک دم پیچھے ہٹ گئے.... اور پھر ایک چھلانگ لگا کر پروفیسر داؤد کی طرف آئے۔

"اب آپ میری کمر پر سوار ہو جائیں"۔

"کیا بات کرتے ہو کامران مرزا.... بھلا مجھے کمر پر لاد کر تم چھلانگ لگا سکو گے.... کمر پر لاد کر دوڑ تو لگا سکتے ہو.... پانی میں تیر سکتے ہو.... لیکن چھلانگ نہیں لگا سکتے.... وہ بھی اس قدر اونچی"۔

"آپ آئیں تو.... تجربہ کر دیکھنے میں کیا حرج ہے"۔

آخر پروفیسر داؤد ان کی کمر پر سوار ہو گئے اور پھر وہ پیچھے ہٹتے چلے گئے.... کافی پیچھے آ کر انہوں نے دوڑ لگا دی.... عین روبوٹ کی سیدھ میں آ کر وہ اونچا اچھلے اور اپنے ساتھیوں کے پاس آ کر گرے"۔

"بہت خوب کامران مرزا"۔ منور علی خان بولے۔

"اس کا مطلب ہے.... ہمیں اپنے ساتھیوں کو اس جگہ چھوڑ کر آگے بڑھ جانا ہو گا"۔ پروفیسر داؤد بولے۔

"میرا خیال ہے.... وہ بھی کسی راستے سے آ جائیں گے.... ہیڈکوارٹر تک پہنچ جائیں گے"۔

"اچھا بھائی مسٹر روبوٹ.... ہم تو چلتے ہیں"۔

روبوٹ نے کوئی جواب نہ دیا' شاید وہ ان سے ناراض ہو گیا تھا.... وہ آگے بڑھنے لگے' انہیں رہ رہ کر فاروق' آفتاب' مکھن اور انسپکٹر جمشید کا خیال آ رہا تھا.... جلد ہی انہوں نے محسوس کرنا شروع کیا کہ اب جھاڑیاں اس قدر گھنی نہیں رہ گئیں.... گویا روبوٹ سے آگے کا سفر کسی قدر آسان ہو گیا تھا.... لیکن اس وقت تک ان کا جسم کانٹوں سے چھلنی ہو چکے تھے اور کپڑے تار تار ہو رہے تھے.... ایسے میں وہ کسی شہر کی سڑک پر نکل جاتے تو لوگ انہیں بھکاری یا پاگل خیال کرتے.... اور پھر انہیں تجربہ گاہ کے مینار نظر آنے لگے.... وہ ان میناروں کو اچھی طرح پہچانتے تھے۔

ان پر جوش طاری ہو گیا۔

"کاش! اس وقت ہمارے ساتھ ہمارے باقی ساتھی بھی ہوتے"۔ منور علی خان نے سرد آہ بھری۔

"کوئی فکر نہ کرو... وہ بھی آخر اس طرف آئیں گے"۔

"آئیں گے تو تب نہ... اگر وہ پھنس نہیں گئے ہوں گے"۔

"اب جمشید ان کے ساتھ ہیں... لہٰذا اس قدر پریشان ہونے کی ضرورت نہیں"۔ خان رحمان بولے۔

جوں جوں وہ نزدیک ہوتے جا رہے تھے، عمارت کا نچلا حصہ انہیں نظر آتا جا رہا تھا اور پھر انہیں رک جانا پڑا... مارے حیرت کے ان کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔

عمارت کے گرد کوئی پہرہ نہیں تھا... نہ فوج نہ سپاہی۔

"ہمارے خیال کے بالکل الٹ... یہاں تو بالکل پہرہ نہیں ہے... تب پھر اس جنگل میں اس روبوٹ کا کیا مطلب ہے"۔

"یہ بھی انطال کی کوئی چال ہے... شاید اس لیے کہ ہم بے دھڑک تجربہ گاہ میں داخل ہو جائیں اور پھنس جائیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"ہم اس طرح نہیں پھنسیں گے"۔ محمود بولا۔

"ہاں اور کیا کسی سلیقے سے پھنسیں گے"۔ شوکی مسکرایا۔

"لیجیے... اب پھنسنے کے لیے بھی سلیقے کی ضرورت پیش آ گئی"۔ آصف نے منہ بنایا۔

"بھئی ضرورت کا کیا ہے... کسی چیز کی بھی کسی بھی

ضرورت پیش آسکتی ہے"۔ فرزانہ نے فوراً کہا۔

"پہلے محمود، آصف اور شوکی جائیں گے... اور حالات کا جائزہ لے کر واپس آئیں گے۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"بالکل ٹھیک ہے... سب کے پھنسنے سے یہ کہیں بہتر ہے کہ یہ تین پھنس جائیں"۔ فرحت مسکرائی۔

"آپ دیکھ رہے ہیں"۔ محمود نے جھلا کر کہا۔

"ہاں بالکل! اس لیے کہ ہم میں سے کسی نے بھی آنکھیں بند نہیں کر رکھیں"۔ پروفیسر داؤد مسکرائے۔

"باتوں میں وقت ضائع نہ... تمہارے پیچھے کی باتیں یہاں ہم کر لیں گے... بس تم جاؤ"۔ فعت نے شوخ آواز میں کہا۔

"چیونٹی کے بھی پر نکل آئے"۔ آصف نے جل کر کہا۔

"اب جاتے ہو یا نہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے بھنا کر کہا۔

"جانا تو ہو گا... آؤ دوستو... موت کے منہ میں چلیں"۔ اور بولا۔

"ہاں بس... ایک تم ہی تو رہ گئے ہو... موت کے منہ میں نے والے"۔

"دیکھ لو.... جا رہے ہیں یا نہیں"۔ یہ کہ کر محمود نے
قدم اٹھا دیئے.... آصف اور شوکی نے اس کا ساتھ دیا۔
تینوں تیزی سے چلنے لگے.... انہوں نے مڑ کر بھی
دیکھا.... وہ انہیں جاتے ہوئے دیکھتے رہے۔
اب وہ تین حصوں میں بٹ گئے تھے۔
"محمود، آصف اور شوکی مسلسل چلتے رہنے کے بعد
جھاڑیوں سے نکل آئے.... اب ان کے سامنے تجربہ گاہ کی
تھی۔
"کیا خیال ہے.... اس جگہ سے اندر داخل ہو جائیں
پہلے سامنے کی طرف کا چکر لگا لیں"۔ محمود بولا۔
"چکر لگانا بہتر ہو گا"۔ شوکی بولا۔
"او کے"۔ آصف نے کہا اور تینوں چکر کاٹ کر عمار
سامنے آ گئے.... یہ ایک بہت بڑی عمارت تھی.... اس کے
طرف بہت بڑا باغ تھا.... سبزہ ہی سبزہ نظر آ رہا تھا.... لمبے
سفیدے جیسے درخت لہرا رہے تھے.... اور باغ کے بیچوں بیچ
تھی.... لیکن باغ کے باہر یا اندر کوئی پہرے دار نظر نہیں آ
"یہ ہمارے لیے جال ہے"۔ شوکی نے سرسراتی آ
کہا۔

"پھر.... تم کیا کہتے ہو"۔
"ہمیں واپس چل کر اپنے باقی ساتھیوں کو بتا دینا چاہیے"۔
شوکی بولا۔
"کیا ضرورت ہے.... ہم اندر چلتے ہیں.... وہ لوگ بھی آتے
رہیں گے"۔
"اس طرح ہم پھنس سکتے ہیں"۔ شوکی بولا۔
"کوئی پروا نہیں"۔
"تب پھر کم از کم مجھے باہر ہی ٹھہرے رہنے کی اجازت دو"۔
"ڈر لگ رہا ہے شاید"۔ محمود نے طنزیہ انداز میں کہا۔
"ہاں! وہ تو ہمیں لگتا ہی رہتا ہے.... ڈر کا اور ہمارا تو چولی
دامن کا ساتھ ہے"۔
"اچھا تو پھر ہم چلتے ہیں"۔ محمود نے کہا۔
"ضرور.... اگر تم واپس نہ آئے.... تو میں سوچوں گا کہ اب
کیا کروں.... جو مناسب محسوس ہو گا.... کروں گا"۔
"ہم جانتے ہیں.... تم واپس لوٹ جاؤ گے"۔
"خیر یہ ضروری نہیں"۔
اور پھر دونوں آگے بڑھ گئے.... انہوں نے دیوار پھلانگی اور
باغ میں آ گئے.... عمارت کے تمام دروازے بند تھے.... لہٰذا وہ

پشت کی طرف آئے.... یہاں پائپ اوپر تک چلے گئے تھے.... اوپر
چڑھتے وقت انہیں فاروق کا خیال آ گیا۔

"نہ جانے وہ لوگ کس حال میں ہوں گے"۔ محمود بڑبڑایا۔

"اچھے ہی حال میں ہوں گے"۔

"ہوں خیر"۔ محمود سرد آہ بھر کر رہ گیا۔

وہ عمارت کی چھت پر پہنچ گئے.... زینہ بند تھا.... چھت بہت
لمبی چوڑی تھی.... انہوں نے نیچے جھانکا.... فرش بہت نیچے تھا....
لیکن ان کی جیبوں میں ریشم کی ڈور موجود تھی.... ریشم کی ڈور باندھ
کر نیچے لٹکائی گئی.... باندھنے کے لیے وہاں بہت جگہ موجود تھی۔

"پہلے میں جاتا ہوں"۔ محمود نے دبی آواز میں کہا۔

"جیسے تمہاری مرضی"۔ آصف نے کندھے اچکائے۔

محمود رسی پر پھسلتا ہوا نیچے پہنچ گیا.... آصف نے بھی ایسا ہی
کیا۔

"رسی اسی طرح رہنے دو.... کیا خبر شوکی بھی آ جائے"۔

"نہیں.... وہ نہیں آئے گا.... ویسے ہم رسی کو اسی طرح
رہنے دیتے ہیں"۔

اب انہوں نے جلدی جلدی پوری تجربہ گاہ کی تلاشی لی....
کہیں کوئی ایسے آثار نظر نہ آئے کہ اس کے نیچے اصل ہیڈکوارٹر

موجود ہو۔

"میرا خیال ہے.... ہمارا یہ خیال فضول ثابت ہو گا کہ اس
کے نیچے وہ ہیڈکوارٹر ہے.... جس کے ذریعے وہ اسلامی ملکوں کی
دھوپ کو روک رہے ہیں"۔

"تب پھر.... ہیڈکوارٹر کہاں ہے.... یہ ہمارے لیے ایک
خوفناک ترین سوال بن جائے گا"۔

"بنتا ہے تو بن جائے.... ہم کیا کر سکتے ہیں"۔ آصف نے
منہ بنایا۔

"گویا تم ہمت ہار رہے ہو"۔

"نہیں.... میں ہمت جیت رہا ہوں.... تم فکر نہ کرو.... آؤ
ہم ایک بار پھر کوشش کرتے ہیں.... ویسے اس وقت فرزانہ، فرحت
اور رفعت ساتھ ہوتیں تو ہم آسانی سے تہ خانے کو دیکھ لیتے"۔
محمود نے جلدی جلدی کہا۔

"کوئی بات نہیں.... وہ بھی آئیں گے"۔

دونوں پھر جت گئے.... اچانک انہیں اپنے پیچھے آہٹ سنائی
دی.... دونوں چونک کر مڑے اور پھر ان کے رونگٹے کھڑے ہو
گئے.... ان کے سامنے ایک روبوٹ کھڑا تھا.... اس کی آنکھیں بلب
کی طرح روشن تھیں۔

"ہیلو"۔ اس کے منہ سے نکلا۔

"وع.... وع.... علیکم ہیلو"۔ محمود نے گڑبڑا کر کہا۔

"کیسی رہی"۔ اس نے کہا۔

"ہپ پتا نہیں.... ابھی تو تعارف بھی نہیں ہوا.... یہ ک
طرح بتا دیں کہ کیسی رہی"۔

"بہت خوب.... آؤ مجھ سے دو دو ہاتھ کر لو"۔

"کیوں مذاق کرتے ہو بھائی.... تم لوہے کے ہو.... ہم گوش
پوست کے.... تمہارا ہمارا کیا مقابلہ"۔

"لیکن مقابلہ تو تمہیں کرنا ہی ہو گا.... ورنہ پھر آتے
یہاں"۔

"تو ہم واپس چلے جاتے ہیں"۔

"واپس تو تمہیں نہیں جانے دیا جائے گا.... جو بھی ی
آئے گا.... میں اسے مسل دوں گا"۔

"بڑے ظالم روبوٹ ہو"۔ آصف نے خوف زدہ انداز
کہا۔

"تم لوگ کچھ بھی کہ لو.... لو سنبھلو.... میں وار کر
ہوں"۔

"ارے.... ارے.... ایک منٹ"۔

"اب یہاں میں ایک منٹ کہاں سے لاؤں"۔ روبوٹ نے
کہا۔

"جواب معقول ہے.... یہ حاضر جوابی کہیں تم نے ہم سے تو
نہیں سیکھی"۔

"ایسا بھی ہوتا ہے"۔ یہ کہ کر اس نے اپنا ایک ہاتھ اوپر
اٹھایا.... اس میں سے آگ کی چنگاریاں نکلیں اور ان کے کپڑے
جگہ جگہ سے جھلس گئے.... ان پر جا بجا سوراخ ہو گئے۔

"ارے باپ رے.... یہ روبوٹ اس روبوٹ سے بہت
مختلف ہے"۔ آصف نے گھبرا کر کہا۔

"کس روبوٹ کی بات کر رہے ہو"۔

"وہ جو جنگل میں کھڑا کیا گیا ہے"۔

"وہ تو ہم نے مذاق کے طور پر کھڑا کیا ہے"۔

"اوہو اچھا.... کمال ہے"۔

اس نے ایک بار پھر ہاتھ اٹھایا.... چنگاریوں کی بارش ان پر
پڑی.... وہ لوٹ لگا گئے.... تاکہ چنگاریوں سے محفوظ رہیں.... لیکن
پوری طرح محفوظ پھر بھی نہ رہے۔

"یار تم اس طرح ہمارے کپڑوں کی بنا دو گے چھلنی.... یہ
کوئی اچھی بات تو نہیں"۔

"اچھا.... یہ بات ہے.... تو پھر سامنے والے کمرے میں داخل ہو جاؤ"۔ روبوٹ نے کہا۔

"اور وہاں جا کر ہم کیا کریں"۔

"آرام.... اپنے ساتھیوں کے آنے تک آرام کرو"۔

"پھر کیا ہو گا"۔ محمود نے کہا۔

"وہی ہو گا.... جو اللہ کو منظور ہو گا"۔ روبوٹ سے پہلے آصف بول پڑا۔

انہیں سامنے ایک کمرہ کھلا نظر آیا.... لیکن اس کی طرف جانے سے پہلے محمود یک دم روبوٹ کی طرف بڑھ گیا.... فوراً اس کا ہاتھ اٹھا اور اس سے بے شمار چنگاریاں نکلیں اور وہ پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئے.... ان کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا کہ اس دروازے میں داخل ہو جائیں.... جونہی وہ دروازے میں داخل ہوئے.... دروازہ کھٹ سے بند ہو گیا۔

"خوش آمدید.... ہمارے مہمانو.... لیکن یہ کیا.... صرف تم دو آئے ہو"۔

وہ چونک کر مڑے.... وہاں سرامک موجود تھا.... ان کی سٹی گم ہو گئی۔

"اس کا مطلب ہے.... ہیڈ کوارٹر اس عمارت کے نیچے

ہے"۔

"نہیں.... تم لوگوں کا یہ خیال بھی غلط ہے"۔ سرامک نے کہا۔

"تب پھر آپ کا یہاں کیا کام"۔

"مسٹر اقبال کا اندازہ تھا.... کہ تم لوگ اس عمارت کا رخ بھی ضرور کرو گے.... لہٰذا تمہارے استقبال کے لیے انہوں نے مجھے یہاں بھیج دیا"۔

"بہت خوب! آپ کا شکریہ کہ ہمارے استقبال کی اس قدر فکر کی.... ویسے کوئی ضرورت نہیں تھی.... ہم بغیر استقبال کے بھی اپنا کام چلا لیتے"۔

"میرا خیال ہے.... اب تم اپنا کام بہتر طور پر چلا سکو گے"۔ سرامک ہنسا۔

یہ کہہ کر وہ ان کی طرف بڑھا.... اور اس طرح بڑھا کہ وہ کمرے میں ادھر ادھر بھی نہ ہو سکے.... اور اس کی لپیٹ میں آتے چلے گئے.... نہ جانے وہ کس قسم کا انسان تھا.... یوں بھی یہ کمرہ بہت چھوٹا سا تھا.... اس میں اچھل کود تو ہو نہیں سکتی تھی۔

اور پھر ان دونوں کی گردنیں اس کے ہاتھ میں تھیں۔

○☆○

عمارت کا جال

شوکی نے کافی دیر تک محمود اور آصف کا انتظار کیا.... پھر کچھ سوچ کر واپس پلٹا اور اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچ گیا.... یہ فاصلہ طے کرنے میں اسے ایک گھنٹا لگا.... سب اسے آتے دیکھ کر اس کے گرد جمع ہو گئے۔

"کیا رہا.... وہ دونوں کہاں رہ گئے"۔

"وہ عمارت میں گئے تھے.... میں باہر کھڑا تھا.... ایک گھنٹے تک انتظار کرنے کے بعد بھی جب وہ واپس نہ لوٹے تو میں ادھر آ گیا.... تاکہ آپ کو صورت حال کی خبر دے سکوں"۔

"تم نے اچھا کیا شوکی.... گویا اب ہمیں اس جگہ جانا ہے"۔

"جی ہاں! ان دونوں کے واپس نہ آنے کا صاف مطلب یہ ہے کہ ہیڈ کوارٹر اس عمارت کے نیچے ہی ہے"۔

"ہاں! بالکل.... اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے"۔

"اور عمارت کے گرد کوئی پہرہ نہیں ہے"۔

"بالکل نہیں"۔

"تب یہ ان کا جال ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"میں نے ان سے یہ بات کہی تھی.... لیکن انہوں نے میری ایک نہ سنی"۔ اس نے برا سا منہ بنایا۔

"یہ ان کی پرانی عادت ہے.... تم محسوس نہ کرو"۔ وہ مسکرائے۔

"جی نہیں.... میں محسوس نہیں کر رہا.... لیکن ان کے لیے فکرمند ہوں.... کہیں وہ مشکل میں نہ ہوں"۔

"اب ہم ادھر ہی جاتے ہیں.... تم فکر نہ کرو"۔

اور وہ سب تجربہ گاہ کی طرف چل پڑے.... نزدیک پہنچ کر انہیں بھی پائپ کے ذریعے اوپر چڑھنا پڑا پہلے انسپکٹر کامران مرزا گئے.... انہوں نے نیچے جا کر کوئی دروازہ کھولنا چاہا.... لیکن کوئی دروازہ مقفل تھا.... ابھی وہ سوچ ہی رہے تھے کہ کیا کریں.... کہ آہٹ سنائی دی.... وہ چونک کر مڑے تو ایک روبوٹ نظر آیا۔

"بہت خوب! تو اب روبوٹوں سے ہمارا مقابلہ کرایا جائے گا.... مسٹر اقبال کیا ڈر گئے ہو"۔

"مجھ سے بات کرو"۔ روبوٹ نے کہا۔

"ضرور.... کیوں نہیں.... ہمارے دو ساتھی کہاں ہیں"۔

"اس سامنے والے کمرے میں"۔

"کیا ہم اس کمرے میں جا سکتے ہیں"۔

"ضرور.... لیکن اس سے پہلے ذرا میں اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کروں گا"۔

"ضرور جناب.... کیوں نہیں"۔

"تو پھر تم لوگ ذرا اس کمرے میں داخل ہو کر دکھاؤ"۔

"یہ کیا مشکل ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

اور ساتھ ہی دروازے کی طرف بڑھے.... فوراً ہی روبوٹ کا ہاتھ اٹھا اور اس میں سے چنگاریوں کی بارش ہونے لگی.... بے شمار چنگاریاں ان کے کپڑوں میں سوراخ بنا گئیں.... کئی ایک کی جلن انہوں نے جلد پر بھی محسوس کی۔

"ارے باپ رے.... یہ حضرت تو چنگاریاں برسانے لگ گئے"۔ انسپکٹر کامران مرزا واپس اپنے ساتھیوں کے پاس لوٹ آئے۔

"ٹھیک ہے.... ان کی صلاحیتوں کا مظاہرہ ہم نے دیکھ لیا اب ہمیں اپنے ساتھیوں کے پاس جانے دیں"۔

"جائیے صاحب.... میں نے کب روکا ہے"۔

اور وہ سب اس دروازے کی طرف بڑھے.... لیکن ہزارہا چنگاریوں نے ان کے قدم روک لیے۔

"یہ.... یہ کیا"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"ان چنگاریوں سے گزر سکتے ہو تو گزر جاؤ"۔

"اچھی بات ہے.... تو پھر اب تم چنگاریاں برساؤ.... ہم گزر کر دکھاتے ہیں"۔

"بہت خوب! یہ ہوئی نا بات"۔ روبوٹ بولا۔

انسپکٹر کامران مرزا نے ایسا پوز بنایا جیسے چھلانگ لگانے لگے ہوں.... ادھر روبوٹ کا ہاتھ اٹھا.... انہوں نے اپنی جگہ سے چھلانگ لگائی.... لیکن اسی جگہ آ کر گرے.... ادھر اس کے ہاتھ سے چنگاریاں نکلیں.... جونہی چنگاریاں نکلنے کا سلسلہ رکا.... انہوں نے دروازے پر چھلانگ لگا دی.... پورے زور سے دروازے سے ٹکرائے اور اندر جا کر گرے.... ساتھ ہی دروازہ بند ہو گیا۔

ان کے ساتھی دھک سے رہ گئے.... پھر خان رحمان بولے۔

"ہم بھی اسی طرح جائیں گے"۔

"ہاں! اور کیا"۔ منور علی خان جھٹکے سے بولے۔

اور پھر خان رحمان نے انہی کے انداز میں چھلانگ لگائی اور دروازے کے پاس جا کر گرے.... بہت سی چنگاریاں ان پر پڑیں....

مطلب یہ کہ تمام چنگاریوں سے وہ نہ بچ سکے.... جس طرح انسپ[illegible]
کامران مرزا نکل گئے تھے.... تاہم دروازے تک تو وہ بھی پہنچ گ[illegible]
تھے۔

انہوں نے دروازے کو دھکا دیا اور اندر جا گرے.... سا[illegible]
ہی دروازہ بند ہو گیا.... اس طرح وہ سب باری باری آگے جا[illegible]
رہے.... آخر میں پروفیسر داؤد رہ گئے.... وہ اس قدر لمبی چھلانگ
نہیں لگا سکتے تھے.... لہٰذا انہوں نے دروازے کی طرف دوڑ[illegible]
دی.... ان گنت چنگاریوں نے ان کے کپڑوں کو اور انہیں جھ[illegible]
ڈالا.... لیکن اس حالت میں بھی وہ کمرے میں داخل ہو گئے۔
اندر پہنچ کر انہوں دیکھا.... سب لوگ ادھر ادھر گرے پڑ[illegible]
تھے۔

"تم لوگوں کو کیا ہوا؟
"پ پ پتا نہیں.... اس کمرے کی فضا میں کوئی بات ہے"
"اوہو اچھا! لیکن محمود اور آصف کہاں ہیں؟" انہوں [illegible]
ادھر ادھر نظریں گھمائیں' پھر تڑ سے گرے۔
"ارے باپ رے.... میں بھی گیا"۔ وہ بولے۔
"اس پر حیرت انگیز بات یہ ہے کہ آصف اور محمود [illegible]
ہاں.... انہیں بھی تو اس کمرے [illegible] ہونا چاہیے تھا؟"

"ہاں.... یہ بات بہت پریشان کن ہے.... ہم تقسیم ہوتے جا
رہے ہیں.... انسپکٹر جمشید' فاروق' آفتاب اور مکھن پہلے ہی ہم سے
بچھڑ گئے ہیں.... اب یہ دو غائب ہیں"۔
"اور اوپر سے ہم بے کار ہو کر رہ گئے ہیں"۔
"تو اس عمارت کو ہمارے لیے جال بنایا گیا ہے"۔ خان
رحمان بولے۔
"ہاں اور اس کا مطلب ہے.... ہم ابھی تک ہیڈکوارٹر سے
دور ہیں"۔
"اگر اس تجربہ گاہ کے نیچے بھی ہیڈکوارٹر نہ ہوا تو ذرا
سوچیں.... ہم اس کو کہاں تلاش کریں گے.... اور اس وقت تک
اسلامی ممالک کا نہ جانے کیا حال ہو چکا ہو گا.... قحط' بیماری اور
مردنی یہ سب ان پر طاری ہو چکی ہو گی.... یا اللہ اپنا رحم فرما"۔
انسپکٹر کامران مرزا نے جلدی جلدی کہا۔
عین اس وقت کمرے کا دوسرا دروازہ کھلا اور ایک شخص
اندر داخل ہوا.... انہوں نے گردنیں گھما کر دیکھا تو سرالک نظر
آیا۔
"آہا مسٹر سرالک.... یہ آپ ہیں"۔ فرحت چہکی۔
"میں نہیں تو کیا آپ ہیں"۔ اس نے جل کر کہا۔

"دشمن نہیں.... ہم کیوں ہوتے سرامک.... ہمارا دماغ تو نہیں چل گیا کہ ہم سرامک ہو جائیں.... سرامک ہونا آپ کو ہی مبارک ہو"۔ شوکی نے جلدی جلدی کہا۔

"یار کیا سرامک سرامک لگا دی"۔ منور علی خان نے منہ بنایا۔

"جو آپ فرمائیں.... وہ لگا دوں"۔ شوکی نے ڈر کر کہا۔

اور وہ ہنس پڑے۔

"مسٹر سرامک.... ہمارے دو ساتھی کہاں ہیں"۔

"دو نہیں چار"۔ وہ مسکرایا۔

"کیا مطلب؟"

"کیا تم انسپکٹر جمشید، فاروق، آفتاب اور محمود کے بارے میں نہیں جاننا چاہتے"۔

"اوہ! تو آپ کو ان کے بارے میں بھی معلوم ہے"۔ انہوں نے چونک کر کہا۔

"اور معلوم کیوں نہ ہو.... جب کہ ہمیں پہلے سے اندازہ تھا کہ آپ لوگ اس تجربہ گاہ کا رخ کریں گے.... اور کس کس طرف سے رخ کریں گے.... اس کا اندازہ ہم نے پہلے ہی لگا لیا تھا.... تو پھر بھلا ہمیں ان کے بارے میں کیوں معلوم نہ ہو گا"۔

"تو پھر بتائیں.... وہ اس وقت کہاں ہیں"۔

"شیروں کی وادی میں"۔ سرامک مسکرایا۔

"کیا کہا.... شیروں کی وادی میں"۔ منور علی خان چونکے۔

"ہاں! لیکن اس وادی کے شیروں کا آپ کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے.... زیادہ سے زیادہ ایک دو شیروں کو مار ڈالیں گے.... اور بس.... لیکن وہاں تو سینکڑوں شیر ہیں.... اور انسانی بو پر دوڑے آتے ہیں.... اس وقت آپ کے چاروں ساتھی ان کے درمیان گھرے ہوئے ہیں"۔

"اوہ نہیں"۔ وہ چلائے.... خاص طور پر منور علی خان بہت بے چین ہو گئے تھے۔

"کیوں! کیا ہوا؟" سرامک مسکرایا۔

"ہمیں بھی وہاں بھیج دیں.... آپ کی مہربانی ہو گی"۔

"تو اس روبوٹ کا کہنا کیوں نہ مانا.... وہ کہہ تو رہا تھا.... میرے قدموں میں آ جاؤ"۔

"اوہ! تو وہ یہ کہہ رہا تھا" پروفیسر داؤد حیران ہو کر بولے۔

"ہاں! اس کا مطلب یہی تھا"۔

"اب ہم وہاں کس طرح جا سکتے ہیں"۔

"اب تو آپ میرے حصے میں آ گئے ہیں.... میں جو جی چاہے

کروں"۔

"تو پھر آپ کیا کرنا چاہتے ہیں"۔

"تم لوگ اگر شیروں کی وادی میں جانا چاہتے ہو تو یہ کچھ مشکل نہیں.... لیکن اس سے پہلے مجھ سے دو دو ہاتھ کرنا ہوں گے.... اگر آپ جیت گئے تو میں آپ لوگوں کو شیروں کی وادی میں بھیج دوں گا.... ویسے تو وہاں بھی صرف اور صرف موت ہے"۔

"تو کیا ہوا.... ایک ساتھ تو مر سکیں گے"۔

"تو پھر.... مجھ سے مقابلہ کریں"۔

"کیا اس تنگ کمرے میں"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"نہیں.... آئیں میرے ساتھ"۔ وہ مسکرایا۔

اور پھر نہ جانے اس نے کیا کیا کہ اس کمرے کے فرش میں سیڑھیاں نمودار ہو گئیں.... وہ نیچے اترنے لگا.... انہوں نے بھی اس کا ساتھ دیا.... نیچے پہنچے تو ایک بہت بڑا میدان ان کے سامنے تھا۔

"یہ ٹھیک رہے گا"۔

"ٹھیک ہی ہے"۔ منور علی خان بولے۔

"انسپکٹر کامران مرزا.... میرا خیال ہے.... آپ ہی میرے مقابلے پر آ جائیں.... یہ لوگ بے چارے تو ٹک نہیں سکیں گے.... ٹک تو آپ بھی نہیں سکیں گے.... لیکن آپ کی شکست کا مطلب

ہو گا.... آپ کی پوری پارٹی کی شکست"۔

"نہیں.... ہمارے ہاں یہ شکست پوری پارٹی کی شکست نہیں ہوتی"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"کیا مطلب؟" اس نے چونک کر کہا۔

"مطلب یہ کہ اگر میں مکمل طور پر شکست کھا جاتا ہوں.... تب بھی ان میں سے ہر ایک آپ سے لڑے گا"۔

"اوہ!" اس کے منہ سے نکلا۔

"ہاں جناب.... یہاں تک کہ ہم میں سے ایک کے علاوہ ہم لوگ بھی لمبے لیٹ جائیں.... یا جان سے مارے جائیں.... تو وہ اکیلا بچ جانے والا پوری بے جگری سے مقابلہ کرے گا"۔

"نہیں!" سرالک کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ابھی تجربہ ہو جائے گا"۔

"باتوں میں وقت ضائع ہو رہا ہے.... آپ سب میرے ایک [illegible] کی مار ہیں.... آپ جانتے ہیں.... میرا جسم کسی چٹان سے زیادہ [illegible]ط اور سخت ہے.... مجھ پر تو بم تک اثر نہیں کرتے.... رائفلوں [illegible] نکلنے والی گولیوں کو تو میں کب خاطر میں لاتا ہوں"۔

"اب آپ باتوں میں وقت ضائع کر رہے ہیں"۔ انسپکٹر [illegible] مرزا مسکرائے۔

"آئیں پھر ذرا دو دو ہاتھ کریں"۔

انسپکٹر کامران مرزا اس کے مقابلے میں نکل آئے۔

"میں ہاتھ نہیں ہلاؤں گا.... آپ مجھ پر وار کریں"۔
نے کہا۔

انسپکٹر کامران مرزا نے کچھ سوچا.... قدرے پیچھے ہٹ کر
دوڑ کر آتے ہوئے' ایک زبردست ٹھوکر اس کے پیٹ پر رسید
دی.... اس نے اپنی جگہ سے حرکت کرنے کی بالکل کوئی کو
نہیں کی تھی.... انسپکٹر کامران مرزا کو یوں لگا جیسے انہوں نے
کسی چٹان کو سر دے مارا ہو.... ان کی آنکھوں کے آگے اندھیرا
گیا.... اور وہ گرتے چلے گئے۔

"میں مقابلہ کروں گا"۔ خان رحمان نے کہا اور آ
بڑھے.... انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ.... اچھل کر اس کے سر
دے ماری.... انہیں اپنا سر پھٹتا محسوس ہوا.... اور پھر وہ بھی
گئے۔

"ایک طرف ہٹ جائیں"۔ ایسے میں منور علی خان کی
سنائی دی.... ان کا آنکڑا فضا میں گردش کرتا نظر آیا.... وہ
سمٹ کر ان کے نزدیک آ گئے.... آنکڑے کی رسی لمبی ہوتی
آ گئی.... یہاں تک کہ آنکڑہ منور علی خان کے سر کے بالکل او

گیا۔

"ایک.... دو.... تین"۔ ان الفاظ کے ساتھ ہی انہوں نے
اپنے حساب سے آنکڑا اس کے سر پر دے مارا.... آنکڑا اس کے سر
پر لگا اور اس طرح اچکا جیسے فولاد فولاد سے ٹکرایا ہو.... دوسرے ہی
لمحے آنکڑا سرالک کے ہاتھ میں تھا.... اس نے رسی کو ایک جھٹکا
دیا.... منور علی خان.... گویا ہوا میں اڑتے ہوئے اس کی طرف گئے
اور اس کے سر سے ٹکرائے.... ان کے منہ سے ایک دل دوز چیخ
نکل گئی.... اور وہ بالکل ساکت ہو کر گرے۔

وہ گھبرا گئے.... انہوں نے اس کے سر سے خون بہتے دیکھا۔

دوسرے بھی بے تحاشا ان کی طرف دوڑے اور ان کی اس
بدحواسی نے انہیں کہیں کا نہ رہنے دیا.... سرالک کا ایک ایک مکا
کھا کر وہ گرتے چلے گئے.... ان میں اٹھنے کی بھی ہمت نہ رہی۔

آنکھ کھلی تو وہ ایک سبزہ زار میں تھے.... چاروں طرف شیر
ہی شیر نظر آ رہے تھے.... اچانک انہوں نے ایک طرف آگ اور
دھوئیں کے بادل دیکھے.... اور پھر بے شمار شیروں کی دھاڑیں سنائی
دیں۔

پھر ایک اور خوفناک منظر دکھائی دیا.... ان گنت شیر بے
تحاشا دوڑتے ہوئے اس سمت میں آ رہے تھے.... جس جگہ وہ لیٹے

ہوئے تھے۔

وہ اٹھ کر درختوں کی طرف دوڑے.... اس سے پہلے کہ شیر ان کے نزدیک پہنچتے.... وہ درختوں پر چڑھ چکے تھے.... شیر اس جگہ سے آگے نکل گئے لیکن پھر وہ رک گئے یوں جیسے کسی چیز کی بو محسوس کر رہے ہوں۔

"انہوں نے ہماری موجودگی محسوس کر لی ہے"۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے.... یہ تو ان گنت ہیں"۔ منور علی خان نے کہا۔

اور پھر وہ اس درخت کے نیچے جمع ہونے لگے.... جس پر ان کا کوئی ساتھی موجود تھا۔

"ارے باپ رے.... اب کیا ہوگا"۔

"میرا خیال ہے.... ان کو بھگانے کے لیے ہی انسپکٹر جمشید نے آگ لگائی تھی"۔

"اور اب ہم بھی یہی کریں گے"۔

"انہیں بھگانے کے لیے آگ سے بہتر کوئی چیز نہیں اور یہ خیال ضرور انسپکٹر جمشید کا ہے"۔

"لیکن اس میں یہ خیال بھی رکھنا چاہیے کہ آگ اس پوری وادی کو اپنی لپیٹ میں لے سکتی ہے.... اس صورت میں ہم کیا

کریں گے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انسپکٹر جمشید بھی اس وقت تک آگ میں گھر چکے ہوں"۔ منور علی خان نے فکرمندانہ انداز میں کہا۔

"تب پھر ہم کیا کریں.... ابھی تو ہم انہیں آواز بھی نہیں دے سکتے.... کیونکہ ہم خود شیروں میں گھرے ہوئے ہیں"۔

"فی الحال.... ان شیروں سے نمٹنے کی ترکیب کرتے ہیں.... پھر انہیں آواز دیں گے"۔ منور علی خان بولے۔

"اور شیروں سے نمٹنا چونکہ آپ کا کام ہے لہذا اب اس چھوٹی سی فوج کی کمان آپ کے ہاتھ میں ہے"۔ محمود مسکرایا۔

"اچھی بات ہے.... میں اس کمان کو قبول کرتا ہوں.... اب مجھے غور کرنے دیں.... اس لیے کہ زندگی میں پہلی بار اتنے شیروں سے پالا پڑا ہے"۔

انہوں نے کہا اور سوچ میں ڈوب گئے۔

"فرزانہ کچھ تم بھی سوچو.... فرحت اور رفعت تم بھی"۔ پروفیسر داؤد بولے۔

"آپ کو ان شیروں سے ڈر لگ رہا ہے کیا"۔ فرزانہ مسکرائی۔

"ڈر"۔ پروفیسر داؤد چونک کر بولے۔

”ڈر“۔ منور علی خان بھی چونک اٹھے۔

”خیر تو ہے.... آپ لوگوں کا ارادہ ڈر کی گردان کرنے کا
نہیں ہے“۔

”مجھے تو ایسا محسوس ہو رہا ہے.... کہ یہ شیر ہماری گردان
رہے ہیں“۔ شوکی نے بوکھلا کر کہا۔

”ڈر“۔ منور علی خان چلائے اور وہ حیرت زدہ رہ گئے۔

○☆○

ذیلی وادی

کھن کے بعد وہ ان دونوں کو لینے کے لیے پھر اس درخت
آ گئے.... اور اس طرح وہ بہت کم رفتار سے آگ کی مخالف سمت
ھتے رہے.... یہ ان کی زندگی کا مشکل ترین کام تھا.... یعنی کسی کو
کر پر سوار کر کے ایک بلند ترین درخت کی شاخ سے دوسرے بلند
ین درخت کی شاخ پر چھلانگ لگاتا.... چھلانگ لگا کر انہیں اس
رح سنبھلنا ہوتا تھا کہ خود بھی نیچے نہ جا گریں اور فاروق وغیرہ بھی
فوظ رہیں.... انہیں ایسا کئی بار کرنا پڑا.... پھر فاروق نے کہا۔

”اب نیچے آگ نہیں ہے.... لہٰذا ہم خود چھلانگیں لگا سکتے
ہیں“۔

”لیکن ابھی ہم بہت اونچائی پر ہیں“۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

”تو پھر پہلے ہم نیچے ہو جاتے ہیں بلکہ اب تو بالکل زمین پر
ر اس آگ سے دور جا سکتے ہیں“۔ آفتاب نے کہا۔

”کیا بات کرتے ہیں.... ان شیروں کو بھول گئے ہم زیادہ نیچے

نہیں ہو سکتے.... زمین کی تو بات ہی کیا.... یہ شیر کس قدر درختوں پر بھی چڑھ آتے ہیں.... تم نے ان ترچھے درختوں کو نہیں دیکھا تھا.... ان پر تو شیر چہل قدمی کر رہے تھے"۔

"جی ہاں! یہ تو ہے.... لیکن اس وادی میں اتنے شیر آ کہاں سے گئے.... یہ کھاتے کیا ہیں.... یہاں تو اور جانور بھی نظر نہیں آ رہے.... جب کہ شیر کا کام شکار کرنا اور اس میں سے کھانا ہے.... گھاس پھونس، پھل وغیرہ تو یہ کھاتا نہیں"۔

"ہاں! یہ تو ہے"۔

"سوال یہ ہے کہ یہ شیر یہاں کیا کھاتے ہیں.... ہمارے دشمنوں نے تو ہمیں اس وادی میں پھینک دیا.... کیا وہ اور انسانوں کو بھی یہاں پھینکتے رہتے ہیں"۔ آفتاب نے خیال ظاہر کیا۔

"ہو سکتا ہے.... وہ ایسا کرتے ہوں"۔

"نہیں.... یہ وادی اتفاقیہ طور پر انہیں نظر آ گئی ہو گی.... اور انہوں نے ہمیں اس میں پھینک دیا ہے"۔ آفتاب نے خیال ظاہر کیا۔

"میں اس خیال سے متفق نہیں.... میرے خیال میں یہ ذیلی وادی ہے"۔

"ذیلی وادی.... کیا مطلب"۔

"بھئی جیسے ذیلی کمرہ.... آس پاس کوئی بڑا جنگل ہے.... اس میں ہر قسم کے جانور ہیں.... یہ شیر اس جنگل میں مختلف حصوں میں رہتے ہیں.... لیکن کسی ترکیب سے انہیں اس وادی میں بھیج دیا گیا ہے.... اور راستا بند کر دیا گیا ہے.... اب یہ شیر اس وادی میں پریشان ہیں.... بھوکے ہیں.... یہ کچھ کھانا چاہتے ہیں.... اگر ہم نے آگ نہ جلائی ہوتی تو یہ ہماری تکا بوٹی کر دیتے.... ہم لوگ ایک دو شیروں سے تو لڑ سکتے ہیں.... اتنے بہت سے شیروں سے لڑنا ہمارے بس کی بھی بات نہیں"۔

"آپ کا مطلب ہے.... ہمیں اس وادی کا وہ راستا تلاش کرنا ہو گا.... جس راستے سے یہ شیر آئے ہیں"۔

"ہاں! انہیں اسی راستے سے باہر نکالنا ہو گا.... پھر ہم خود بھی اس جنگل میں جا سکیں گے اور اس چنگل سے نکل سکیں گے"۔

"چنگل سے یا جنگل سے"۔ فاروق بولا۔

"چنگل سے.... اس وقت ہم دشمنوں کے چنگل میں ہیں"۔

"اچھی بات ہے.... پہلے نیچے اترنے کی ترکیب سوچ لی جائے"۔

انسپکٹر جمشید نے کہا اور سوچ میں ڈوب گئے.... پھر وہ بولے۔

"ہم نیچے اتر سکتے ہیں اور شیروں کو نزدیک آنے سے بھی روک سکتے ہیں"۔

"لیکن کیسے؟" وہ تینوں ایک ساتھ بولے۔

"ان شیروں کو ڈرا کے"۔

"جی.... شیر بھی کہیں ڈرا کرتے ہیں کسی چیز سے"۔

"ہاں! کیوں نہیں' کیا تم نے ابھی شیروں کو آگ سے ڈرتے نہیں دیکھا تھا"۔

"اوہ ہاں.... وہ تو خیر ہے"۔

"بس تو پھر ہم یہی حربہ ان کے خلاف استعمال کریں گے"۔

"لیکن آگ لگا کر ہم خود کس طرح سفر کر سکیں گے"۔

"اس طرح کہ ہمارے ہاتھوں میں آگ ہو گی"۔

"وہ کیسے؟"

"خشک شاخیں توڑ کر ہم نیچے ڈھیر کر دیں گے.... ان کے سروں کو آگ لگائیں اور ایک ایک شاخ پکڑ کر چاروں دائرے کی صورت میں آگے بڑھیں گے.... ایک ایک فالتو شاخ ہم اپنے ساتھ رکھیں گے.... جب ایک شاخ ختم ہونے لگے گی تو پہلے اس سے دوسری شاخ کو آگ لگائیں گے.... اور اس طرح چار اور شاخیں توڑ لیں گے"۔

"بھئی واہ.... آج تو آپ نے فرزانہ' فرحت اور رفعت کو بھی شکست دے دی"۔ فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"لیکن.... وہ یہاں کہاں ہیں"۔

"نہیں ہیں تو کیا ہوا.... یہ ان کی غائبانہ شکست ہے"۔ آفتاب بولا۔

"کک.... کیا.... غائبانہ شکست.... یہ.... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے"۔

"یار بس رہنے دو.... ہر بات کو کہ دیتے ہو.... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے.... اگر ہو بھی سکتا ہے تو ہمیں کیا"۔

"ہاں واقعی.... ہمیں کیا.... ویسے کیا خیال ہے.... اس ترکیب پر عمل شروع کریں"۔

"لیکن ہم شاخیں کس طرح توڑیں گے.... اگر محمود کا چاقو ہمارے پاس ہوتا تو اور بات تھی"۔

"یہ کام میں کروں گا.... تم فکر نہ کرو"۔

اور انہوں نے خشک شاخوں کے ساتھ زور آزمائی شروع کر دی.... تھوڑی ہی دیر میں درخت کے نیچے بے شمار شاخیں جمع ہو گئیں.... اب پہلے صرف میں نیچے اتروں گا.... ان شاخوں میں سے صرف مجھے کو آگ لگاؤں گا"۔

"ہم.... مجھے ڈر لگ رہا ہے.... اس جگہ آگ نہیں ہے.... لہٰذا شیر آپ پر حملہ آور ہو سکتے ہیں"۔

"میں منور علی خان تو نہیں ہوں کہ اندازہ کر سکوں.... شیر آس پاس ہیں یا نہیں.... لیکن چاروں طرف بغور دیکھنے پر بھی کوئی شیر نظر نہیں آ رہا.... شاید وہ بہت دور چلے گئے ہیں"۔

"لیکن بہت دور سے انہیں آنے میں کتنی دیر لگتی ہے"۔

"تم چاروں طرف نظر رکھنا.... اگر کوئی آتا نظر آئے تو فوراً مجھے بتا دینا.... میں درخت پر آ جاؤں گا"۔

"اس طرح تو ایک بار پھر آگ لگانا ہو گی"۔

"دیکھا جائے گا.... اب ہم تمام زندگی ان درختوں پر تو گزار نہیں سکتے.... آخر ہمیں اس وادی سے تو نکلنا ہی ہو گا"۔

"آپ ٹھیک کہتے ہیں"۔ مکھن نے کہا۔

اور پھر انسپکٹر جمشید نیچے اتر گئے.... انہوں نے چاروں طرف دیکھنا شروع کیا.... ادھر انسپکٹر جمشید نے چار موٹی موٹی شاخوں کے سروں کو ملایا.... ان کے نیچے پتلی پتلی لکڑیاں رکھی اور جیب سے لائٹر نکالا.... عین اس وقت فاروق چلا اٹھا۔

"لیجیے ابا جان.... تین طرف سے بے شمار شیر بھاگے دوڑے آ رہے ہیں۔"

"کیا!!!" وہ چلائے.... اور اٹھ کر درخت پر چڑھنے لگے.... لیکن اتنی دیر میں ایک شیر ان پر چھلانگ لگا چکا تھا اس کی ٹکر ان کی کمر پر لگی.... کیونکہ وہ درخت پر چڑھ رہے تھے.... ٹکر کے لگتے ہی شیر بھی نیچے گرا اور انسپکٹر جمشید بھی.... کمر پر لگنے والی ٹکر نے انہیں ہلا کر رکھ دیا.... لیکن انہوں نے اوسان بحال رکھے.... کیونکہ اس وقت اگر وہ اوسان کھو دیتے تو گئے تھے کام سے.... گرنے کے فوراً بعد وہ اٹھے.... انہوں نے دیکھا.... وہ شیر سے پہلے اٹھے تھے.... لیکن اب درخت پر چڑھنے کا وقت نہیں رہا تھا۔

"ابا جان.... آپ لائٹر ہماری طرف اچھال دیں.... ہم آگ لگا کر شاخیں نیچے پھینک سکتے ہیں"۔

"اوہ ہاں" یہ کہ کر انہوں نے لائٹر اوپر کی طرف اچھال دیا۔ سامنے شیر موجود تھا.... اس لیے لائٹر اچھالتے وقت اوپر نہیں اٹھ سکتے تھے.... بس اندازے سے اچھال دیا.... لیکن لائٹر فاروق، آفتاب اور مکھن میں سے کسی کی پہنچ میں نہ آ سکا.... وہ [illegible] کو نہ پکڑ سکے.... لائٹر نیچے جا گرا.... تینوں نے اس کی تلاش میں نظریں دوڑائیں.... ادھر شیر اب انسپکٹر جمشید کے سامنے آن کھڑا تھا.... درمیانی فاصلہ زیادہ نہیں تھا.... کہ وہ یقینی طور پر اس سے بچ سکتے.... ایسے میں کئی اور شیر نزدیک آ گئے.... اور ان کے

چاروں طرف کھڑے ہو گئے.... انہیں یوں لگا جیسے شیر کہہ رہے ہوں۔

"اب بھاگ کر کہاں جاؤ گے بچو"۔

"شاید میرا وقت آگیا ہے.... لہٰذا لاالہ الااللہ محمد الرسولؐ اللہ"۔ انہوں نے پڑھا۔

شاخوں میں بیٹھے آفتاب' فاروق اور مکھن کی آنکھیں خوف سے پھیلی ہوئی تھیں.... وہ اور شیروں کو بھی آتے ہوئے دیکھ رہے تھے.... لیکن ان کے اور ان کے والد کے قریب شیر بھی کچھ کم نہیں تھے۔

"لائٹر نظر آیا"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"جی نہیں.... دیکھ رہے ہیں"۔

"لیکن یہ شیر اب کیا سوچ رہے ہیں"۔

"چاروں طرف سے گھیر کر یہ اب مل کر میری بوٹیاں اڑانا چاہتے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

عین اس وقت چار شیروں نے ان پر چھلانگ لگا دی.... وہ اپنی جگہ سے بہت اونچا اچھلے.... چاروں شیر بری طرح ٹکرائے اور درخت ہل کر رہ گیا.... شیر درخت سے ٹکرا کر ادھر اُدھر گرے۔ انسپکٹر جمشید گرے.... گرتے ہی انہوں نے لائٹر کی تلاش میں

نظریں دوڑائیں.... لیکن اب اتنا وقت بھی نہیں رہا تھا.... کیونکہ ان شیروں کی جگہ اور شیر آگئے تھے.... اور اب یہ بیس کے قریب تھے.... ادھر درخت سے ٹکرانے والے شیر بھی اٹھ چکے تھے۔

"اباجان.... ہم بھی نیچے آ رہے ہیں.... ہم بھی آپ کے ساتھ ان کا مقابلہ کریں گے.... یا ان کا نوالہ بن جائیں گے"۔

"نہیں.... تم نیچے نہیں اترو گے"۔ وہ سرد آواز میں بولے۔

"لیکن ہم آپ کو ان کا نوالہ بنتے کس طرح دیکھ سکتے ہیں انکل"۔ آفتاب نے جذباتی آواز میں کہا۔

"تو نہ دیکھو.... آنکھیں بند کر لو"۔

عین اس وقت شیروں نے پھر ان پر چھلانگ لگائی.... انہوں نے بھی اونچی چھلانگ لگائی.... شیر یا تو درخت سے ٹکرا گئے یا آپس میں ٹکرا گئے.... لیکن اس سے ان کو کوئی فرق نہیں پڑا.... ان کی تعداد میں لحہ بہ لحہ اضافہ ہوتا جا رہا تھا.... گویا وادی کے تمام شیر اس جگہ جمع ہوتے جا رہے تھے.... ساتھ ہی شیر چنگھاڑیں بھی مار رہے تھے.... اس بار جو وہ زمین پر گرے تو ساتھ ہی ایک شیر نے ان کے اوپر چھلانگ لگا دی.... وہ اس کی لپیٹ میں آگئے اور نیچے دبے نظر آنے لگے۔

یہ لمحہ خوفناک ترین تھا.... اگر ایک بار بھی وہ کسی ایک شیر

کے قابو میں آ جاتے تو پھر گئے تھے کام سے..... ادھر انہوں نے جو
اپنے اوپر شیر کو گرتے دیکھا تو اپنی دونوں ٹانگیں یک دم بالکل
سیدھی کر لیں..... شیر ان ٹانگوں سے ٹکرایا اور اچھل کر دوسری
طرف گرا..... کیونکہ وہ بھی آخر انسپکٹر جمشید تھے..... ادھر شیر گرا.....
ادھر وہ اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

"لائٹر نظر آیا"۔

"ہاں ابا جان..... آگیا..... جس جگہ شیر گرا ہے بس وہیں لائٹر
ہے"۔

انہوں نے فوراً اس طرف دیکھا..... اسی وقت ایک دوسرا شیر
ان پر حملہ کر چکا تھا..... اس بار چونکہ صرف ایک شیر نے حملہ کیا
تھا..... اس لیے انہوں نے صرف اس کو جھکائی دے ڈالی.....
سیدھا درخت سے ٹکرایا اور اس کا سر پاش پاش ہو گیا۔

"وہ مارا..... ایک تو گیا کام سے"۔ مکھن چلایا۔

"لیکن یہاں دو تین نہیں..... ان گنت ہیں"۔ آفتاب نے
منہ بنایا۔

"دیکھا جائے گا"۔ مکھن نے پرجوش انداز میں کہا۔

پھر تو شیر باری باری ان پر جھپٹنے لگے..... ادھر ان کی کوشش
تھی..... کسی طرح لائٹر ہاتھ میں آ جائے..... وہ بجلی کی سی تیزی

اچھل کود رہے تھے..... اور شیر ان پر اندھا دھند انداز میں جھپٹ
رہے تھے..... انہوں نے صرف اپنی کمر کی طرف درخت کو رکھا ہوا
تھا..... تاکہ کمر کی طرف سے کوئی شیر ان پر حملہ نہ کر سکے..... اگر وہ
کمر کو محفوظ نہ رکھتے..... تو اب تک شیروں کا شکار ہو چکے تھے.....
شیروں کی تابڑ توڑ چھلانگیں شروع ہو گئیں..... لائٹر ایسی جگہ پر
تھا کہ انہیں خود کو آگے لے جانا پڑتا..... اور اس طرح وہ
غیر محفوظ ہو جاتے..... کوئی شیر پیچھے سے حملہ کر سکتا تھا..... گویا لائٹر
اٹھانا موت کو دعوت دینا تھا..... جب کہ موت انہیں پہلے ہی دعوت
دے چکی تھی۔

"مسئلہ مشکل ہو گیا ہے..... یہ ان گنت ہیں..... آخر آپ
کب تک ان سے لڑیں گے..... کچھ اور سوچنا ہو گا"۔ فاروق نے
کہا۔

"سوچنے سے کس نے روکا ہے..... ویسے جب تک میری
جان میں جان ہے..... مقابلہ کروں گا"۔ انہوں نے کہا۔

ادھر وہ اوپر بیٹھے سوچ میں ڈوب گئے کہ کیا کریں لائٹر
حاصل کرنے کے لیے ان میں سے ایک کا نیچے جانا ضروری تھا.....
لیکن نیچے جانا آسان کام نہیں تھا..... ادھر شیروں کی چھلانگیں اور
دھاڑیں جاری تھیں..... اچانک تین شیروں نے ایک ساتھ

ان پر چھلانگیں لگائی.... وہ تو گئے اچھل.... شیر آپس میں ٹکرا
اور ان کی خوفناک دھاڑوں نے گویا آسمان سر پر اٹھا لیا۔

"ارے باپ رے.... پورا جنگل گونجتا محسوس ہو رہا تھا"۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے.... اب تو بچے کچھے شیر بھی اس طر
آ جائیں گے"۔

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا اور ا
ایک اونچی چھلانگ لگائی۔

"میرے ذہن میں ایک ترکیب آ رہی ہے"۔ ایسے م
مکھن نے کہا۔

"ترکیب اور ایسے میں.... کمال ہے.... ایسے میں کوئی ترکی
کیسے ذہن میں آ سکتی ہے.... حالات بھی نہیں ہیں.... اور نہ کو
ترکیب یہاں ہو سکتی ہے"۔ فاروق نے اسے گھورا۔

"اچھا بتاؤ.... جلدی کرو"۔

"میں دونوں ہاتھوں سے شاخ پکڑ کر لٹکتا ہوں.... آفتا
بھائی میرے دونوں پیروں کو پکڑ کر لٹک جائیں.... اور اس کے
فاروق بھائی آپ کے دونوں پیر پکڑ کر لٹک جائیں.... میں نے ا
کی چھلانگ دیکھی ہے.... وہ کافی اونچے آتے ہیں.... اگر وہ چھلا
لگا کر آپ کے پیروں کو پکڑنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو شاید

لوگ ایک بار پھر درخت پر چڑھ سکیں"۔

"اوہ!" وہ دھک سے رہ گئے ادھر انسپکٹر جمشید بھی چھلانگیں
لگانے کے ساتھ ساتھ ترکیب سن چکے تھے.... لہٰذا وہ چلائے۔

"ترکیب زوردار ہے.... اگرچہ مشکل بہت ہے"۔

"کوئی پروا نہیں.... ہم اس پر عمل کر رہے ہیں"۔

یہ کہہ کر آفتاب نے دونوں ہاتھ شاخ پر رکھ کر انگلیاں کس
دیں اور پاؤں نیچے لٹکا دیئے.... آفتاب شاخوں کے سہارے نیچے ہوا
اور اس نے فاروق کو آواز دی۔

فاروق نے آفتاب نے پیر ٹخنوں کے پاس سے پکڑ لیے۔

"کیا خیال ہے مکھن.... میرا وزن سنبھال لو گے"۔

"ہاں! کیوں نہیں"۔

"اب فاروق حرکت میں آ گیا.... پہلے شاخوں کو پکڑ کر نیچے
لٹکا.... پھر اس نے آفتاب کے پیر پکڑ لیے"۔

"کیا خیال ہے آفتاب اور مکھن.... تم دونوں میرا وزن
برداشت کر لو گے"۔

"ہاں.... کر لیں گے"۔

"لیکن اس میں ایک بات اور ہے.... اور وہ یہ کہ پھر ابا جان
چھلانگ لگا کر میرے پیر کو پکڑیں گے نا تو اس صورت میں ہم تینوں

کو جھٹکا بھی لگے گا"۔

"کوئی بات نہیں"۔

"اور اگر ایسے میں آفتاب یا مکھن کے ہاتھ چھوٹ گئے تو ہم سب شیروں کی دعوت کا سامان کر دیں گے"۔

"دیکھا جائے گا"۔

"کیا تم تیاری مکمل کر چکے ہو"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"جی ہاں"۔

"خیال رہے۔۔۔ میرے لٹکنے کی وجہ سے زیادہ مشکل مکھن کو پیش آئے گی۔۔۔ اس لحاظ سے تم نے لٹکنے کی ترکیب غلط رکھی ہے۔۔۔ شاخ فاروق پکڑتا۔۔۔ پھر آفتاب اور اس کے بعد مکھن"۔

"کوئی بات نہیں انکل۔۔۔ آپ آ جائیں"۔

"آنا تو خیر مجھے پڑے گا"۔

اس وقت تک انسپکٹر جمشید برابر چھلانگیں لگاتے رہے تھے۔۔۔ شیر انہیں ذرا بھی مہلت نہیں دے رہے تھے۔۔۔ ان کی جگہ کوئی اور ہوتا تو کب کا ان کے مقابلے میں ہمت ہار چکا ہوتا۔۔۔ یہ وہ تھے جو اب تک ڈٹے ہوئے تھے۔

اس بات جو انہوں نے چھلانگ لگائی تو یہ دیکھ کر لگائی کہ وہ بالکل ان کی سیدھ میں ہی اوپر اٹھیں اور فاروق کا پیر ان کے ہاتھ

میں آ جائے۔

لیکن ان کا ہاتھ صرف فاروق کے تلوے کو چھو سکا۔۔۔ اور وہ پھر نیچے آ گئے۔۔۔ ساتھ ہی چار شیروں نے ان پر عین اس وقت چھلانگ لگائی۔۔۔ جب وہ نیچے گرے تھے۔۔۔ عین اس لمحے انہوں نے الو کی آواز سنی۔

○☆○

ہم آ گئے ہیں

"آخر کیا بات ہے.... آپ بھی ڈر رہے ہیں کیا؟" آصف نے گھبرا کر کہا۔

"نن نہیں.... ہم ان شیروں کو ڈرا سکتے ہیں.... اور اگر یہ ڈر گئے تو پھر ہم انہیں بھگا دیں گے"۔

"لیکن شیر بھی بھلا ڈرا کرتے ہیں"۔

"کم از کم آگ سے تو ڈرتے ہی ہیں"۔

"اوہ ہاں! یہ تو خیر ہے.... تو کیا آپ بھی انہیں آگ سے ڈرائیں گے"۔

"ہاں! اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں"۔

انہوں نے جلدی جلدی شاخیں توڑیں.... ان کو آگ دکھا اور پھر نیچے پھینک دیں.... یونہی اور شاخیں پھینکنے لگے.... شیر گ ادھر ادھر بھاگنے۔

"میں اب آگ کے پاس اتر سکتا ہوں اور ان کا مقابلہ بھ

کر سکتا ہوں"۔

یہ کہہ کر انہوں نے شکاری چاقو ہاتھ میں لیا اور نیچے چھلانگ لگا دی.... انہوں نے مارے خوف کے آنکھیں بند کر لیں.... اس لیے کہ اس قدر اونچائی سے چھلانگ لگانے کے بارے میں تو وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے"۔

انہوں نے نیچے گرتے ہی انہیں اٹھتے دیکھا.... دور شیروں نے انہیں نیچے گرتے دیکھا تو ان کی طرف لپکنے لگے.... لیکن شعلوں کی تپش محسوس کرتے ہوئے پیچھے ہٹ گئے.... ادھر منور علی خان سے آگ کے پاس نہیں ٹھہرا جا رہا تھا.... لہٰذا آگ کو کمر کی طرف رکھتے ہوئے وہ آگے بڑھے.... جونہی وہ کم گرم جگہ پر پہنچے.... شیر پھر ان پر جھپٹے.... اور پہلے ہی حملے میں دو شیر ڈھیر ہو گئے.... خنجر ان کے پٹھوں میں لگا تھا.... اب شیروں کو کیا معلوم تھا کہ ان کا مقابلہ ایک عام انسان سے نہیں.... دنیا کے ماہر شکاری سے ہے.... لیکن ابھی بات ان کی سمجھ میں نہیں آئی تھی.... لہٰذا کئی اور آئے اور خنجر کھا کر گرتے چلے گئے۔

"میں اب اوپر نہیں ٹھہر سکتا"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"میں آپ لوگوں کو نیچے آنے کا مشورہ نہیں دے سکتا"۔

"لیکن ہم بہت آسانی سے ان شیروں کو پیچھے ہٹا سکتے ہیں....

اگر ہم جلتی ہوئی شاخوں کو اپنے ہاتھوں میں لے لیں"۔

"اوہ ہاں! یہ ٹھیک رہے گا.... میں بھی ایسا ہی کرتا ہوں"۔

جونہی وہ نزدیک آنے والے شیر سے فارغ ہوئے.... جھک کر ایک شاخ اٹھا لی.... اس کا سرا ایک طرف سے جل رہا تھا.... اب جو انہوں نے اس کو آگے کیا.... انہوں نے چھلانگ لگانے والے شیر رک گئے اور پلٹ کر بھاگے۔

انہوں نے شیروں کو دم دبا کر بھاگتے ہوئے اپنی زندگی میں پہلی بار دیکھا تھا۔

"موقع اچھا ہے.... اب ہمیں انسپکٹر جمشید کو الو کی آواز نکال کر بتا دینا چاہیے کہ ہم بھی اسی وادی میں موجود ہیں"۔

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا اور الو کی آواز منہ سے نکالی.... فوراً ہی انہیں جواب ملا.... وہ چونک اٹھے۔

"یہ آواز فاروق نے اپنے منہ سے نکالی ہے.... اور اس بات نے ہمیں فکرمند کر دیا ہے.... اس لیے کہ شاید انسپکٹر جمشید آواز نکالنے کے قابل نہیں ہیں.... اب میں ان شیروں کی کوئی پروا نہیں کروں گا.... یہ مجھے پھاڑ کھاتے ہیں تو پھاڑ کھائیں.... میں نہیں رکوں گا"۔

یہ کہ کر انسپکٹر کامران مرزا جلتی ہوئی لکڑی گھماتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے.... اب وہاں کون رکتا.... سب نے لکڑیاں اٹھائیں.... اور لگے دوڑنے.... آگ اور دھواں اگلتی لکڑیوں کی وجہ سے شیروں نے نزدیک آنے کی جرات نہیں کی.... تاہم کچھ فاصلہ رکھ کر وہ ان کے تعاقب میں ضرور رہے.... شاید اس انتظار میں کہ کب لکڑیاں بجھتی ہیں اور کب وہ اپنے شکار پر جھپٹتے ہیں۔

جلد ہی انہوں نے یہ خوفناک منظر دیکھا کہ انسپکٹر جمشید چار شیروں سے بیک وقت لڑ رہے تھے.... ان کے ہاتھ پیر بجلی کی تیزی سے چل رہے تھے.... اور وہ اچھل اچھل کر خود کو ان کے وار سے بچا رہے تھے۔

"ہم آ گئے ہیں.... کوئی پروا نہ کریں"۔ منور علی خان نے بلند آواز میں کہا۔

انسپکٹر جمشید نے جیسے سنا ہی نہیں.... وہ بدستور شیروں سے بھڑے رہے.... اب وہ جلتی لکڑیاں لے کر شیروں پر ٹوٹ پڑے.... آن کی آن میں شیر بھاگنے لگے.... جلد ہی میدان صاف تھا.... ایسے میں اوپر سے آواز آئی۔

"یا اللہ تیرا شکر ہے"۔ یہ آواز فاروق کی تھی۔

انہوں نے جو اوپر دیکھا تو انہیں عجیب انداز میں لٹکے دیکھ کر

حیران رہ گئے۔

"یہ.... یہ.... یہ کیا؟"

"انہوں نے اسی طرح لٹک کے مجھے اوپر کھینچنے کی کوشش کی تھی.... لیکن میں اتنی اونچی چھلانگ نہ لگا سکا.... بس صرف فاروق کے پیروں کو چھو کر رہ گیا"۔

"ہوں.... پوری بات سنائیے"۔ شوکی بولا۔

"پہلے ہمیں نیچے آنے دیں"۔ آفتاب نے جھلا کر کہا۔

"اوہ ہاں! تم ایک ایک کر کے نیچے آ جاؤ.... ہم دبوچ لیں گے.... گھبرانے کی ضرورت نہیں"۔

اور وہ باری باری نیچے آ گئے.... اب انسپکٹر جمشید نے اپنی کہانی سنائی۔

"تب تو آپ چاروں نے کمال کر دیا.... اتنے شیروں کا مقابلہ کرنا تو شاید منور علی خان کے بس کی بات بھی نہیں تھی"۔ منور علی خان بولے۔

"لیکن حالات بھی تو دیکھیں۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

اب انہوں نے ان کے جسموں کی طرف توجہ دی.... انسپکٹر جمشید کے جسم کے قریباً سارے حصے سے خون رس رہا تھا.... جب کہ وہ تینوں بھی کم زخمی نہیں تھے.... لیکن اتنا ضرور ہوا تھا کہ شیر

اب ان سے بہت دور تھے۔

"اب ہم لکڑیاں مسلسل جلاتے رہیں گے اور گول دائرے میں سفر کریں گے.... یہ شیر ہمارے آگے آگے بھاگیں گے اور میرا خیال ہے کہ اس جنگل کا رخ کریں گے جس سے انہیں اس طرف ہانکا گیا ہے"۔ منور علی خان نے جلدی جلدی کہا۔

"آپ کا خیال بالکل درست ہے"۔

اب انہوں نے اس طرف سفر شروع کیا.... جس طرف شیر بھاگ رہے تھے.... انہیں کئی گھنٹے تک سفر کرنا پڑا.... پھر انہیں وہ قدرتی دروازہ نظر آ گیا.... جو اس وادی کو جنگل سے الگ کرتا تھا.... یہ ساتھ ساتھ اگے ہوئے درخت تھے.... جو ایک بہت طویل دیوار کی صورت میں چلے گئے.... ان میں سے آٹھ دس درخت گرا کر ایک لوہے کا بہت مضبوط دروازہ لگایا گیا تھا اور یہ دروازہ اس وقت بھی بند تھا.... دروازے کے نزدیک پہنچ کر شیر دیوار کے ساتھ ساتھ بھاگتے چلتے گئے اور وہ دروازہ کھول کر جنگل میں آ گئے۔

"اوہو! اس طرف تو سکون ہی سکون ہے.... شاید شیروں کے نہ ہونے کی وجہ سے"۔ منور علی خان بولے۔

"اور شاید ہم ایمزن کے جنگل میں ہیں.... یہ جنگل دریائے ایمزن کے کنارے واقع ہے.... دنیا کا طویل ترین جنگل کہہ سکتے ہیں

اسے.... یہ دریا بھی سمندر سے کم نہیں.... اور سمندر میں ہی جا گرتا ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"لیکن سوال یہ ہے کہ دشمنوں کا ہیڈ کوارٹر کہاں ہے"۔ محمود نے کہا اور اس کا سوال سن کر سب سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔

"دھت تیرے کی.... ابھی تک تو ہمیں یہ بھی پتا نہیں چلا کہ ہیڈ کوارٹر کہاں ہے.... اب کیا کیا جائے"۔

"عقل.... استعمال کی جائے"۔ شوکی نے کہا۔

"کیا مطلب.... کیا یہاں ہم عقل استعمال کیے بغیر ہی پہنچے ہیں"۔ آصف نے اسے گھورا۔

"نہیں! یہ بات نہیں.... لیکن اس سوال کا جواب ہم عقل دوڑا کر ہی معلوم کر سکتے ہیں.... جیسے پہلے ایک بار معلوم کیا تھا"۔

"گویا.... ہمیں ٹوری بان کے گھر کے افراد سے سراغ لگا پڑے گا"۔

"اوہ ہاں.... اسکے گھر والے اس سے ضرور بات چیت کرتے ہوں گے"۔

"اور اس کے لیے ہمیں انشارجہ کے دارالحکومت کا رخ کر ہو گا"۔

"اور ہم اس کا رخ یہاں سے بھی معلوم کر سکتے ہیں.... کیونکہ ہم جانتے تو ہیں.... تجربہ گاہ یہاں سے کس سمت میں ہے"۔

"بالکل ٹھیک"۔ وہ ایک ساتھ بولے۔

سمت کا حساب لگا کر وہ وہاں سے روانہ ہوئے.... جنگل کے جانوروں سے منور علی خان کی وجہ سے وہ بالکل محفوظ رہے.... شیر پہلے ہی ساتھ والی وادی میں ہانک دیئے گئے تھے.... لہٰذا جلد ہی انہیں شہر کے آثار نظر آنے لگے۔

"شہر میں صرف میں جاؤں گا"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"لیکن میں کیوں نہ جاؤں.... میں کسی ڈاکٹر سے اپنے زخموں کی مرہم پٹی بھی کرا لوں گا"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"اس طرح ہمارا سراغ لگا لیا جائے گا.... مرہم پٹی کا سامان میں لے آؤں گا"۔

"لیکن آپ اپنے ساتھ کسی نہ کسی کو ضرور لے جائیں"۔

"اچھی بات ہے.... خان رحمان میرے ساتھ چلیں گے.... منور علی خان جنگل کی وجہ سے یہیں رہیں گے"۔

"ضرور کیوں نہیں"۔ وہ مسکرائے۔

وہ اسی وقت شہر روانہ ہو گئے.... باقی لوگوں نے گھنے درختوں کے درمیان اس طرح ڈیرہ ڈال دیا.... جیسے وہ جدی پشتی شکاری

ہوں اور جنگل میں ہی زندگی گزارنا ان کا معمول ہو۔

ادھر ان دونوں نے شہر میں داخل ہونے سے پہلے میک اپ

کر لیا تھا.... کاغذات ان کے پاس پہلے ہی تھے.... اور میک اپ

پر لگی تصاویر کے مطابق کیا گیا تھا.... نقد رقم ان کے پاس تھی....

ہوتی تب بھی وہ کسی کا بٹوہ پار کر دیتے.... جلد ہی وہ ایک ٹیکسی

بیٹھے سڑکیں ناپ رہے تھے اور ڈرائیور حیران ہو رہا تھا۔

"ہم دراصل سیاح ہیں.... سائنس سے دلچسپی ہے....

یہاں کے سب سے بڑے سائنس دان کون ہیں؟" انسپکٹر کام

مرزا نے سرسری انداز میں کہا۔

"ٹوری بان"۔ اس نے کہا۔

"بہت خوب! آپ ہمیں ان کی تجربہ گاہ تک لے جا

ہیں"۔

"کوئی فائدہ نہیں"۔

"جی کیا مطلب؟"

"تین سال پہلے انہیں ایک مشن پر روانہ کر دیا گیا تھا

اب تک ان کی واپسی نہیں ہوئی"۔

"اوہ.... لیکن ان کے بیوی بچے تو وہاں رہتے ہوں گ

ہم ان سے کچھ سوالات کریں گے"۔

"بیوی بچے تو خیر شروع سے ہی ان کے ساتھ نہیں رہتے

وہ گاؤں الپس میں رہتے ہیں"۔

"اوہ! اور یہ گاؤں الپس یہاں سے کتنی دور ہے"۔

"ہوگا سو کلومیٹر"۔

"کیا خیال ہے.... وہاں ہو نہ آئیں"۔

"ٹیکسی میں جائیں گے"۔ ڈرائیور کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں! کیا حرج ہے"۔ خان رحمان نے کندھے اچکائے۔

"جیسے آپ کی مرضی.... مجھے بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے....

میں نہیں جانتا.... وہ آج کل وہاں ہیں یا نہیں"۔

"کوئی بات نہیں.... سیر ہی ہو جائے گی.... ہم نے آپ کو

ہے.... کہ ہم سیاح قسم کے لوگ ہیں"۔

"ٹھیک ہے.... کیا ابھی چلنا ہے"۔ اس نے کہا۔

"جی ابھی چلے چلتے ہیں"۔

اس نے گاڑی کا رخ موڑ لیا.... ایک گھنٹے کے سفر کے بعد

گاؤں الپس میں داخل ہوئے اور پتا پوچھ کر ٹوری بان کے گھر

پہنچے.... لیکن وہاں بڑا سا تالا ان کا منہ چڑا رہا تھا۔

"لیجیے صاحبان حد ہو گئی.... یہ لوگ بھی کہیں گئے ہوئے

"کوئی بات نہیں.... ہم ذرا ان کے پڑوسیوں سے پوچھ لی

ہیں"۔

انہوں نے دائیں بائیں پڑوسیوں سے پوچھا.... انہیں

گیا.... تین سال پہلے انہیں کہیں اور منتقل کر دیا گیا تھا.... یہ

تک معلوم نہیں ہو سکا کہ کہاں"۔

"اوہ!" دونوں دھک سے رہ گئے.... ڈرائیور گاڑی میں

ان کی طرف دیکھ رہا تھا.... وہ ان کے ساتھ گاڑی سے نہیں

تھا۔

"اس کا مطلب ہے.... اس بار انہوں نے یہ احتیاطی

پہلے ہی کر لی تھی.... کہ کہیں ہم توری بان کے گھر والوں کے ذر

ہیڈکوارٹر تک نہ پہنچ جائیں"۔ خان رحمان بولے۔

"اور میں کہتا ہوں.... آخر اس تجربہ گاہ کے نیچے ہیڈ

کیوں نہیں ہو سکتا"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"وہاں سرانگ موجود ہے"۔ خان رحمان بولے۔

"یہ اور اچھا ہے کہ وہاں سرانگ موجود ہے.... اس ک

یہ ہے کہ ہم اس پر قابو پا کر اس تجربہ گاہ کے نیچے ہیڈکو

تلاش کر سکتے ہیں"۔

"یہ ٹھیک رہے گا.... یہاں سے تو اب کچھ معلوم ن

گا"۔

یہ باتیں انہوں نے اردو میں کیں.... پھر پڑوسیوں سے
بولے۔

"کوئی خیال کہ ان کے گھر والے کہاں ہوں گے؟"

"نہیں جناب! کسی کو کچھ نہیں بتایا گیا تھا"۔

"اچھی بات ہے"۔

اور وہ واپس آ گئے.... اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچے تو ان
کے لٹکے ہوئے منہ دیکھ کر ہی وہ سمجھ گئے کہ بات بنی نہیں.... ان
کی دوڑ دھوپ کی کہانی سن کر ان کے بھی منہ لٹک گئے۔

"آخر ہیڈکوارٹر کا سراغ کیسے لگائیں"۔ آصف بولا۔

"یہ ہمارا کام نہیں"۔ محمود نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"فرزانہ' فرحت اور رفعت.... یہ بتائیں گی کہ ہم ہیڈکوارٹر
کا سراغ کس طرح لگائیں"۔ محمود نے کہا۔

سب کی نظریں ان پر جم گئیں.... ایسے میں منور علی خان
نے بوکھلا کر چاروں طرف دیکھا۔

○☆○

کان میں بات

سب کی نظریں ان پر جم گئیں۔

"آپ کو کیا ہوا؟"

"ہمارا سراغ لگا لیا گیا ہے.... اور اس جگہ کو گھیرے میں لا
جا رہا ہے"۔

"کمال ہے.... اس قدر جلد انہوں نے سراغ کس طرح لگا
لیا"۔ آفتاب بولا۔

"میرا خیال ہے.... ٹوری بان کے گاؤں میں کسی کی ڈیوٹی
لگائی گئی ہوگی کہ اگر کچھ غیر ملکی ٹوری بان کے گھر والوں کا سراغ
لگاتے ہوئے وہاں آ جائیں.... تو ان کے بارے میں فوراً اطلاع دی
جائے.... چنانچہ جونہی انسپکٹر کامران مرزا اور خان رحمان وہاں سے
روانہ ہوئے ہوں گے ان کی ٹیکسی کا نمبر اور ان کے حلیے پولیس
بتا دیے گئے ہوں گے.... ان حالات میں ان کے یہاں تک پہنچ
بھلا کیا مشکل ہے"۔

"اوہ! مارے گئے تب تو"۔ شوکی نے گھبرا کر کہا۔

"نہیں یار.... اتنی سی بات پر بھلا ہم مارے جاتے ہیں
کہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

اور پھر انہوں نے اپنا کام شروع کر دیا.... خان رحمان اور
منور علی خان دونوں نے گویا اب ان کی کمان سنبھال لی.... انہیں
درختوں پر اس طرح سیٹ کیا کہ دشمن کی اچھی طرح خبر لے
سکیں.... اس کے لیے انہوں کیا یہ کیا کہ ایک دائرے کی صورت
میں اپنے ساتھیوں کو درختوں پر سیٹ کیا.... اب دشمن پر وہ چاروں
طرف سے وار کر سکتے تھے.... اگرچہ ان کے پاس ابھی وار کرنے
کے لیے رائفلیں نہیں تھیں.... ہاں اس جگہ پتھر بکثرت تھے اور
اوپر چڑھنے سے پہلے انہوں جیبوں میں پتھر بھر لیے تھے.... جیبوں
کے علاوہ بھی جہاں کوئی پتھر رکھا جا سکتا تھا، رکھ کر اوپر لے جایا
گیا.... اس کے علاوہ منور علی خان نے نیچے رہ کر پتھر اوپر اچھالنا
شروع کر دیے.... اس طرح درختوں پر بے شمار پتھر سٹور کر لیے
گئے.... لیکن وہ جانتے تھے کہ جدید ترین اسلحے کی موجودگی میں ان
پتھروں کی بھلا کیا چلتی.... ان حالات میں وہ کچھ اور کر بھی نہیں سکتے
تھے۔

اور پھر انہوں نے دشمنوں کو آتے دیکھ لیا.... اپنے اندازے

کے مطابق وہ کچھ فاصلے پر رک گئے.... آنے والے پولیس کی
وردیوں میں تھے.... سب سے آگے ایک آفیسر تھا.... اس نے منہ
سے سپیکر لگایا اور بولا۔

"ہم جانتے ہیں' آپ لوگ یہاں چھپے ہوئے ہیں.... ان
درختوں پر.... آپ اس قدر بڑی تعداد میں پولیس کا مقابلہ نہیں کر
سکتے.... لہٰذا بلاوجہ اپنی جانوں کو خطرے میں نہ ڈالیں.... ہم آپ کو
صرف گرفتار کریں گے اور حکام بالا کے سامنے پیش کر دیں گے....
وہ جانیں.... اور آپ جانیں"۔

"خاموش!" انسپکٹر کامران مرزا نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر
انہیں اشارہ کیا۔

ادھر وہ کہہ رہا تھا۔

"لیکن اگر آپ لوگ درختوں سے اتر کر سامنے نہ آ گئے تو
پھر ہم چاروں طرف سے فائرنگ کریں گے.... یہی مسٹر ابطال کی
ہدایات ہیں.... اگر آپ لوگ نہ مانیں تو بھون دیئے جائیں.... وہ
اب تک آپ لوگوں سے تنگ آ چکے ہیں.... اور اب آپ کا وجود
برداشت نہیں کر رہے.... اس سے پہلے وہ آپ لوگوں کو ڈھیل
دیتے رہے ہیں.... لیکن اب انہوں نے اپنے تینوں ساتھیوں کے
ساتھ مشورہ کیا ہے اور اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ آپ لوگوں کا وجود

انتہائی خطرناک ہے.... لہٰذا آپ لوگوں کو ختم کر دینا بہتر ہے"۔

وہ مسکرا دیئے.... ابھی تھوڑی دیر پہلے تو کہہ رہا تھا کہ اس کو
حکم ملا ہے.... انہیں گرفتار کر کے حکام بالا تک پہنچا دیا جائے....
اب کہہ رہا تھا کہ انہیں مکمل طور پر ختم کر دینے کے احکامات ملے
ہیں"۔

"محمود کا جی چاہا.... وہ اس سے سوالات کرے.... لیکن
انہیں خاموش رہنے کا حکم ملا تھا.... وہ ان درختوں کو گھیرے میں تو
پہلے ہی لے چکے تھے.... اب درختوں کی اوٹ لینے لگے.... تاکہ ان
کی فائرنگ سے محفوظ رہ سکیں.... گویا دشمن کو کم از کم یہ نہیں
معلوم تھا کہ ان کے پاس اسلحہ ہے یا نہیں اور ہے تو کس حد
تک.... لہٰذا وہ اب بھی چپ سادھے بیٹھے رہے.... اب سب کے
ہاتھوں میں ایک ایک پتھر تھا۔

"فائر"۔ آفیسر نے حکم دیا۔

اور چاروں طرف سے گولیاں برسنے لگیں.... درختوں کی
شاخیں.... پتے اور پھل ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے.... جنگل جہاں
فائرنگ کی آواز سے گونج اٹھا.... وہاں پرندوں کے شور سے بھی گونج
اٹھا.... درندوں میں بھاگ دوڑ مچ گئی تھی.... اور اس طرح جنگل
میں عجیب منظر تھا۔

فائرنگ کا ایک راؤنڈ پورا ہوا تو تھوڑی دیر کے لیے خاموشی چھا گئی.... ایسے میں اس آفیسر نے پھر کہا۔

"اب بھی وقت ہے.... خود کو ہمارے حوالے کر دیں.... ورنہ' وہ فائرنگ ہو گی کہ یہ درخت آپ لوگوں کو نہیں بچا سکیں گے"۔

وہ اب بھی خاموش رہے۔

"سر! شاید وہ لوگ یہاں نہیں ہیں.... ہماری آمد سے پہلے ہی کہیں ادھر ادھر ہو گئے ہیں"۔

"خاموش!" آفیسر غرایا.... اور ماتحت سہم گیا۔

ایک بار پھر اندھا دھند فائرنگ شروع ہو گئی۔

"میں سمجھ گیا.... ہمارا کام آسان ہو گیا"۔ آفیسر نے خوش ہو کر کہا۔

"جی کیا مطلب سر.... آپ کیا سمجھ گئے؟"

"یہ لوگ ہیں تو درختوں پر.... لیکن ان کے پاس اسلحہ نہیں ہے.... ورنہ یہ فائرنگ ضرور کرتے.... آؤ درختوں کے نیچے پہنچ کر دیکھتے ہیں وہ اس طرح چھپے نہیں رہ سکیں گے.... اس صورت میں ان کا نشانہ لے کر فائرنگ کریں گے"۔

اب وہ بے فکر ہو کر درختوں کے پیچھے سے نکل آئے اور

ان درختوں کی طرف بڑھنے لگے.... جن کے اوپر وہ تھے.... گویا اب وہ پوری طرح ان کے نشانوں پر آ چکے تھے.... ایسے میں خان رحمان نے انہیں اشارہ کیا اور دشمن کے سروں پر پتھر برسنے لگے.... نشانہ لے کر انہوں نے پتھر مارے تاکہ کوئی پتھر ضائع نہ جائے.... اس وقت ان کے لیے یہ پتھر گولیوں سے بھی زیادہ قیمتی تھے۔

دشمن تڑاتڑ گرے.... ان میں سے زیادہ تر کے سر کھل گئے.... ان سے خون بہنے لگا.... جنگل کی زمین ان کے خون سے رنگین ہونے لگی.... جو بچ گئے' وہ بدحواس ہو کر بھاگے.... لیکن ان بھاگتے ہوئے دشمنوں کو بھی نشانہ پر لے لیا گیا.... اور پتھروں نے انہیں بھی ڈھیر کر دیا.... دیکھتے ہی دیکھتے دو سو کے قریب پولیس مین.... ان کے سامنے زخمی پڑے تھے.... یہاں تک کہ ان کا آفیسر بھی بچ نہ سکا.... اب وہ سب نیچے اترے۔

"آپ ہمیں ختم کرنے آئے تھے.... اور دو رخی بات کر رہے تھے.... یعنی جھوٹ بول رہے تھے.... جب ہمیں ختم کرنے کا حکم ملا تھا تو آپ کیوں ہمیں زندہ گرفتار کر کے حکام بالا کے حوالے کرتے"۔ یہ کہتے ہوئے انسپکٹر جمشید نے اس کا پستول اس کی کن پٹی پر رکھ دیا اور پھر سرد آواز میں بولے۔

"تم لوگ ہمیں ہلاک کرنا چاہتے تھے.... اللہ تعالیٰ نے ہمیں بچا لیا.... اب تم ہماری زد پر ہو.... تم اس قابل ہو کہ ہم تم سب کو گولیوں سے چھلنی کر دیں.... لیکن میں تم لوگوں کو صرف ایک موقع دوں گا.... اگر میری بات کا جواب مل گیا تو ٹھیک.... ورنہ"۔

"ورنہ کیا؟"

"پہلے سوال سن لو.... ورنہ کے بعد والی بات میں بعد میں بتاؤں گا"۔

"کیا کہنا چاہتے ہیں" آفیسر نے ڈرے ڈرے انداز میں کہا۔

"یہ کہ.... سراکک کی رہائش کہاں ہے.... پتا لکھوا دیں"۔

"C-109 گلی دو"۔

"اور موتال کی"۔

"ان کی رہائش دارالحکومت میں ہے ہی نہیں"۔

"اچھا روگان کی"۔

"وہ یہاں کب رہتے ہیں.... وشاس میں رہتے ہیں"۔

"ہوں.... تم نے سچ کہا.... اس کا مطلب ہے.... C-109 درست ہے.... لیکن اگر درست پتا نہ ہوا تو.... اس کا انجام بھی بھیانک ہو گا.... منور علی خان اس شخص کو اپنے شکنجے میں کس لیں تا کہ ایک بڑی فوج بھی آ جائے تو اس کو چھڑا نہ سکے.... اور

جان لے کہ جھوٹ کا انجام کیا ہو گا"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے جلدی جلدی کہا۔

"نن.... نہیں.... نہیں.... یہ جھوٹ نہیں ہے"۔

"شکنجے میں کس دو.... اس طرح کہ پولیس اور فوج اس کی مدد کرنا چاہیں تو بھی نہ کر سکیں اور صرف تم اسے اس شکنجے سے نجات دلا سکو"۔

"یہ کیا مشکل ہے"۔ منور علی خان مسکرائے۔

پھر انہوں نے اپنے شکاری تھیلے میں سے شکنجہ نکالا اور اس کی دونوں ٹانگوں میں فٹ کر دیا۔

"اب کوئی اس شکنجے کو کھولنے کے لیے ہاتھ بھی لگائے گا تو یہ چلائے گا.... نہ.... نہ.... ہاتھ نہ لگاؤ"۔ منور علی خان ہنسے۔

"ذرا تجربہ کر لو بھئی"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

محمود نے آگے بڑھ کر شکنجہ کھولنے کی کوشش شروع کی ہی تھی کہ وہ بلند آواز میں چلا اٹھا۔

"نہ.... نہ.... اسے ہاتھ نہ لگاؤ"۔

"بہت خوب! یہ ہوئی نا بات.... مسٹر آفیسر اب یہ بات تم جان چکے ہو گے کہ تمہارے ملک کے لوگ تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتے.... وہ چاہے آ کر ہمیں ختم کر دیں.... لیکن تم تو مارے گئے....

کیونکہ منور علی خان کو اگر کچھ ہو گیا تو یہ شکنجہ بھی نہیں کھل سکے گا"۔

"نن نہیں"۔

"اب نہیں یا ہاں کہنے سے کچھ نہیں ہو گا.... ہمیں سرا کٹ کا بالکل درست پتا چاہیے.... جہاں اس سے ملاقات ہو سکے.... اگر ملاقات نہ ہوئی تو یہ شکنجہ بھی نہیں کھلے گا.... اب فیصلہ کرنا تمہارا کام ہے"۔

"A-312 نیزان"۔

"اب امید ہے.... بلکہ سو فیصد امید ہے کہ پتا یہی ہو گا.... اور اس کا مطلب ہے، پہلے تم نے بالکل غلط پتا بتایا تھا"۔

"ہاں!" اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"شکریہ دوست.... تم نے ہمارا کام آسان کر دیا.... واپس آنے پر میں تمہارا شکنجہ ضرور کھول دوں گا.... آپ لوگ اب [illegible] کریں گے.... میں تو ذرا سرا کٹ کے پاس دو دو باتیں کرنے جا [illegible] ہوں"۔

"آپ اکیلے نہیں جا سکتے"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"تب پھر.... کیا خان رحمان کو ساتھ لے جاؤں"۔

"خان رحمان سرا کٹ سے مقابلے کے لیے مناسب نہیں

رہیں گے.... مجھے ہی جانا ہو گا"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"لیکن آپ تو بری طرح زخمی ہیں"۔

"کوئی پروا نہیں"۔ وہ بولے۔

"میں اس کا مشورہ نہیں دوں گا.... آپ یہیں ٹھہریں.... ابھی یہاں بھی تو جنگ کرنا ہو گی.... جب ان لوگوں کی طرف سے کوئی اطلاع نہیں ملے گی تو پھر اور پولیس آئے گی.... بلکہ فوج بھی آئے گی"۔

"ہاں! وہ تو خیر آئے گی.... لیکن اس وقت تک شاید ہم اس جگہ کو چھوڑ دیں گے"۔

"اور کہاں چلے جائیں گے"۔

"شیروں کی وادی میں.... اب ہم فوج کے مقابلے میں شیروں کو لائیں گے"۔ منور علی خان بولے۔

"اوہ نہیں" وہ چونکے۔

"کیوں.... نہیں کیوں"۔

"آپ شیروں کو بھلا ان کے مقابلے میں کس طرح لائیں گے"۔ شوکی نے حیران ہو کر کہا۔

"یہ میرا کام ہے.... تم فکر نہ کرو"۔

"ٹھیک ہے منور علی خان.... ان زخمیوں کو یہیں چھوڑ کر

صرف اس آفیسر کو ساتھ لے کر... تم شیروں کی وادی میں چلے جاؤ... زندگی رہی تو وہیں سب سے ملاقات ہو گی... ہم اور انسپکٹر جمشید سرالک سے ملاقات کرنے جا رہے ہیں... اب یا تو ہیڈ کوارٹر کا پتا چلائیں گے یا جانیں دے دیں گے... یوں بھی اپنے ملک جا کر اب ہم کیا کریں گے... اگر ان کے لیے سورج کی روشنی کا انتظام نہ کر سکے"۔

"ٹھیک ہے"۔ وہ بولے۔

تھوڑی دیر بعد انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا نے حلیوں میں مناسب تبدیلی کر کے وہاں سے رخصت ہو رہے تھے... ان کے چاروں طرف دشمن زخمی پڑے تھے... ان کے ساتھی انہیں ہاتھ ہلا ہلا کر رخصت کر رہے تھے اور وہ بھی پلٹ پلٹ کر ہاتھ ہلا دیتے... ایسے میں نہ جانے کیوں سب ساتھیوں کی آنکھوں میں آنسو آ گئے... ان کی یہ مہم حد درجے خطرناک تھی... سرالک سے مقابلہ آسان نہیں تھا... اس کے جسم پر تو بم بھی اثر نہیں کرتا تھا... گولیوں کی تو بات ہی کیا تھی... لیکن ان سب باتوں کے باوجود انہیں جانا تھا... اس کا مقابلہ کرنا تھا... اور اس ہیڈ کوارٹر کا پتا معلوم کرنا تھا... راستے میں انسپکٹر جمشید بولے۔

"ہم صرف اس کی نگرانی کیوں نہ کریں"

"اس طرح وہ جانے کب ہیڈ کوارٹر جائے... جائے بھی یا نہیں... اس کے جانے کے انتظار میں تو ہم ہو جائیں گے بوڑھے"۔

"خیر دیکھتے ہیں... کیا ہو رہا ہے... وہ وہاں ملتا بھی ہے یا نہیں"۔

شہری حدود میں پہنچ کر انہوں نے ایک ٹیکسی پکڑی اور صرف نیومان کا نام لیا... ڈرائیور نے گاڑی آگے بڑھا دی... پینتالیس ...ٹ بعد اس نے کہا۔

"نیومان آ گیا ہے سر... اب کہاں چلنا ہے"۔

"بس! ہمیں یہیں اتار دیں"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"لیکن سر... یہاں سے آپ کو کوئی ٹیکسی نہیں ملے گی... ...لاور تک پیدل جانا پڑے گا"۔

"اچھا تو ہمیں وہاں تک لے چلیں جہاں سے ہمیں ٹیکسی مل ..."۔

"تو یہ بھی تو ٹیکسی ہے... آپ مجھے حکم دیں... میں آپ کو ...تا ہوں"۔

"خیر یونہی سہی... ہمیں 300 نیومان جانا ہے"۔ انسپکٹر ...رزا نے کچھ سوچ کر کہا۔

اور پھر ڈرائیور نے انہیں 300 نمبر کوٹھی کے سامنے
دیا.... انہوں نے اس کا بل ادا کر دیا تو وہ بولا۔

"کیا آپ کو واپس بھی جانا ہے"۔

"ابھی نہیں.... ہمیں وقت لگے گا"۔

"تو کیا ہوا.... میں انتظار کر سکتا ہوں"۔

"نہیں.... ہمیں بہت زیادہ دیر ہو جائے گی.... آپ جا
ہیں"۔

"دیکھ لیں صاحب"۔ اس نے کہا۔

"کیا دیکھ لیں"۔

"یہاں سے شہر کے لیے ٹیکسی نہیں مل سکے گی"۔

"پروا نہیں.... ہم اپنا کام چلا لیں گے"۔ وہ مسکرائے۔

اور ڈرائیور چلا گیا.... جب ٹیکسی نظروں سے اوجھل
گئی.... تو وہ نمبر پڑھتے ہوئے آگے بڑھنے لگے.... بڑھتے گ
یہاں تک کہ 312 نمبر کوٹھی کے سامنے جا کر رکے.... دونوں
ایک دوسرے کی طرف دیکھا.... ایک لمحے کے لیے ان کے
دھڑکے۔

"یقین نہیں آ رہا کہ ہم اس قدر آسانی کے ساتھ
کے گھر پہنچ سکتے ہیں"۔

"ہو سکتا ہے.... اس آفیسر نے شکنجے میں کسے جانے کے
ور جھوٹ بولا ہو"۔

"خیر.... دیکھتے ہیں"۔ یہ کہ کر انسپکٹر کامران مرزا نے دستک

جلد ہی دروازہ کھلا اور ایک ادھیڑ عمر کے ملازم نے بوکھلا کر

"آپ لوگ کون ہیں اور کیا بات ہے"۔

"ہمیں مسٹر سرالک سے ملنا ہے"۔

"آپ کے کارڈز"۔ اس نے کہا۔

"ہاں ضرور کیوں نہیں"۔

انہوں نے اپنے کارڈ نکال کر دے دیئے.... وہ کارڈ لے کر
گیا.... جلد ہی اس کی واپسی ہوئی۔

"صاحب کہ رہے ہیں.... وہ آپ کو نہیں جانتے.... لہٰذا یہ
آپ کس لیے آئے ہیں"۔

انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا کے بارے میں ایک
لے کر آئے ہیں.... بس اتنا بتا دیں"۔

"بہتر"۔ یہ کہ کر وہ واپس چلا گیا۔

اس بار اس کی واپسی فوراً ہوئی.... اور وہ انہیں اندر لے

کیا..... گھر شاہانہ طریقے پر سجایا گیا تھا..... قالین بہت موٹا تھا ا
صوفے بھی ایسے کہ آدمی ان میں دھنستا چلا جائے..... ابھی وہ بیٹھ
بھی نہ پائے تھے کہ سرالک کی چہکتی آواز سنائی دی۔

"پیغام سنتے ہی میں سمجھ گیا تھا کہ آپ دونوں خود آ
ہیں"۔

"شکریہ مسٹر سرالک"۔ وہ پرسکون آواز میں ان کی طر
مڑے۔

"اور یہاں تک آپ صرف ہیڈکوارٹر کے بارے میں پو
آئے ہیں"۔ وہ مسکرا کر بولا۔

"ہاں بالکل"۔

"کیا آپ کے خیال میں میں بتا دوں گا"۔

"ہو سکتا ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"نہیں..... یہ نہیں ہو سکتا..... ہم اپنی اتنی بڑی کامیا
خاک میں نہیں ملا سکتے..... جان دے سکتے ہیں لیکن آپ دونو
کر میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے..... جان دینے کا کیا سوال ہے"۔

"سورج کی روشنی پر سب لوگوں کا برابر حق ہے.....
لوگ ہم مسلمانوں کو کیوں سورج کی روشنی سے محروم کرنا
ہیں..... آخر آپ کو اس سے کیا مل جائے گا"۔

"یہ پوچھیں کیا نہیں مل جائے گا"۔ سرالک ہنسا۔

"آخر کیا..... یہ بھی تو بتائیں نا"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"ایک بڑی بات تو یہ کہ اسلامی ملک بے موت مر رہے
ہیں..... کیا میں ان کی حالت دکھاؤں' آپ لوگوں کو"۔

"بعد میں دیکھیں گے..... پہلے بات مکمل کر لیں"۔ انسپکٹر
کامران مرزا نے منہ بنایا۔

"اچھا خیر..... تمام اسلامی ملک بے موت مر جائیں گے.....
انہیں ہلاک کرنے کے لیے ہمیں اربوں بلکہ کھربوں ڈالر کا اسلحہ
ضائع نہیں کرنا پڑے گا..... لیکن اس سے بھی بہت بڑا فائدہ ایک
اور حاصل ہو گا..... اس فائدے کی طرف ابھی تک کسی اسلامی ملک
کا ذہن نہیں گیا"۔

"اور وہ کیا؟" دونوں نے بے قرار ہو کر ایک ساتھ کہا۔

"یہ کہ ہم نے محسوس کیا تھا..... غیر مسلم قومیں بہت تیزی
سے مسلمان ہوتی جا رہی ہیں..... اگر یہی حال رہا تو شاید جلد پوری
دنیا مسلمان ہو جائے گی..... اور پھر ہمیں کوئی نہیں پوچھے گا..... پھر
ہمارا سکہ نہیں چلے گا..... لہٰذا یہ کام کیا گیا..... اب جب سے
مسلمان ممالک سے سورج کی روشنی غائب کی گئی ہے ان کی حالت
دیکھ کر غیر مسلم ہنس رہے ہیں تو ایسے میں مسلمان ہونا کون پسند

کرے گا.... مسلمان ہونے کا سلسلہ بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رک گیا ہے.... اور جو مسلمان ہیں.... وہ بھی ختم ہونے کے قریب ہیں.... یہ تھا ہمارا اصل مقصد.... جس میں ہم مکمل طور پر کامیاب ہو چکے ہیں.... مسلم دنیا آخری دموں پر ہے.... آئیں.... آپ کو بھی نظارہ دکھا دوں"۔

یہ کہہ کر سرالک اٹھا اور ٹی وی کے پاس چلا گیا اس نے چند بٹن دبائے.... فوراً ہی انشارجہ ٹی وی سٹیشن لگ گیا.... اس پر مسلم ممالک کی حالت زار بتائی جا رہی تھی.... شاید یہ کام خاص طور پر کیا جانے لگا تھا.... ان کے سامنے اپنے ملک کے لوگ آ گئے.... ان کی حالت دیکھ کر وہ کانپ اٹھے.... وہ ہڈیوں کے ڈھانچے بن چکے تھے.... ان میں چلنے پھرنے کی سکت نہیں رہ گئی تھی.... درخت سوکھ چکے تھے.... کھیت خشک ہو چکے تھے.... مویشی دودھ دینا چھوڑ چکے تھے.... لوگ بھوکوں مر رہے تھے مال دار ترین لوگ بھی دانے دانے کو ترس رہے تھے.... گاڑیاں بے کار کھڑی تھیں.... کاروبار ختم ہو چکے تھے.... زندگی سسک رہی تھی.... گویا آخری سانس لے رہی تھی۔

ان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے.... نہ جانے ایسے میں انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا کو کیا ہوا.... یہ غصہ تھا یا کیا تھا....

دونوں یک دم اچھلے اور سرالک پر جا پڑے.... انہوں نے سرالک کو لاتوں اور مکوں پر رکھ لیا.... لیکن فوراً ہی وہ گویا ہوش کی دنیا میں آ گئے.... جوش کے میں انہوں نے لاتیں اور مکے تو اس پر برسا دیئے تھے.... لیکن یہ بھول گئے تھے کہ وہ پتھر کی طرح سخت ہے.... اس پر تو بم اثر نہیں کرتے.... گولیاں ضائع جاتی ہیں.... ان کے ہاتھوں اور پیروں سے بھلا وہ کب اثر لے گا.... انہیں ہوش اس وقت آیا جب وہ ہاتھوں اور پیروں پر بری طرح چوٹیں کھا چکے تھے۔

وہ گھبرا کر پیچھے ہٹ گئے۔

"کیوں.... تھک گئے؟"

"جوش میں ہمیں یاد نہیں رہا کہ آپ تو فولادی انسان ہیں۔"

"کوئی بات نہیں.... اب تو یاد آ گیا نا.... اگر مقابلے کی کوئی حسرت رہ گئی ہو تو کھلے میدان میں چلتے ہیں.... میری کوٹھی کے اس طرف گھاس کا خوبصورت قطعہ ہے.... اس پر لڑنا پسند کریں گے۔"

"ہاں ضرور.... کیوں نہیں.... اب آئے ہیں تو دو دو ہاتھ تو کر کے.... لیکن کیا اس سے پہلے آپ ہمیں ہیڈ کوارٹر کا پتا بتا دیں گے"

"اگر میں بتا بھی دوں.... تو بھی آپ لوگ ہیڈکوارٹر کو تباہ نہیں کر سکیں گے"۔

"وہ کیسے"۔ وہ ایک ساتھ بولے۔

"ایک تو ہیڈکوارٹر اس جگہ ہے.... جہاں راکڈوم کے بغیر پہنچا نہیں جا سکتا.... دوسرے اگر ہم آپ لوگوں کو راکڈوم کے ذریعے وہاں لے جائیں تو بھی آپ ہیڈکوارٹر کو تباہ نہیں کر سکیں گے"۔

"آخر کیوں.... اس کی بھی وضاحت کریں"۔

"افسوس.... میں وضاحت نہیں کر سکتا"۔

"اچھا یہ بتا دیں.... ہیڈکوارٹر ہے کہاں.... جب ہم راکڈوم کے بغیر وہاں جا نہیں سکتے تو پھر بتا دینے میں کیا حرج ہے"۔

"نہیں بتا سکتا.... معاہدہ کر چکا ہوں"۔

"آپ راکڈوم کہاں رکھتے ہیں"۔

"ایک کنوئیں میں.... لیکن یہ نہیں بتاؤں گا.... وہ کنواں کہاں ہے"۔

"اچھا چلئے.... باغ میں چلتے ہیں.... مقابلہ تو اب کرنا ہو گا.... یا آپ ہمیں جانے کی اجازت دیتے ہیں"۔

"میری طرف سے کوئی رکاوٹ نہیں.... آپ خوشی سے جا

سکتے ہیں"۔

"نہیں! ہمارے ساتھی کیا کہیں گے"۔

"جیسے آپ کی مرضی.... اور اگر آپ لوگ میرے ہاتھوں مارے گئے تو آپ کے ساتھی کیا کہیں گے"۔

"اس صورت میں وہ فخر کریں گے"۔ وہ مسکرائے۔

"آیئے"۔ اس نے منہ بنا کر کہا۔

وہ انہیں عمارت کے عقب میں لے آیا.... یہاں واقعی گھاس کا ایک بہت کھلا میدان تھا اور اس کے چاروں طرف اونچی دیواریں تھیں۔

"ہمارے درمیان جو لڑائی ہو گی.... اس لڑائی کو دیکھنے والا کوئی نہیں ہو گا اور اس طرح مجھے مزا نہیں آتا.... کیوں نہ میں اپنے بیوی بچوں کو بلا لوں"۔

"ہمیں کوئی اعتراض نہیں"۔

"ایک منٹ.... میں ابھی آیا"۔

یہ کہہ کر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا چلا گیا.... تین منٹ بعد وہ واپس آیا تو ایک عورت تین بچوں کے ساتھ اس کے پیچھے آتی نظر آئی.... ان میں دو لڑکیاں اور ایک لڑکا تھا۔

"یہ میری مسز ہیں.... اور یہ میرے بچے"۔

"آپ سب سے مل کر خوشی ہوئی"۔

"ہمیں بھی اور یہ جان کر اور بھی خوشی ہوئی کہ پاپا آپ لوگوں کی مرمت کریں گے"۔

"چلیے.... آپ تو خوش ہو جائیں گے نا"۔

"پاپا ہمیں ایسے نظارے دکھاتے ہی رہتے ہیں.... یہ ان کے لیے کوئی نئی بات نہیں ہے"۔

"ہوں خیر.... اب آپ لوگ اس طرف بیٹھ جائیں.... اور لڑائی دیکھیں.... لڑائی بالکل خاموش رہ کر دیکھیں گے.... درمیان میں بولیں گے نہیں"۔

"کیوں پاپا"۔

"میں نے آج تک جتنے لوگوں سے بھی جنگ کی ہے.... یہ ان میں سب سے زیادہ خطرناک ہیں.... لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ میں ان سے شکست کھا جاؤں گا.... نہیں، میں انہیں نہایت آسانی سے شکست دے دوں گا"۔

"پاپا.... ان کی شکست کے بعد آپ ہمیں سیر کرائیں گے نا.... راکڈوم میں...."

"خاموش!" سرانک نے چلا کر کہا۔

"لیکن.. کیا ہوا پاپا"۔

"سیر ضرور کراؤں گا.... لیکن اگر آپ درمیان میں بولے تو پھر نہیں کراؤں گا"۔

"او کے پاپا.... اب ہم نہیں بولیں گے"۔

اور سرانک ان کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

"ایک بات کی وضاحت اب تک نہیں ہو سکی۔ ایسے میں" انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"اور وہ کیا؟"

"آخر سورج کی روشنی کو مسلم ممالک کے لیے کس طرح روکا گیا ہے"۔

"اس کا جواب آپ کو صرف ٹوری بان دے سکتے ہیں.... یہ ان کا کام ہے.... اور ٹوری بان ہیڈکوارٹر میں ہیں.... وہ وہاں سے نہیں آ سکتے.... جب تک کہ تمام مسلمان بالکل ختم نہ ہو جائیں.... ہاں، ایک بات میں جانتا ہوں.... انہوں نے ایک عجیب و غریب دھات ایجاد کی تھی.... پھر اس دھات کے بڑے بڑے پرت بنوائے تھے.... ڈھال کی شکل کے پرت"۔

"کیا کہا"۔ دونوں ایک ساتھ چلائے۔

"کیوں کیا ہوا؟"

"سمندر میں جب ہم اس ٹرنولنگ جزیرے کو تلاش کر رہے

تھے تو ان پرتوں کے ذریعے ہم پر حملہ ہوا تھا.... اور یہ حملہ حد درجے خوفناک تھا.... وہ بہت بڑے بڑے پرت تھے"۔

"ہاں میں انہیں پرتوں کی بات کر رہا ہوں.... ان پرتوں میں اس نے مقناطیسی قوت پیدا کی.... بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ مقناطیسی قوت اس دھات میں پیدا ہو گئی تھی.... ان کی بناوٹ کچھ اس طرح رکھی گئی کہ ان کے دو حصے آپس میں مل کر چپک جاتے.... یعنی مقناطیسی قوت سے.... پھر اس نے یہ کیا کہ سورج کے سامنے چند پرت فضا کی طرف اڑائے.... لہروں کا ایک نظام قائم کیا.... ان لہروں کا کام یہ تھا کہ ان پرتوں کو کھینچ کر سورج کے بالکل سامنے لے جاتے ہیں اور وہاں سے مقناطیسی قوت کی وجہ سے آپس میں جڑتے چلے جاتے ہیں.... اس طرح سورج کے آگے ایک ڈھال سی بن گئی ہے.... اب آپ لوگ کہیں گے.... سورج تو بہت بڑا ہے.... اس قدر بڑے اور زیادہ پرت کس طرح بنائے گئے.... تو اس کام میں کئی سال لگے ہیں اور ان گنت پرت سورج کے سامنے صرف اس حصے کی حد تک موجود ہیں.... جو حصہ اسلامی ملکوں میں دھوپ نہ جانے دے.... مزے کی بات یہ کہ ان پرتوں کو لہروں کے ذریعے حرکت دی جا سکتی ہے.... لہروں کے ذریعے ہی پرت نیچے گرائے جا سکتے ہیں"۔

"ہاں! یہ نظارہ ہم نے دیکھا ہے"۔

"بس وہ اس ہیڈکوارٹر سے ان پرتوں کو کنٹرول کرتا ہے.... اب صرف ایک آدھ ماہ اس کا کام رہ گیا ہے.... اسلامی ملک زبردست قحط کا شکار ہو چکے ہیں.... ان کا بہت بڑا حصہ موت کے گھاٹ اتر چکا ہے.... جو باقی ہے.... وہ بھی کب تک رہے گا"۔

سراکے یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گیا.... ایسے میں انسپکٹر جمشید نے انسپکٹر کامران مرزا کے کان میں ایک بات کہی۔

وہ زور سے اچھلے۔

○☆○

نف....نف

سرامک زور سے چونکا.... اس سے پہلے کہ.... ان سے

پوچھتا.... وائرلیس پر اشارہ موصول ہوا.... سیٹ اس نے اپنی

کے ساتھ باندھا ہوا تھا۔

"یس"۔ اس نے بٹن آن کرتے ہوئے کہا۔

"سر! جنگل سے کچھ مہمان لائے گئے ہیں.... آپ کی

کے باہر ہیں"۔

"اوہ اچھا"۔ یہ کہہ کر اس نے سیٹ بند کر دیا اور اپنے

بیٹے سے بولا۔

"دروازے پر کچھ مہمان آئے ہیں.... انہیں یہیں

آؤ.... وہ بھی یہ مقابلہ دیکھ لیں گے"۔

"یس پاپا"۔ اس نے کہا اور باہر کی طرف دوڑ لگا دی۔

جلد ہی کچھ لوگ ایک بہت بڑے بیگ کو اٹھائے ہوئے

آئے۔

"ارے! یہ کیا.... پولیس چیف نے تو مجھے اطلاع دی تھی.... کہ کچھ مہمان آئے ہیں.... یہ تو کوئی بہت بڑا بیگ ہے"۔ سرامک بولا۔

"مہمان اسی میں ہیں سر"۔

"لیکن یہ مہمانوں کو لانے کا کون سا طریقہ ہے"۔

"پولیس چیف کا کہنا ہے یہ مہمان اسی طرح لائے جا سکتے ہیں"۔

"نکالو بھئی.... کھولو"۔ سرامک بولا۔

ادھر وہ دونوں بھی پریشان ہو گئے.... تھیلے کا منہ کھولا گیا تو اس میں سے ان کے باقی تمام ساتھی باہر نکل آئے۔

"یہ.... یہ.... یہ کیا.... یہ تو آپ دونوں کے باقی ساتھی ہیں"۔

"ہاں! ہم انہیں جنگل میں چھوڑ آئے تھے"۔

"چلو یہ اچھا ہوا.... اب یہ بھی یہ لڑائی دیکھ سکیں گے"۔

"آپ لوگ کیسے ان کے قابو میں آ گئے"۔

"پولیس چیف نے دھوکا دیا"۔ محمود شرمندہ ہو کر بولا۔

"کیا مطلب؟" وہ چونک اٹھے.... سرامک بھی کیا مطلب کہے بغیر نہ رہ سکا۔

"جنگل میں چاروں طرف سپیکر پر اعلان کیا گیا کہ آپ لوگ جہاں کہیں چھپے ہیں آ جائیں.... آپ کو کچھ نہیں کہا جائے گا.... آپ کے دونوں ساتھی سرالک صاحب کے پاس پہنچ گئے ہیں.... اور اب ان سے ایک باقاعدہ معاہدہ طے کیا جا رہا ہے.... لہٰذا لڑنے بھڑنے کی ضرورت نہیں رہ گئی"۔

"اوہ.... مسٹر سرالک.... آپ لوگ اس قدر دھوکے باز ہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے حد درجے ناخوشگوار انداز میں کہا۔

"مجھے افسوس ہے.... لیکن میں نے ایسی ہدایت نہیں دی تھی"۔

"لیکن ہمارے یہاں تک پہنچ جانے کی اطلاع تو آپ نے ہی پولیس چیف کو دی ہو گی"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"یہ کام میں نے ضرور کیا ہے.... میں نے آپ دونوں سے ملاقات سے پہلے ہی میجک آئی سے آپ کو دیکھ لیا تھا اور میں پہچان لیا تھا.... لہٰذا میں نے فوراً پولیس چیف کو فون کیا.... اور اپنے اندازے کے مطابق اسے جنگل کی طرف توجہ دینے کے لیے کہا.... اس دوران میں اسے یہ بھی بتا بیٹھا کہ آپ دونوں میرے پاس پہنچ چکے ہیں"۔

"لیکن مسٹر سرالک.... آخر یہ اپنے دشمنوں کو لانے کا

سا طریقہ ہے.... انہیں بھیڑ بکریوں کی طرح لایا گیا ہے"۔

"اس پر مجھے خود افسوس ہے"۔

"خالی افسوس! ہم دیکھ رہے ہیں.... آپ نے پولیس چیف کو ذرا بھی سخت سست نہیں کہا"۔ انسپکٹر جمشید نے جھلا کر کہا۔

"میں ابھی اس کی خبر لیتا ہوں"۔

یہ کہہ کر اس نے وائرلیس کا بٹن آن کیا اور اشارہ دینے لگا.... ادھر انسپکٹر جمشید نے فرزانہ کو اشارہ کیا.... وہ فوراً ان کے پاس سرک آئی۔

"جو میں کہہ رہا ہوں' اسے غور سے سنو.... وقت کم ہے.... اس وقت وہ وائرلیس کی طرف متوجہ ہے' لیکن ہماری طرف بھی دیکھ رہا ہے.... یوں ظاہر کرو جیسے میں بس تمہاری خیریت پوچھ رہا ہوں"۔

ان الفاظ کے بعد انہوں نے آواز اور آہستہ کر لی.... ساتھ ہی دونوں مسکرا بھی رہے تھے.... اور سر بھی ہلا رہے تھے.... ادھر فرزانہ ان کی بات بغور سن رہی تھی اور پھر انہوں نے بات پوری کر لی.... دوسری طرف سرالک ابھی تک پولیس چیف پر گرج برس رہا تھا۔

"اب بس کریں کافی ہو چکی اس کے ساتھ"۔

"اب تو آپ مطمئن ہیں"۔

"ہاں! بہت بہت شکریہ"۔ اس نے ایک نظر اس پر ڈالی پھر سرسری نظروں سے اپنے ساتھیوں کو دیکھا... وہ دل ہی دل میں مسکرا دیئے... فرزانہ اپنا کام شروع کر چکی تھی۔

"کیا یہ معزز مہمان یونہی کھڑے رہ کر مقابلہ دیکھیں گے مسٹر سرامک"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"اوہ نہیں"۔

"ٹونی... پومی... تم کرسیاں لاؤ"۔

"نہیں... بچو تم بھی ساتھ جا کر کرسیاں لے آؤ... یہ بے چارے تو کرسیاں لاتے لاتے تھک جائیں گے... ارے ہاں مسٹر سرامک... آپ کے ہاں کوئی ملازم نظر نہیں آتا"۔

"ہم ملازم رکھنے کے خلاف ہیں... سب کام ہاتھ سے کرتے ہیں"۔

"خیر یہ اچھی عادت ہے... ہم میں سے صرف خان رحمان کے گھر میں ملازم ہے"۔

"ظہور ہمارا ملازم نہیں' گھر کا فرد ہے... دراصل اس کے باپ دادا میرے باپ دادا کے ملازم تھے... اسی نسبت سے یہ بھی ملازم ہو گئے ہیں... ورنہ ہم بھی ملازم رکھنے کے خلاف ہیں... او

ظہور سے کون سا ہمیں فائدہ پہنچتا ہے... آئے دن تو وہ سوٹ اور ہانڈیاں جلاتا رہتا ہے"۔

"سوٹ اور ہانڈیاں"۔ سرامک نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں! سوٹ اور ہانڈیاں"۔ انہوں نے کہا اور سرامک کو تفصیل بتانے لگے... آخر وہاں کرسیاں آ گئیں... جو دیوار کے ساتھ ساتھ رکھ دی گئیں۔

وہ ان پر بیٹھ گئے... انسپکٹر جمشید نے ان پر ایک نظر ڈالی... فرزانہ پوری طرح ان کی ترکیب پر عمل کرتی نظر آئی... وہ دل ہی دل میں مسکرائے... پھر سرامک کی طرف متوجہ ہوئے۔

"کیا اب ہم لڑائی شروع کریں"۔

"کیا اس سے یہ بہتر نہیں ہو گا ابا جان کہ پہلے ہم ان سے مقابلہ کر لیں"۔ محمود نے کہا۔

"نہیں! یہ مقابلہ ہمارے اور ان کے درمیان رہے گا... کیونکہ یہ پہلے ہی طے ہو چکا ہے"۔

"اوہ اچھا"۔

"میں بالکل تیار ہوں... میں اس مقابلے میں صرف اور صرف پیر چلاؤں گا... کوئی ہتھیار استعمال نہیں کروں گا"۔

"ہم بھی اعلان کرتے ہیں کہ کوئی ہتھیار استعمال نہیں کریں

گے"۔

"آپ کو اجازت ہے.... لیکن شرط یہ ہے کہ آپ میرے

بچوں پر اسلحہ نہیں تانیں گے"۔

"کیسی باتیں کرتے ہیں آپ.... ہم بھلا آپ کے بچوں پر

اسلحہ کیوں تانیں گے"۔

"مجھ پر قابو پانے کے لیے"۔

"نہیں! ہم ایسے حربے اختیار نہیں کیا کرتے"۔

"پہلے صرف میں مقابلہ کروں گا"۔ انسپکٹر کامران مرزا

بولے۔

"میری طرف سے اجازت ہے.... آپ دونوں آ جائیں"۔

"انسپکٹر جمشید دراصل زخمی ہیں نا"۔

"اوہ اچھا.... جیسے آپ کی مرضی"۔

"میری درخواست ہے.... آپ کرسی پر بیٹھ جائیں....

اگر میں شکست کھا گیا تو آپ آگے آ سکتے ہیں"۔

"اچھی بات ہے.... یونہی سہی"۔

سرالک اپنے مقابلے میں انسپکٹر کامران مرزا کو کھڑے دیکھ

مسکرایا اور پھر اچانک حرکت میں آیا.... وہ بجلی کی طرح تڑپا تھا

ان سے جا ٹکرایا۔

وہ سنبھل سکے، نہ سوچ سکے.... ان کا تو خیال یہ تھا کہ

انہیں حملہ کرنے کا موقع دے گا.... یہ انہیں معلوم نہیں

تھا کہ وہ خود پکڑتے ہی حملہ کر دے گا.... لہٰذا وہ چاروں شانے چت

اور پھر نہ اٹھ سکے.... لوہے کا پہاڑ اگر کسی سے ٹکرا جائے تو

اٹھ بھی کیسے سکتا ہے"۔

"انسپکٹر جمشید.... یہ تو گئے کام سے.... انہوں نے تو جانے

میں ذرا بھی دیر نہیں لگائی"۔

"آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا.... آپ ٹھہرے لوہے سے

زیادہ سخت انسان.... اگر یہ آپ پر دو چار حملے کر لیتا تو آپ کا کیا بگڑ

جاتا"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"چلیے.... اب کی باری میں ایسا کر لوں گا"۔ سرالک نے ہنس

کر کہا۔

"میں پہلے ہی زخمی ہوں.... شاید پوری طرح مقابلہ نہ کر

سکوں"۔

"جمشید.... تم رہنے دو.... میں مقابلہ کر لیتا ہوں"۔

"بلکہ ہم سب مل کر مقابلہ کیوں نہ کر لیں"۔ ایسے میں

کی آواز سنائی دی۔

"مجھے تو اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہے"۔ سرالک نے

فوراً کہا۔

"نہیں بھئی.... پہلے صرف میں مقابلہ کروں گا.... اس
بعد تم مناسب سمجھو تو مقابلہ کر لینا.... ورنہ جو سمجھ میں آئے
لینا"۔

"جی بہت اچھا"۔

انسپکٹر جمشید اس کے سامنے آ کھڑے ہوئے.... ادھر اس
چھلانگ لگائی.... ادھر انہوں نے مخالف سمت میں چھلانگ لگائی
لیکن سرالک ہوا میں ہی اپنا رخ موڑ سکتا تھا.... لہٰذا اس نے
رخ موڑ لیا.... لیکن انسپکٹر جمشید اس سے بھی پہلے نیچے گر
تھے.... نتیجہ یہ کہ سرالک کا یہ وار خالی گیا۔

"مجھے اس پر اس قدرت حیرت ہوئی ہے کہ میں بتا
سکتا"۔ سرالک نے کہا۔

"کک.... کس پر"۔ فرحت نے حیران ہو کر کہا۔

"یہ جو انسپکٹر جمشید نے میرا حملہ روکا ہے"۔

"اوہ! تو کیا آج تک ایسا نہیں ہو سکا"۔ پروفیسر داؤد کے
سے نکلا۔

"ہاں نہیں ہو سکا.... یہ پہلا موقع تھا.... خیر.... میں
چھلانگ لگا رہا ہوں"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی اس نے پھر چھلانگ لگائی.... انسپکٹر
جمشید بھی اپنے حساب سے اچھلے اس نے پھر ہوا میں اپنا رخ بدلا....
لیکن اس بار انسپکٹر جمشید اس کی چھلانگ کی زد میں آئے بغیر نہ رہ
سکے۔

وہ بھی لمبے لیٹے نظر آئے.... باقی لوگوں پر اب سکتہ طاری
تھا' ایسے میں سرالک کی آواز گونجی۔

"میرا خیال ہے.... اب آپ سب مل کر بھی آ جائیں"۔

"ہاں! ٹھیک ہے لیکن انکل سرالک.... ہماری ایک شرط
ہے"۔ آفتاب نے کہا۔

"اور وہ کیا؟"

"اگر آپ ہمارے ہاتھوں شکست کھا گئے تو ہمیں یہ بتا دیں
گے.... ہیڈ کوارٹر کہاں ہے"۔

"یہ تو کسی صورت میں بھی نہیں بتایا جا سکتا"۔

"اچھا.... مسٹر ابطال' موٹال اور روگان کہاں ہیں"۔

"ہم چاروں باری باری ہیڈ کوارٹر میں ڈیوٹی دیتے ہیں.... اس
وقت وہاں ڈیوٹی مسٹر ابطال کی ہے.... کل وہ اوپر آ جائیں گے.... تو
میں چلا جاؤں گا.... اسی طرح باری باری ہم وہاں ڈیوٹی دیتے رہتے
ہیں"۔

"گویا ابھی تک ڈیوٹی دینے کی ضرورت آپ لوگ محسوس کرتے ہیں"۔

"ہاں! اس لیے کہ آپ لوگ ابھی زندہ ہیں.... اگرچہ اس بار آپ کو ختم کر دینے کا پروگرام ہے.... تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری"۔

"مطلب یہ کہ آپ ہیڈکوارٹر کا پتا بھی نہیں بتائیں گے؟"۔

"ہرگز نہیں"۔ اس نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"تب پھر آپ سے لڑنے کا کیا فائدہ.... جائیے.... ہم نہیں لڑتے"۔ شوکی نے بچوں کے سے انداز میں کہا۔

"کیا مطلب؟" سرامک نے چونک کر کہا۔

"اگر ہم آپ کو شکست دے دیں تو اس صورت میں آپ ہیڈکوارٹر کا پتا بتانے کا وعدہ کریں"۔

سرامک ہنس دیا.... پھر ہنستے ہنستے اس نے کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے.... تم بھی کیا یاد کرو گے.... اگر تم نے مجھے شکست دے دی تو پھر میں تم لوگوں کو ہیڈکوارٹر کا پتا بتا دوں گا"۔

"وہ مارا.... اب آئے گا مزا"۔ محمود نے چلا کر کہا۔

"لیکن کیسے.... لوہے کے اس انسان کو شکست کس طرح دی جا سکتی ہے"۔ شوکی نے پریشان ہو کر کہا۔

"یہ تو ہمیں پتا نہیں.... ہمیں صرف یہ پتا ہے کہ ہیڈکوارٹر کا پتا معلوم کرنے کے لیے.... ارے"۔

محمود کے منہ سے اچانک زور سے نکلا.... ان سب نے حیران ہو کر محمود کو دیکھا۔

"کیا بات ہے.... کیا ہوا؟"

"قف.... قف"۔ اس کے منہ سے نکلا۔

"قف.... قف"۔ سرامک نے کہا.... پھر وہ زور سے اچھلا۔

"فرزانہ غائب ہے.... اس کے ساتھ میرا بیٹا پومی غائب ہے.... ان کے ساتھ پروفیسر داؤد غائب ہیں.... ارے باپ رے"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ دوڑ پڑا.... فوراً ہی شوکی بالکل اس کے راستے میں آگیا.... وہ شوکی سے پورے زور سے ٹکرایا.... شوکی اچھل کر دور جا گرا.... اس کے منہ سے چیخ نکل گئی.... سرامک پھر آگے بڑھا، لیکن اخلاق چھلانگ لگا کر اس کے سامنے آگیا.... وہ بھی شوکی کے انداز میں گرا.... اس کے منہ سے بھی بھیانک چیخ نکلی.... اسی وقت محمود اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

"ہٹ جاؤ راستے سے"۔ اس نے ایک مکا اس کے رسید کر دیا.... وہ گرا، لیکن گرتے گرتے اس نے سرامک کی ٹانگ پکڑ لی.... سرامک کو جھٹکا جو لگا تو وہ اوندھے منہ گرا۔

"آصف.... دوسری ٹانگ"۔ محمود چلا اٹھا.... آصف اس
بالکل نزدیک تھا.... اس نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر اس کی دو
ٹانگ پکڑ لی.... وہ چلا کر جو لپٹا.... دونوں ہوا میں اڑتے ہوئے دیا
سے جا ٹکرائے.... سراکہ پھر اٹھ کر بھاگا.... لیکن سامنے آفتا
کھڑا تھا.... وہ آفتاب سے بھی ٹکرایا.... اور اس کے گرتے
آگے بڑھا.... اب مکھن اس کے سامنے تھا.... لیکن مکھن کے
باقی لوگ بھی لائن میں آچکے تھے.... اس نے جھلا کر ان کی لائن
دھکا دیا.... وہ سب بری طرح گرے.... وہ ان کے اوپر سے پھلا
ہوا آگے بڑھا.... عین اس وقت منور علی خان نے لوہے کا شکنجہ
اس کی ٹانگوں میں پھینک دیا.... شکنجہ یک دم بند ہو گیا اور اس
پنڈلی اس میں پھنس گئی.... وہ چونک کر رکا.... پنڈلی کو جھٹکا دیا
لیکن شکنجہ الگ نہ ہوا.... اس میں بندھی زنجیر منور علی خان کے
ہاتھ میں تھی.... اب اس نے شکنجے والے پیر کو جھٹکا دیا.... منور
خان اچھل کر اس کی طرف آئے اور اس کے جسم سے ٹکرا
گئے.... ان کے منہ سے چیخ نکل گئی۔

"کھولو اسے"۔

"نہیں.... یہ نہیں ہو گا"۔

"ارے! میں کہتا ہوں.... کھولو"۔ اس نے چیخ کر کہا۔

"میں نے کہا نا.... یہ نہیں ہو گا"۔ منور علی خان بلند آواز
میں بولے۔

اس نے ایک زوردار جھٹکا مارا.... زنجیر منور علی خان کے
ہاتھ سے نکل گئی.... خود وہ دور جا کر گرے.... اب اس نے زنجیر کو
پکڑ کر جھٹکا مارا.... زنجیر پاؤں کے پاس سے ٹوٹ گئی.... لیکن شکنجہ
پنڈلی سے لگا رہ گیا.... اس نے جھلا کر پاؤں زمین پر پٹخا.... اس طرح
بھلا شکنجہ کیا الگ ہوتا.... اب وہ اسی طرح آگے بڑھا.... خان
رحمان اس وقت تک وہ زنجیر اٹھا چکے تھے.... جو شکنجے سے لگی ہوئی
تھی.... انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ.... وہ اس کی گردن کے گرد ڈال
دی اور گردن کو اپنی طرف کھینچا ادھر اس نے گردن کو جھٹکا دیا....
زنجیر درمیان سے ٹوٹ گئی.... اس نے ایک مکا خان رحمان کی
ٹھوڑی پر مارا.... وہ چیخ مار کر گرے.... اب اس کے سامنے مکھن
کھڑا تھا.... اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ.... اس کی ایک ٹانگ کھینچ
لی.... ادھر اخلاق نے دوسری ٹانگ پکڑ لی.... اشفاق اس کی گردن
سے لٹک گیا.... سراکہ ہنسا.... اس کے جسم نے ایک جھرجھری
لی اور تینوں کو اس طرح جھٹک دیا جیسے کوئی کپڑے سے گرد کو
جھٹک دیتا ہے.... وہ ادھر ادھر گرے.... لیکن اسی وقت سراکہ کو
ایک سی ہنسی کی آواز سنائی دی۔

اس نے سر اٹھایا.... رفعت ہنس رہی تھی۔

"یہ ہنسی کا کون سا موقع ہے"۔

"مجھے ہنسی آرہی ہے آپ پر.... ان پر اور سب پر.... جو گرے پڑے ہیں۔

"کیا مطلب؟" سرانک کے لہجے میں حیرت تھی۔

"مطلب یہ کہ آپ کو روکنے کے لیے جو کوششیں کی گئیں.... سب کی سب بے کار گئیں.... لیکن میں نے یہ کوشش اور انداز میں کی ہے"۔

"اور وہ کیا؟

"میں آپ کا راستا نہیں روکوں گی.... اور آپ جائیں گے بھی نہیں"۔

"دماغ تو نہیں چل گیا"۔

"بہت خوب رفعت.... مان گئے ہیں تمہیں"۔ ایسے میں فرحت کی آواز سنائی دی.... وہ کچھ فاصلے پر کھڑی نظر آئی۔

"ارے.... آپ بھی بچ گئی ہیں فرحت"۔ رفعت کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں! بچ گئی ہوں.... میں بھی کسی ایسی ترکیب کے چکر میں تھی.... اور میں نے بھی ایک کام کر دکھایا ہے.... لیکن تمہارے

پر نظر پڑی تو حیرت ہوئی"۔

"آخر کیا کام ہے"۔ سرانک بولا۔

"یہ باتیں بتانے کی نہیں ہوتیں.... اچھا ذرا بھاگ کر دکھائیں"۔

"کیا میں بھاگ نہیں سکوں گا"۔ اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں! میرا یہی کہنا ہے"۔

"یہ لو.... میں بھاگ رہا ہوں"۔ سرانک نے کہا اور دوڑ لگا دی.... جونہی وہ عمارت کے برابر میں پہنچا.... دھڑام سے گرا اور اس بری طرح گرا کہ اس کا سر ایک ستون سے ٹکرایا.... ستون اپنی جگہ سے اکھڑ گیا اور سرانک پر گرا.... ستون عین اس کی پیٹھ پر گرا۔

"اوہو.... یہ کیا ہوا"۔ فرحت کے منہ سے نکلا۔

"کس طرف اشارہ ہے"۔ رفعت نے حیران ہو کر کہا۔

"ستون کے اکھڑنے کی طرف.... اف مالک.... کس قدر طاقت ہے اس شخص میں"۔

"ہاں! لیکن جب عقل سے کام لیا گیا تو یہ حضرت ستون کے نیچے دب گئے.... بزرگوں نے ٹھیک ہی کہا ہے.... عقل بڑی یا

بھینس"۔

"اوہو.... وہ ستون کو اٹھانے کی کوشش کر رہا ہے"۔ رفعت چلائی۔

"پکڑو.... ستون کو ایک طرف سے تم.... دوسری طرف سے میں"۔

دونوں نے اس ستون کو پکڑ لیا اور کوشش کرنے لگیں کہ وہ ستون کو اپنے اوپر سے اٹھا نہ سکے پھر فرحت نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا.... کچھ بالکل ساکت تھے.... کچھ میں حرکت کے آثار تھے۔

"جو اٹھ سکتے ہیں.... ہماری مدد کو آ جائیں.... ہم نے سرانک کو قابو میں کر لیا ہے"۔ فرحت نے بلند آواز میں کہا۔

"ہم.... میں آ رہا ہوں"۔ انسپکٹر کامران مرزا کی آواز سنائی دی۔

"اور میں بھی"۔ خان رحمان بولے۔

اور پھر ان میں سے کئی دوڑ پڑے.... جو ہوش میں تھے.... اور زیادہ زخمی تھے.... وہ اٹھنے کی کوشش کرنے لگے.... جو آتا گیا.... ستون کو پکڑتا گیا.... ادھر سرانک برابر ستون کو اپنے اوپر سے ہٹانے کے لیے زور لگا رہا تھا.... ستون ہل ضرور رہا تھا.... لیکن

اس کے اوپر سے ہٹ نہیں رہا تھا.... پھر ایک ایک کر کے سب ساتھی آ گئے اور ستون پر بیٹھ گئے.... بیٹھے بھی اس طرح کہ ایک ٹانگ ستون کے اس طرف' ایک دوسری طرف' اب فرحت نے انہیں بتایا کہ وہ ستون کے نیچے کس طرح دب گیا تھا۔

"لیکن رفعت تم نے کیا ترکیب کی.... آخر کہ وہ اس قدر زور سے گرا"۔

انسپکٹر کامران مرزا نے مارے حیرت کے پوچھا۔

○☆○

سرد موت

رفعت کے چہرے پر شرم کے آثار نمودار ہو گئے۔

"جب ہم.... سب لوگ مار کھا کھا کر گر رہے تھے.... اور میں پریشان تھی کہ کیا کیا جائے.... آخر میرے ذہن میں بات آئی.... میں فوراً اندر پہنچی.... سنگھار کمرے سے تیل کی بوتل اٹھائی اور برآمدے میں تیل گرا دیا۔

"کیا!!!" وہ ایک ساتھ بولے۔

"بہت خوب! تم نے سب کے کان کاٹ دیئے"۔ انسپکٹر جمشید خوش ہو کر بولے۔

"جی.... نن.... نہیں تو"۔ اس نے بوکھلا کر اپنے کان ٹٹول ڈالے"۔

"لیجئے.... اپنے کان ٹٹولے جا رہے ہیں"۔ آفتاب نے برا سا منہ بنایا۔

"اور فرحت.... تم کیا ترکیب لڑانے والی تھیں"۔

"میں نے سوچا تھا.... بجلی کا ننگا تار انکل منور علی خان کے بنائے ہوئے شکنجے سے چھو دوں.... اس طرح ان حضرت کے سارے جسم میں کرنٹ دوڑ جائے گا"۔

"واہ! یہ بھی زبردست ترکیب ہے.... اور اس پر تو ہم ابھی عمل کر سکتے ہیں.... کیونکہ ان حضرت کی زور آزمائی اب تک جاری ہے.... ایسا نہ ہو.... یہ ستون کو الٹ دیں.... پھر ہمارا کیا بنے گا"۔

"تب پھر پہلی فرصت میں تار کا سرا سوئچ بورڈ میں لگا کر دوسرا سرا اس کی پنڈلی تک لایا جائے"۔ انسپکٹر جمشید نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

"نن نہیں"۔ سرامک زور سے چلایا۔

"اگر آپ چاہتے ہیں.... منور علی خان.... تم تار والا کام کرو"۔ انسپکٹر کامران مرزا ان سے بولے.... پھر سرامک کی طرف متوجہ ہوئے۔

"مسٹر! اگر آپ چاہتے ہیں.... کہ آپ کے جسم میں سے بجلی نہ گزاری جائے تو یہ بتا دیں ہیڈ کوارٹر کہاں ہے"۔

"نہیں.... یہ نہیں بتا سکتا"۔

"تب پھر کرنٹ تمہاری منتظر ہے"۔

"نہیں.... میں اس سے پہلے تم سب کو الٹ دوں گا.... اور

پھر اس ستون کے نیچے تم سب کو دفن کر دوں گا"۔ اس نے گرج
کر کہا۔

اور پھر وہ پورا زور لگانے لگا.... انہوں نے بھی ستون پر پوری
طاقت لگا دی.... ادھر منور علی خان پروفیسر داؤد کے بیگ میں سے
تار نکال چکے تھے اور اس کا ایک سرا برآمدے میں سوئچ بورڈ کے
سوراخوں میں داخل کر چکے تھے.... اب تار کا دوسرا سرا ان کے
ہاتھ میں تھا.... اسی تار کا اگلا حصہ ننگا تھا.... وہ اس سرے کو لے
سرالک تک آ گئے۔

"مسٹر سرالک.... تمہاری زندگی اور موت کے درمیان بس
تھوڑا فاصلہ رہ گیا ہے.... جلد فیصلہ کر لو"۔

"نہیں.... نہیں بتاؤں گا"۔

"تار کو چھو دوں۔ منور علی خان نے اجازت طلب انداز
ان کی طرف دیکھا۔

"ہاں! چھو دو"۔

انہوں نے تار شکنجے سے چھو دیا.... سرالک کے منہ سے ایک
بھیانک چیخ نکل گئی.... اس کا سار جسم زور سے پھڑکا.... اور
بڑی مشکل سے ان کے قابو میں رہ سکا.... منور علی خان نے
تار ہٹا لیا۔

اتنی دیر میں سرالک کا رنگ نیلا پڑ چکا تھا۔

"سرالک صاحب.... کیا آپ ہوش میں ہیں"۔

"ہاں!" اس کے منہ سے نکلا۔

"ایک جھٹکا اور دوں.... یا آپ بتائیں گے"۔

"نن نہیں.... کچھ نہیں بتاؤں گا"۔

"منور علی خان.... ختم کر دو اسے، اب تار لگا کر اس وقت
تک الگ نہ کرنا جب تک اس کا جسم ٹھنڈا نہ پڑ جائے"۔

"نن نہیں.... نہیں.... ایسا نہ کرو.... تم لوگ پچھتاؤ گے"۔

"اب اور کیا پچھتائیں گے.... تمام اسلامی ملکوں کے مسلمان
سسک سسک کر مر رہے ہیں.... اور ہم اب تک انہیں اس سرد
موت سے نجات نہیں دلا سکے"۔

"کیا واقعی.... چھو دوں"۔

"ہاں! ان لوگوں کی زندگی ہمارے لیے خطرہ ہی خطرہ ہیں....
اور منور علی خان.... ایک تو کم ہو"۔

انسپکٹر جمشید نے سرد آواز میں کہا اور منور علی خان نے تار
شکنجے سے لگا دیا.... اس کا جسم پھڑکا، کانپا.... ایک بلند چیخ نکل گئی اور
پھر ڈھیلا پڑتا چلا گیا.... جسم کا تناؤ ختم ہوتا چلا گیا.... اس پر بھی
منور علی خان نے تار کو نہ ہٹایا۔

"میرا خیال ہے.... اب یہ ختم ہو چکا ہے.... تار ہٹا لیں" خان رحمان بولے۔

"اچھی بات ہے"۔ انہوں نے کہا اور تار ہٹا لیا۔

انہوں نے اس کی نبض چھو کر دیکھی.... آنکھوں کی پتلیاں دیکھیں.... دل کی دھڑکن محسوس کی.... لیکن اس پر موت طاری ہو چکی تھی۔

سب کو اس کے اس انجام پر افسوس بھی ہوا اور قدرے اطمینان بھی کہ ایک طاقت ور ترین دشمن سے اللہ تعالیٰ نے ا... نجات عطا فرما دی تھی۔

"اب بتائیے.... آپ نے فرزانہ سے کیا کہا تھا"۔

"سرانک کے بیٹے نے چاہا تھا کہ وہ انہیں راکڈوم کی ... دے.... اس کا مطلب یہ تھا کہ راکڈوم یہاں آس پاس ہی موجود ہے.... اور اس جگہ کا علم اس کے بیٹے کو بھی ہے.... میں نے فرزانہ سے کہا تھا کہ تم اس کے بیٹے کو باتوں میں لگا ... اس جگہ کے بارے میں معلوم کرو.... پھر پروفیسر صاحب کو ساتھ ... اس جگہ کی طرف کھسک جاؤ.... اور اس نے میری ہدایت ... کیا.... لیکن دوسری طرف سرانک کے ذہن میں یہ بات آ... اس سے اور اس کے بیٹے سے کیا غلطی ہو گئی ہے.... لہٰذا ...

کی طرف جانے کے لیے دوڑ پڑا.... جس جگہ راکڈوم رکھا گیا تھا۔

"لیکن سرانک سے کیا غلطی ہوئی تھی"۔

"اس نے اپنا اور اپنے ساتھیوں کا پروگرام بتا دیا کہ وہ باری باری ہیڈ کوارٹر کی نگرانی کرتے ہیں.... اس کا مطلب تھا.... راکڈوم ان کے عام استعمال کی چیز کی طرح ان لوگوں کو دے دیئے گئے تھے.... اور دوسرے یہ کہ راکڈوم کی سیر اپنے بیوی بچوں تک کو کرا دیتے ہیں"۔

"بہت خوب! اب دیکھنا یہ ہے کہ فرزانہ اور پروفیسر صاحب کہاں ہیں اور کہاں تک انہوں نے کامیابی حاصل کی ہے"۔

"ہاں! آؤ"۔ وہ بولے اور ساتھ ہی فرزانہ کو آواز دی۔

"فرزانہ.... تم کہاں ہو.... آواز دو"۔

اس کی طرف سے جواب نہ ملا.... تو وہ بہت پریشان ہو گئے اور ادھر ادھر دوڑتے پھرے.... آخر کوٹھی کے پچھلی طرف والے لا... کے درمیان میں انہیں ایک بہت کشادہ کنواں نظر آیا.... انہوں ...ے اندر جھانکا.... کنواں حد درجے گہرائی لیے ہوئے تھا.... اور اس ...ہ نظر نہیں آ رہی تھی۔

"اگر راکڈوم اس کی تہ میں ہے.... تو فرزانہ اور پروفیسر بھلا تہ میں کس طرح اتر سکتے تھے"۔ محمود نے حیران ہو کر

کہا۔

"واقعی.... حیرت کی بات ہے"۔

انہوں نے چاروں طرف دیکھا.... اور پھر ان کی نظریں اوپر اٹھ گئیں.... اور پھر ان کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے.... راکڈوم اوپر ان کے عین سروں پر موجود تھا.... لیکن بہت اونچائی پر تھا.... اب وہ آہستہ آہستہ نیچے آ رہا تھا۔

"یا اللہ رحم.... یہ راکڈوم میں کون آ رہا ہے"۔ آصف بولا۔

"پروفیسر صاحب اور فرزانہ"۔ محمود نے کہا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے"۔

"لیکن یہ دونوں اتنے گہرے کنوئیں میں کس طرح اترے ہوں گے"۔ اشفاق کے لہجے میں بلا کی حیرت تھی۔

"میرا خیال ہے.... انہیں نیچے اترنے کی ضرورت پیش نہیں آئی.... یہ راکڈوم ریموٹ کنٹرول ہے"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"ابھی معلوم ہو جائے گا"۔

آخر راکڈوم ان کے سروں کے عین اوپر آ کر رک گیا.... اس کا دروازہ کھلا اور فرزانہ کا سر نظر آیا۔

"سرامک کا کیا بنا؟"

"وہ سرک گیا"۔ فاروق بولا۔

"سرک گیا.... کیا مطلب"۔

"مطلب یہ کہ دوسرے جہاں میں پہنچ گیا"۔

"ارے.... کیا واقعی"۔ یہ کہتے ہوئے فرزانہ نے راکڈوم سے چھلانگ لگا دی اور ان کے درمیان آ کر کھڑی ہو گئی۔

"یہ میں نے کیا سنا ہے.... سرامک مارا جا چکا ہے"۔

"ہاں! اگر یقین نہیں آ رہا تو چل کر اس کی لاش دیکھ لیں"۔

انہوں نے بھی چھلانگ لگا دی.... اور راکڈوم کو فرش پر اتار دیا.... ایسا انہوں نے ریموٹ کنٹرول کے ذریعے کیا.... وہ کسی کھلونے کی طرح نیچے آ کر لٹک گیا۔

"آپ نے اس کو کنوئیں سے کس طرح نکالا تھا"۔ آصف نے پوچھا۔

"اس آلے کی مدد سے.... یہ تمام باتیں فرزانہ نے باتوں باتوں میں سرامک کے بیٹے سے پوچھ لی تھیں"۔

"میرا خیال ہے.... سرامک کے بچوں سے ہمیں ہیڈکوارٹر کے بارے میں کچھ معلوم ہو سکتا ہے.... آخر وہ یہاں سے ہی ہیڈکوارٹر تک جاتا ہو گا.... اور کیا خبر.... اس کے بچے بھی ہیڈکوارٹر کی سیر کر چکے ہوں"۔ فرحت نے جلدی جلدی کہا۔

"شاید سرامک اس حد تک نہ گیا ہو..... یعنی بچوں کو ہیڈ کوارٹر کی اس نے سیر نہ کرائی ہو..... ہاں راستے کے بارے میں پوچھ گچھ کرسکتے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

وہ اندر کی طرف آئے..... سرامک کی لاش جوں کی توں پڑی تھی..... تینوں بچے اور اس کی بیوی اس کے پاس بیٹھے آنسو بہا رہے تھے۔

"ہمیں بہت افسوس ہے..... یہ ہماری وجہ سے ہوا"۔

"اس میں آپ کا قصور نہیں"۔ اس کی بیوی نے کہا۔

"جی..... کیا مطلب"۔

"ہم تو انہیں اس قسم کے منصوبوں سے روکتے تھے..... کہا کرتے تھے..... کہ آخر اس قدر دولت کا ہم کیا کریں گے..... لیکن یہ ہماری سنتے کب تھے..... آپ لوگ آخر اپنے ملک کے لیے آئے ہیں..... اور ہم نے دیکھا ہے کہ آپ نے کس بہادری سے ان سے مار کھائی ہے..... یہ ایسے ہی بہادروں کے ہاتھوں مرسکتے تھے..... ہمیں آپ سے کوئی گلہ نہیں"۔

"اگر یہ بات ہے تو اب ہماری مدد بھی کریں..... ہمارے ملک اندھیرے میں ڈوبے ہوئے ہیں..... لوگ سسک رہے ہیں..... مر

رہے ہیں..... تڑپ رہے ہیں..... بھوکوں مر رہے ہیں..... ان کے چہروں پر مردنی کا عالم دیکھا نہیں جاتا"۔

"ہاں! ہم جانتے ہیں..... ٹی وی پر یہ سب چیزیں بہت زور و شور سے دکھائی جا رہی ہیں..... تمام اسلامی ملکوں کے خلاف نفرت بلکہ اسلام کے خلاف نفرت حد درجے بڑھ گئی ہے..... پہلے ہمارے لوگ عام طور پر مسلمان ہو جاتے تھے..... ان کے مسلمان ہونے کی خبریں اخبارات میں ہم پڑھتے تھے..... لیکن جب سے اسلامی ملک اندھیرے میں ڈوبے ہوئے ہیں..... اس وقت سے ایک بھی غیر مسلم مسلمان نہیں ہوا"۔

"ہاں! ہمیں ان باتوں کا اندازہ ہے..... کیا آپ چاہتی ہیں کہ اسلامی ملک بھی عام انسانوں کی طرح اس کرۂ ارض پر زندگی گزاریں"۔

"ہاں! یہ ان کا حق ہے..... اگر کوئی غیر مسلم..... مسلمان ہوتا ہے تو یہ اس کی مرضی ہے..... انشارجہ، بیگال اور ونتاس کو اس معاملے میں ٹانگ نہیں اڑانی چاہیے"۔ اس کی بیوی نے کہا۔

"شکریہ..... آپ کے خیالات جان کر بہت خوشی ہوئی..... کیا آپ بتا سکتی ہیں..... ہیڈ کوارٹر کہاں ہے"۔

"اتنا تو ہمیں معلوم نہیں..... البتہ وہ راکڈوم میں بیٹھ کر اس کنوئیں میں اترا کرتے تھے اور پھر کئی دن بعد کنوئیں سے ہی نکلا کرتا تھے۔

"کیا!!!" ان سب کے منہ سے نکلا۔

○☆○

اندھیرے کا موجد

آسمان صاف تھا..... ہلکی ہلکی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی..... باغ پھول گویا مسکرا رہے تھے..... اور وہ سرامک کے باغ کے اس حصے میں کھڑے سوچ رہے تھے..... کیا ہیڈکوارٹر کا پتا اس طرح بھی معلوم ہو سکتا تھا..... وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ جس ہیڈکوارٹر کی تلاش میں وہ کب سے مارے مارے پھر رہے تھے..... اس تک وہ اس طرح پہنچیں گے..... انہوں نے اللہ کا شکر دل ہی دل میں ادا کیا اور پھر مسز سرامک کی طرف متوجہ ہوئے۔

"آپ بہت نیک دل ہیں..... آپ کا بہت بہت شکریہ..... آپ کے بچوں کا بھی شکریہ..... اب ہمیں اجازت دیں..... ہم جلد از جلد ہیڈکوارٹر تک پہنچ جانا چاہتے ہیں"۔

"ضرور..... کیوں نہیں..... تشریف لے جائیں"۔

"اور آپ سرامک کے لیے کیا کریں گی"۔

"ہمیں حکام بالا کو اطلاع تو بہرحال دینا ہو گی..... ورنہ وہ

ہمیں تنگ کریں گے"۔

"لیکن ہماری درخواست ہے..... ابھی آپ اطلاع نہ دیں"۔

"لیکن ہم دیر سے اطلاع دینے کی وجہ کیا بتائیں گے"۔

"آپ لوگوں سے کوئی برا سلوک کرنے کو دل نہیں چاہتا..... ورنہ ہم آپ کو بے ہوش کر کے جا سکتے ہیں..... اور آپ دس بارہ گھنٹے سے پہلے ہوش میں نہیں آسکیں گے"۔

"تب آپ یہی کریں..... تاکہ ہم کہہ تو سکیں کہ آپ لوگوں نے ہمیں بے ہوش کر دیا تھا"۔

"بہت خوب! آپ اس حد تک تعاون کریں گے..... ہم نے سوچا بھی نہیں تھا..... آپ لوگ کچھ کھانا چاہیں تو کھا لیں..... ورنہ پھر جب ہوش میں آئیں گے تو بہت کمزوری محسوس کریں گے"۔

"ہوں..... ٹھیک ہے..... آپ کا بھی شکریہ کہ اپنے دشمن کے بیوی بچوں سے اس قدر ہمدردی سے پیش آ رہے ہیں"۔

"بلکہ آپ پسند کریں تو ہمارے ساتھ ہمارے ملک چل کر آزادانہ رہ سکتے ہیں..... وہاں آپکو ہر طرح کی آسانیاں ہوں گی"۔

"اوہ..... کیا ایسا ہو سکتا ہے؟" سرالک کے بچے اچھل ہی تو پڑے۔

"کیا آپ لوگ یہاں کی زندگی کو پسند نہیں کرتے"۔

"بالکل بھی نہیں..... اور اب تو زندگی بہت مشکل ہو جائے گی"۔

"تب ہم آپکو ساتھ لے چلتے ہیں..... لیکن ابھی نہیں..... ابھی تو ہمیں یہ بھی معلوم نہیں کہ ہم اسلامی ملکوں کو اندھیرے سے نجات دلا سکتے ہیں یا نہیں"۔

"ٹھیک ہے..... آپ پہلے اپنا مشن پورا کر لیں..... آپ کے ملک میں تو ہم خود بھی آ سکتے ہیں"۔

"وہ کیسے"۔

"ہم ہوش میں آنے کے بعد حکام بالا کو فون کریں گے..... اور ان سے درخواست کریں گے کہ ہمیں ہمارے گاؤں پہنچا دیا جائے..... گاؤں سے آپ کے ملک آنا ہمارا اپنا کام ہو گا"۔

"بہت خوب! آپ وہاں آ کر ہمیں فون کر دیجئے گا..... ہم آپ کو ایئرپورٹ سے لے لیں گے"۔

"شکریہ"۔ وہ بولے۔

اور پھر انہیں بے ہوش کر کے وہ راکڈوم میں بیٹھے..... انہیں اب بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ واقعی ہیڈکوارٹر میں پہنچنے والے ہیں۔

راکڈوم کنوئیں میں اترنے لگا..... وہ بالکل تیر کی طرح ایک

سیدھ میں نیچے اتر رہا تھا.... اب وہ گھپ اندھیرے میں اترنے
لگے.... کنوئیں میں روشنی زیادہ گہرائی تک نہیں تھی.... اوپر تک
تھی.... اچانک انہیں یوں محسوس ہوا.... جیسے اب راکڈوم کے
چاروں طرف پانی ہے۔

"ارے باپ رے.... ہم ایک بار پھر سمندر میں ہیں....
سمندر کا یہ دائرہ ہمیں کہیں جانے ہی نہیں دے رہا"۔

"لیکن اب ہم ہیڈکوارٹر کی طرف جا رہے ہیں"۔ پروفیسر
داؤد بولے۔

"ہاں! لیکن یہ یہاں سے صرف واپس اوپر جا سکتا ہے.... یا
یہاں سے سیدھا ہیڈکوارٹر جائے گا.... اس کا یہ راستہ مقرر ہے....
اس کے علاوہ اس راستے کے لیے ریموٹ کنٹرول سے کام لینا پڑتا
ہے"۔

وہ سمندر میں نیچے ہی نیچے اترتے رہے.... ایسے میں فرزانہ
کو کچھ خیال آیا.... وہ بولی۔

"سرالک کس کے ہاتھوں مارا گیا"۔

"سرالک کس کے ہاتھوں مارا گیا"۔ کئی آوازیں ابھریں۔

"ہاں! کیا اس سوال کا جواب دینا مشکل ہے"۔

"نہیں.... بہت آسان.... وہ رفعت کے ہاتھوں مارا گیا۔

میرے خیال میں یہی کہا جا سکتا ہے ابا جان"۔ محمود نے کہا۔

"ہاں! یہ بات بالکل ٹھیک ہے.... دوسرے نمبر پر وہ فرحت
کے ہاتھوں مارا گیا"۔

"آخر کیسے؟" پروفیسر داؤد بولے۔

اور وہ انہیں تفصیل سنانے لگے.... ادھر راکڈوم اب ایک
بڑے پائپ میں سفر کر رہا تھا.... یہ بھی شیشے کا تھا اور وہ چاروں
طرف سمندر کی مخلوق کو دیکھ رہے تھے.... انہیں دیکھ کر خوف بھی
آتا تھا.... اور حیرت بھی ہوتی تھی.... ان کا یہ سفر آدھے گھنٹے تک
جاری رہا.... پھر انہوں نے راکڈوم کو پائپ سے نکلتے دیکھا.... اب
وہ کھلی فضا میں اتر رہا تھا.... آخر وہ زمین پر اتر گیا.... وہ دروازہ
کھول کر باہر آ گئے۔

"خوش آمدید"۔

انہوں نے روگان کی آواز سنی.... دیکھا تو وہ سامنے کھڑا تھا۔

"گویا اس وقت آپ کی ڈیوٹی ہے اس جگہ"۔

"ہاں! آخر تم لوگ یہاں تک پہنچ گئے اور مسٹر ابظال ہم
سے شرط جیت گئے.... ایک ایک کروڑ پاؤنڈ کی شرط.... گویا انہوں
نے تین کروڑ پاؤنڈ جیت لیے"۔

"تین کروڑ کیسے؟" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"ہم تینوں کو اب ایک ایک کروڑ انہیں دینا ہوگا"۔

"لیکن مسٹر سراک نہیں دے سکیں گے"۔ آصف مسکرایا۔

"کیوں.... کیا مطلب؟" روگان نے چونک کر کہا۔

"کس بات پر حیرت ہے"۔

"مطلب یہ کہ وہ ہمارے ہاتھوں مارے جا چکے ہیں.... اور اب آپ کی باری ہے"۔

"نن نہیں"۔ روگان چلا اٹھا۔

"مسٹر سراک اور تمہارے ہاتھوں مارے جائیں.... ناممکن"۔

"اللہ تعالیٰ چیونٹی کے ذریعے ہاتھی کو بھی موت دے دیتے ہیں"۔

"مجھے یقین نہیں آ رہا"۔

"اگر سراک کی موت واقعی نہیں ہوئی ہوتی تو ہم اس راکڈوم پر کس طرح ہیڈکوارٹر میں آ گئے"۔

"ہاں! یہ بات بہت خوفناک ہے.... لیکن تم لوگ جیت بھی بار گئے.... آخرکار"۔

"ہم جیت کر بھی جیت ہی گئے.... آخرکار"۔ انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"پہلے میری بات تو سن لو.... وہ سامنے دھند میں لپٹی ہوئی تجربہ گاہ.... دنیا کی سب سے بڑی تجربہ گاہ.... دنیا کی حیرت انگیز ترین تجربہ گاہ.... تم لوگ اس تجربہ گاہ کو اڑانے آئے ہو نا.... اس میں بیٹھے ہوئے ٹوری بان کو اڑانے آئے ہو نا.... جو اندھیرے کا موجد ہے"۔

"کیا کہا.... اندھیرے کا موجد"۔ فاروق چونک اٹھا۔

"کیوں.... کیا ہوا" روگان نے اسے حیرت بھری نظروں سے دیکھا۔

"یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے.... اندھیرے کا موجد"۔

"ہاں! ہم نے ٹوری بان کو یہی خطاب دیا ہے.... انشارجہ کے صدر نے انہیں ملک کے سب سے بڑے آدمی کا خطاب بھی دیا ہے.... اور اس وقت یہ ہمارے ملک کے سب سے بڑے آدمی ہیں.... یعنی صدر سے بھی زیادہ ان کا اختیار ہے"۔

"آپ اس تجربہ گاہ کے بارے میں کچھ کہہ رہے تھے"۔ پروفیسر داؤد بولے۔

"ہاں! اس تجربہ گاہ کو اڑانا آپ کے بس کا روگ نہیں ہے"۔

"وہ کیسے"۔

تجربہ گاہ اگر اڑے گی تو اس میں جو لوگ موجود ہیں.... وہ
سب اڑیں گے"۔

"تو پھر ہمیں اس سے کیا"۔

"یہ کہنا آسان نہیں"۔ روگان مسکرایا۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"جاؤ اور جا کر ہیڈکوارٹر کو باہر سے دیکھ آؤ.... وہ مکمل طور
پر شیشے کا بنا ہوا ہے.... اس میں داخل ہونے کا کوئی راستا نہیں رکھا
گیا.... صرف اوپر کی طرف ایک راستا ہے.... اس میں سے صرف
راکٹڈوم داخل ہو سکتا ہے.... لیکن صرف اس صورت میں جب کہ
اندر سے وہ راستا کھول دیا جائے.... مسٹر ٹوری بان وہ راستا صرف
اپنے لیے کھول سکتے ہیں.... کسی اور کے لیے نہیں.... ہماری
درخواست پر انہوں نے چند افراد کے لیے صرف اور صرف ایک بار
راستا کھولا تھا.... انہیں اندر داخل کر دینے کے بعد وہ راستا بند...
گیا.... اب ٹوری بان سے انشارجہ کے صدر بھی کہیں تو وہ راستا
نہیں کھولیں گے"۔

"تو کیا ہوا.... ہم راکٹڈوم کو عمارت سے ٹکرا دیں گے"۔

"اس طرح سب کچھ تباہ ہو جائے گا"۔

"تو ہو جائے.... یہی تو ہم چاہتے ہیں.... ویسے کیا آپ یہ

"نہیں.... راکٹڈوم میں بیٹھے لوگ محفوظ رہیں گے.... وہ ان
...کو لے کر اوپر بھی اتر جائے گا.... لیکن ہیڈکوارٹر میں موجود
...نہیں بچ سکیں گے"۔

"شکریہ مسٹر روگان.... آپ نے ہمارا کام آسان کر دیا....
...صاحب.... آپ جائیں.... راکٹڈوم کو اوپر لے جائیں.... اور
اس عمارت سے ٹکرا دیں.... اس وقت تک ہم مسٹر روگان
...دو ہاتھ کر لیں گے"۔

"ہاں ہاں.... جائیے پروفیسر داؤد.... جائیے.... اور راکٹڈوم کو
...سے ٹکرا دیجیے"۔

"یہ آپ کہہ رہے ہیں؟"

"کیا کیا جائے.... اور کیا کروں"۔

"آپ جانتے ہیں.... ہیڈکوارٹر تباہ ہوا تو آپ کا منصوبہ تباہ ہو
...اور دوبارہ آپ شاید ایسا نہ کر سکیں.... کیونکہ ٹوری بان
...مریں گے"۔

"میں سب باتیں جانتا ہوں.... آپ ایک بات نہیں

...کیا مطلب.... وہ کون سی بات؟"

KHAN STATIONERS &
GENERAL STORE
Shop F/890, Bhabra Bazar,
Nishtar Road, Rawalpindi.

"جا کر دیکھ لیں"۔

"کیا خیال ہے جمشید.... میں جاؤں"۔

"ہاں! جائیں اور راکٹڈوم کو ہیڈکوارٹر سے ٹکرا دیں"۔

"اور اگر وہ نہ ٹوٹا"۔

"تو آپ اس طرف آ جائیے گا"۔

"میں ان کے ساتھ کیوں نہ چلی جاؤں"۔ ایسے میں فرزا

بولی۔

"ضرور چلی جاؤ"۔ انہوں نے کہا۔

دونوں راکٹڈوم میں سوار ہو گئے.... راکٹڈوم اوپر اٹھنے لگا

یہ سبزہ زار دھند میں لپٹا ہوا تھا.... ہیڈکوارٹر کی عمارت صاف نظر

نہیں آ رہی تھی.... تاہم وہ بہت اونچی تھی.... گنبد نما تھی.... ا

بہت عجیب نظر آ رہی تھی.... راکٹڈوم پہلے اونچا ہوا.... پھر عمار

کی طرف بڑھنے لگا.... ان سب کی نظریں اس پر جم گئیں.... آخر

عمارت کے اوپر پہنچ گیا.... اور پھر اس کی طرف اترنے لگا....

کے دل دھک دھک کر رہے تھے۔

"کیا یہ عمارت اب تباہ ہونے والی ہے"۔ آصف بڑبڑایا۔

"کیا ہمارے ملکوں میں سورج کی روشنی ہونے کو ہے"

آفتاب بولا۔

"نہیں.... ایسا کچھ نہیں ہونے والا"۔ روگان ہنسا۔

"آخر کیوں؟"

"یہ کام اس قدر آسان نہیں"۔

"گویا آپ مذاق کر رہے تھے.... یہ عمارت اس طرح تباہ نہیں ہو گی"۔

"ہاں! یہی بات ہے.... اس عمارت پر تو ایٹم بم بھی اثر نہیں کر سکتا.... یہ راکٹڈوم کیا چیز ہے.... یہ تو بم بھی نہیں ہے"۔

"تب پھر آپ کو ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی"۔

"ابھی معلوم ہو جائے گا کہ ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی.... وہ دیکھیں.... راکٹڈوم عمارت سے ٹکرائے بغیر واپس آ رہا ہے.... آخر کیوں.... پروفیسر داؤد نے آپ کا حکم کیوں نہیں مانا"۔

"یہ تو اب ان کے واپس آنے پر معلوم ہو گا"۔

عین اس وقت ایک دوسرے راکٹڈوم کی آواز سنائی دی.... ان کے سر اوپر اٹھ گئے.... ایک اور راکٹڈوم اسی راستے سے واپس آ رہا تھا جس راستے سے وہ لوگ آئے تھے۔

"یہ شاید مسٹر موٹال ہیں"۔ روگان مسکرایا۔

"اس کا مطلب ہے.... سرانک کی موت کی خبر ان لوگوں کو مل گئی ہے"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے"۔

ادھر سے پروفیسر داؤد والا راکٹڈوم ان کی طرف واپس آ ر
تھا... ادھر سے دوسرا راکٹڈوم بھی آ رہا تھا... عجیب نظارہ تھا... ا
کے سامنے وہ ہیڈ کوارٹر تھا جس کی تلاش میں انہوں نے سمند
تک چھان مارے تھے۔

اور اب وہ دو دشمن ان کے سامنے کھڑے ہونے وا
تھے... ادھر پروفیسر داؤد والا راکٹڈوم فرش پر اترا... ادھر دوسرا
دوسرے کا دروازہ کھلا تو اس میں سے موٹال نیچے اترا۔

"مسٹر سرالک مارے جا چکے ہیں... یہ اطلاع مجھے مسٹر ابظا
نے دی... اور یہ لوگ بھی آخر کار یہاں پہنچ گئے ہیں... حیر
ہے... کمال ہے... انہوں نے سرالک کو مار ڈالا"۔

"اور مسٹر ابظال شرط جیت گئے... اگرچہ انہیں اب صر
دو کروڑ پاؤنڈ مل سکیں گے... سرالک والے تو اب ملیں گ
نہیں"۔

"دو کروڑ پاؤنڈ کیا کم ہیں"۔

"پروفیسر صاحب... آپ کچھ نہیں بول رہے"۔ ایسے
خان رحمان بولے۔

ان کی نظریں پروفیسر داؤد پر جم گئیں... انہوں نے اب

کچھ نہ کہا۔

"فرزانہ کیا بات ہے... تم بھی خاموش ہو"۔ انسپکٹر جمشید
نے کہا۔

"ہم نے انہیں بولنے کے قابل چھوڑا ہی کب ہے"۔
روگان ہنسا۔

"کیا مطلب؟" وہ چونک اٹھے۔

"میں نیچے اتر آؤں یا نہیں"۔ پروفیسر بولے۔

"نہیں... آپ راکٹڈوم میں ٹھہریں... فرزانہ تم نیچے آ جاؤ
اور بتاؤ... کیا بات ہے"۔

"جی نہیں... میں نہیں بتا سکتی... آپ پہلے ان سے نبٹ
لیں... پھر ہم آپ کو بتائیں گے"۔ وہ بولی۔

"یہ کیا بات ہوئی"۔ انہوں نے منہ بنایا۔

"بات ہوئی یا نہیں... ہم نہیں بتا سکتے"۔ فرزانہ نے یہ کہ
کر راکٹڈوم سے چھلانگ لگا دی۔

"تم فکر نہ کرو فرزانہ ہم ہر بات سننے کا حوصلہ رکھتے ہیں"۔

"میں بتانے کا حوصلہ نہیں پاتی اباجان"۔

"آخر ایسی کیا بات ہے"۔ وہ سخت لہجے میں بولے۔

"امی جان... آنٹی شہتانہ... دوسری آنٹی شہتانہ... حامد،

سردار' ناز اور شائستہ' یہ سب اس عمارت میں قید ہیں"۔

"کیا!!!" وہ سب ایک ساتھ چلائے۔

"اور مزے کی بات یہ ہے کہ یہ عمارت صرف تباہ ہو سکتی ہے.... مطلب یہ کہ اگر اس کو توڑ ڈالا جائے تو یہ تباہ ہو جائے گی اور اس میں موجود ہر چیز تباہ ہو جائے گی"۔

"لیکن کیوں.... اگر ٹوری بان اس عمارت سے باہر آ سکتے ہیں تو دوسرے کیوں نہیں آ سکتے"۔

"ٹوری بان اس عمارت کے موجد ہیں.... وہ جانتے ہیں' عمارت سے باہر کس طرح آ سکتے ہیں.... ان کے علاوہ کوئی نہیں آ سکتا"۔

"لیکن جس طرف سے وہ باہر آئیں گے.... ہم اپنے ساتھیوں کو بھی اسی طرح سے نکال لیں گے"۔

"ہر کوشش ناکام ہو گی.... اس لیے کہ انہیں باندھا اس طرح گیا ہے کہ جونہی کھولا جائے گا.... وہ ہلاک ہو جائیں گے"۔ روگان نے کہا۔

"تو انہیں باندھا بھی گیا ہے"۔

"ہاں! تاکہ وہ اندر کوئی شرارت نہ کر سکیں"۔

"گویا تم لوگ یہ کہنا چاہتے ہو کہ اگر ہم اس عمارت کو تباہ

کریں گے تو ہمارے گھر کے افراد ساتھ ہی ہلاک ہوں گے"۔

"ہاں! بہت دیر بعد بات سمجھ میں آئی"۔ روگان نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"چلو شکر ہے.... سمجھ میں آ تو گئی"۔

"لیکن ان سب باتوں کو چھوڑو.... یہ تو بہت بعد کی بات ہے کہ تم اس عمارت کو تباہ کرنے کے قابل ہو یا نہیں.... اس سے پہلے تو تمہیں ہم لوگوں سے مقابلہ کرنا پڑے گا"۔

"یہ کیا مشکل ہے.... ہم لوگوں نے تو سرالک جیسے کو ٹھکانے لگا دیا ہے"۔

"جب تک کوئی میدان میں نہیں نکل آتا.... اس وقت تک اسے سامنے والے کی طاقت کا اندازہ نہیں ہوتا.... اصل اندازہ میدان میں آنے کے بعد ہوتا ہے"۔

"اور ہم میدان میں ہیں.... لیکن مسٹر ابظال نظر نہیں آئے"۔

"ان کی کیا ضرورت.... تم لوگوں کے لیے ہم دو ہی بہت کافی ہیں"۔

"وہ بھی ہوتے تو ذرا مزا رہتا"۔ محمود بولا۔

"اگر ضرورت محسوس ہوئی تو انہیں یہاں آنے میں دیر نہیں

لگے گی"۔ روگان نے ہنس کر کہا۔

"اس کا مطلب ہے.... اب ہمیں کام شروع کر دینا چاہیے"۔

"ہاں! اگر تم لوگوں میں ہمت ہے تو آ جاؤ.... ہمت نہیں ہے تو یہاں کا قیدی بننا قبول کر لو"۔

"پہلے ہم تم دونوں کا صفایا کریں گے.... پھر ایٹال کو ٹھکانے لگائیں گے۔

"اور آخر میں اس عمارت کو تباہ کریں گے.... اور ساتھ میں اپنے گھر والوں کو ہلاک کریں گے"۔

"نہیں! ہم انہیں کسی نہ کسی طرح نکال لیں گے"۔

"تم تمام زندگی لگے رہو.... یہ نہیں کر سکو گے.... کیونکہ یہ کام عمارت کے اندر ہو سکتا ہے.... باہر سے یہ صرف تباہ ہو سکتی ہے"۔

"اس مسئلے پر ہم بعد میں غور کریں گے"۔

"جیسی تم لوگوں کی مرضی"۔

انہوں نے ایک نظر راکڈوم پر ڈالی.... ایسے میں انسپکٹر جمشید کو ایک خیال آیا.... انہوں نے پروفیسر داؤد سے کہا۔

"آپ راکڈوم کا دروازہ بند کر لیں.... فوراً"۔

"کک.... کیوں.... کیا بات ہے"۔ وہ بولے۔

"کوئی سوال کئے بغیر.... دروازہ بند کر لیں"۔

انہوں نے فوراً دروازہ بند کر لیا.... اور بولے۔

"میری آواز تو تم اب بھی سن سکتے ہو جمشید"۔

"اوہ ہاں"۔

"تو پھر بتاؤ.... دروازہ کیوں بند کروایا"۔

"اس کی ایک وجہ تھی"۔ یہ کہہ کر وہ خان رحمان پر جھک گئے.... نہ جانے انہوں نے کیا کہا خان رحمان نے ایک سمت میں دوڑ لگا دی۔

"ارے رے.... یہ کیا ہو رہا ہے"۔ موٹال نے چیخ کر کہا۔

"یہ وہی ہو رہا ہے.... جو خدا کو منظور ہے"۔ آصف مسکرایا۔

"خان رحمان کو روکنا ہو گا"۔ یہ کہہ کر موٹال نے ان کی طرف دوڑ لگا دی۔

خان رحمان نے رفتار بڑھا دی.... موٹال کے ساتھ روگان نے بھی دوڑ لگا دی تھی.... لیکن انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا نے دو لمبی چھلانگیں لگائیں اور ان کے راستے میں آ گئے.... ان کا یہ کرنا خان رحمان کے حق میں مفید ہو گیا.... وہ راکڈوم تک پہنچ

میں کامیاب ہو گئے.... لیکن ابھی وہ سوار نہیں ہوئے تھے کہ موٹال پھر اٹھ کر ان کی طرف دوڑا....

"جلدی کرو خان رحمان"۔ یہ کہ کر انسپکٹر جمشید نے بھی اس کی طرف دوڑ لگا دی اور دوڑتے دوڑتے اس کی ٹانگوں میں ٹانگ دے ماری.... وہ منہ کے بل گرے.... پیچھے سے روگان چلا آ رہا تھا.... انہوں نے خود کو گراتے ہوئے دونوں ٹانگیں اس کی طرف کر دیں.... وہ اس حد تک نزدیک آ چکا تھا کہ خود کو روک نہ سکا اور ان کے پیروں سے ٹکرا کر پیچھے کی طرف الٹ کر گرا۔

اسی وقت خان رحمان راکڈوم پر سوار ہو گئے اور انہوں نے کھٹ سے دروازہ بند کر لیا۔

"میں اندر داخل ہو گیا ہوں جمشید"۔

"بہت خوب.... اب ہماری پوزیشن بہتر ہو گئی ہے"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

باقی لوگوں نے موٹال اور روگان کی طرف دیکھا.... وہ سکتے کی حالت میں کھڑے تھے.... ایسے میں انسپکٹر جمشید کی آواز ابھری۔

"خان رحمان.... تم راکڈوم میں کسی کی موجودگی تو محسوس نہیں کر رہے"۔

"نہیں"۔ وہ بولے۔

"خیر.... اب تم دروازہ نہیں کھولو گے.... اگر دروازہ خود بخود کھلتا ہوا محسوس ہو تو ہمیں بتا دینا"۔ انہوں نے کہا۔

"کک.... کیا مطلب.... کیا اس کا دروازہ خود بخود بھی کھل سکتا ہے"۔

"نہیں.... کھل تو نہیں سکتا.... لیکن کھل سکتا ہے"۔ وہ بولے۔

"یہ کیا بات ہوئی.... کھل تو سکتا ہے.... لیکن کھل نہیں سکتا"۔

"بس یہی بات ہوئی ہے.... تم فکر نہ کرو"۔

"اگر تم کہتے ہو تو نہیں کرتا"۔ انہوں نے ہنس کر کہا۔

اس وقت تک موٹال اور روگان ایک بار پھر سے بالکل تیار ہو چکے تھے۔

"آپ دونوں نے راکڈوم پر قبضہ کر لیا.... لیکن یہ آپ کے کس کام آئیں گے.... کیا اس عمارت کو تباہ کیے بغیر آپ لوگ یہاں سے جانا پسند کریں گے"۔

"بالکل نہیں"۔

"بس تو پھر.... ان راکڈوموں کا بھی آپ کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا"۔

"جب کہ میرا خیال ہے.... ان پر قبضہ کر کے ہم آدھی جنگ جیت چکے ہیں"۔

"خام خیال ہے.... اب کیا ارادہ ہے"۔

"اب کیا ارادہ ہوتا.... ہم پہلے آپ دونوں سے جنگ کریں گے.... اس کے بعد عمارت کو تباہ کریں گے"۔

"اور اپنے بیوی بچوں کو بھول گئے"۔

"نہیں.... وہ یاد ہیں.... اگر ہم انہیں زندہ سلامت نکال سکے.... تو ضرور نکالیں گے.... ورنہ عمارت کو تباہ کر دیں گے"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"گویا انہیں بھی ساتھ میں ختم کر دو گے"۔

"اگر مسلمان دنیا کو بچانے کے لیے ہمیں اپنے بیوی بچوں کو قربان کرنا پڑا.... تو یہ سودا کچھ مہنگا نہیں ہوگا"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"خوب! واقعی بہت جذبہ ہے آپ لوگوں میں.... ہمارا خیال تھا کہ آپ لوگ ان کی موجودگی میں عمارت کو تباہ کرنے کے بارے میں سوچیں گے بھی نہیں"۔

"ہم صرف سوچیں گے نہیں.... اس پر عمل بھی کریں گے"۔

"لیکن ہم پہلے انہیں بچانے کے لیے کوشش ضرور کریں گے"۔

"یہ تو خیر ہو ہی نہیں سکتا"۔

"کک.... کیا مطلب؟؟"

"عمارت کو تباہ کئے بغیر ان تک نہیں پہنچا جا سکتا اور جب عمارت تباہ ہو گی تو وہ پہلے تباہ ہوں گے"۔ روگان نے جلدی جلدی کہا۔

"دیکھا جائے گا.... جب یہاں تک آ گئے ہیں تو اپنی جانیں بھی قربان کر دیں گے"۔

"تو پھر تیار ہو جاؤ.... جانیں قربان کرنے کے لیے.... مسٹر موٹال ان سے صرف میں جنگ کروں گا"۔ روگان بولا۔

"میرا ارادہ تھا میں جنگ کرتا"۔ موٹال بولا۔

"بس آپ ذرا نظارہ کریں"۔

"اچھا یونہی سہی"۔ موٹال نے کہا۔

اور روگان ان کے سامنے آ کھڑا ہوا' اس کا لمبا چوڑا قد تھا' ہاتھ پیر وغیرہ دیکھ کر خوف محسوس ہوتا تھا.... لیکن وہ بھلا کیوں ڈرتے.... آنکھوں میں حد درجہ تیز چمک تھی.... جس سے لالچ ٹپکتا تھا.... اس کے سر پر بال گھنے اور گردن بہت موٹی تھی۔

"میں اپنے بارے میں بتا دوں.... تاکہ آپ لوگ غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں.... میں مارشل آرٹ کا ماہر ہوں.... جوڈو کراٹے میری گھٹی میں پڑے ہیں.... اور دنیا کے بہترین نشانے بازوں میں سے ایک ہوں.... آپ لوگوں کے بارے میں سب کچھ جانتا ہوں"۔

"یہ تو تھا زبانی تعارف.... اب ذرا عملی تعارف بھی ہو جائے"۔

یہ کہہ کر روگان نے ایک قلابازی لگائی اور قلابازیاں کھاتا ہوا ان کی طرف آیا.... وہ پہلے ہی چھلانگیں لگا کر ادھر ادھر ہو چکے تھے۔

"صرف اور صرف میں مقابلہ کروں گا"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"لیکن میں کیوں نہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"اس لیے کہ آپ بہت زیادہ زخمی ہیں"۔

"تو کوئی بات نہیں.... میں مقابلہ کر سکتا ہوں"۔

"بہتر یہی ہے کہ آپ مجھے موقع دیں"۔

"اچھا خیر"۔

عین اس وقت انسپکٹر جمشید کی کمر پر روگان کے دونوں لا

لگے.... وہ اوندھے منہ گرے تھے.... انہیں روگان سے ایسی امید نہیں تھی کہ وہ اس طرح وار کر گزرے گا.... لہٰذا انسپکٹر کامران مرزا غصے میں آ کر پلٹے۔

"یہ کیا شرافت ہے"۔

"میں نے یہ اعلان جنگ کے بعد کیا.... لہٰذا مجھے کوئی الزام نہیں دیا جا سکتا"۔

عین اس لمحے انسپکٹر کامران مرزا نے اچھل کر دونوں پیر اس کے سینے پر دے مارے.... وہ چاروں شانے چت گرا اور ساکت ہو گیا۔

"بہت خوب ابا جان! آپ نے کمال کر دیا"۔

"تو پھر اب کمال کرنے کی باری تم لوگوں کی ہے"۔ انہوں نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"جی کیا مطلب؟" وہ سب ایک ساتھ بولے۔

"روگان چاروں شانے چت پڑا ہے.... اسے قابو میں کر لو.... ہم بڑے موٹال سے نبٹ لیتے ہیں"۔

"یہ پروگرام اچھا رہے گا.... آؤ ساتھیو"۔

چھوٹی پارٹی پوری کی پوری روگان کے گرد جم ہی گئی.... اس نے سر گھما کر ان سب کو دیکھا، پہلے مسکرایا پھر طنزیہ انداز میں

بولے۔

"تم اور مجھے قابو میں کرو گے"۔

"ارادہ تو ہے"۔

"اچھا تو پھر یہ لو"۔

اس نے لیٹے لیٹے خود کو پھرکی کی طرح گھمایا.... اس کی ٹانگیں ان کا مزاج پوچھتی چلی گئیں.... وہ سب کے سب تڑاتڑ پیچھے کی طرف گرے.... اور اٹھ نہ سکے.... اب پھر وہ اٹھا اور ایک ایک پر نظر ڈالتے ہوئے بولا۔

"بس.... اسی برتے پر کہتے تھے.... ارادہ تو ہے"۔

"ہاں! ارادہ تو ہے"۔ یہ کہہ کر محمود اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"ارے! یہ کیا"۔ روگان کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا۔

"لیکن آپ حیران کس بات پر ہیں"۔

"میں نے اپنے اس وار کے بعد کسی کو اٹھتے ہوئے نہیں دیکھا"۔ اس نے حیرت زدہ لہجے میں بتایا۔

"کیا کہا.... کسی کو اٹھتے نہیں دیکھا"۔

"ہاں.... نہیں دیکھا.... لیکن آج محمود کو دیکھ لیا ہے"۔

"صرف محمود کو نہیں.... مجھے بھی دیکھ لیں"۔ آصف نے کہا

اور اچھل کر کھڑی ہو گئی۔

"ارے یہ.... یہ کیا؟" اس کے منہ سے پھر نکلا۔

"میرا خیال ہے.... آپ ایک ہی بار سارے ارے یہ کیا.... کر لیں"۔ شوکی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"اوہو.... یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں"۔

"شکر ہے.... آپ نے جملہ تو بدلا"۔ فاروق نے اٹھتے ہوئے کہا۔

اب تو روگان کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں.... اور اس وقت تو اس کی آنکھیں باہر کو ابل پڑیں جب وہ سبھی اٹھ کھڑے ہوئے۔

"شش.... شاید میں خواب دیکھ رہا ہوں"۔

"ہم نے بھی تو آخر اپنے جسموں پر محنت کی ہوئی ہے"۔ انسپکٹر جمشید ہنسے۔

بڑی پارٹی ان کی جنگ دیکھنے میں لگ گئی تھی.... اور خود لڑنا بھول گئی تھی.... یہاں تک کہ موٹال تک ان کی حرکات دیکھ دیکھ کر حیران ہو رہا تھا۔

"کیا خیال ہے مسٹر موٹال.... پہلے ان کی جنگ نہ دیکھ لی جائے.... ذرا مزا رہے گا"۔

"ہاں! میرا بھی یہی خیال ہے"۔ اس نے کہا، پھر روگان کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے کہا۔

"مسٹر روگان.... کھیل جلد ختم کر دیں.... یہ لوگ خطرناک ہیں"۔

"تمہاری تعریف کرنے کا شکریہ"۔ فاروق مسکرایا۔

"میں ابھی ان کا تیا پانچہ کیے دیتا ہوں"۔

"تیے پانچے کی پانچا ساتا کر دیں تو بہتر رہے گا.... ہو سکتا ہے، تیا پانچہ مکمل ثابت نہ ہو.... جس طرح آپ کی یہ پھرکی ناکام رہی"۔ آفتاب نے سنجیدہ انداز میں کہا۔

روگان کا جسم غصے سے تن گیا.... وہ ہوا میں اچھلا اور سیدھا آفتاب کے سر پر آیا۔

"آفتاب بچو"۔ انسپکٹر کامران مرزا چلائے۔

لیکن بچنے کا وقت گزر چکا تھا.... اس کا جسم آفتاب کے سر سے ٹکرا گیا.... اگرچہ اس نے خود کو گرا بھی دیا تھا.... اور لڑھکنے کی بھرپور کوشش بھی کی تھی.... لیکن روگان کی بھی چھلانگ عجیب تھی۔

"ایک تو گیا.... میرا دعویٰ ہے.... یہ تو اب کئی گھنٹوں تک نہیں اٹھ سکے گا.... اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بالکل ہی نہ اٹھ سکے"۔

"سنا تم نے آفتاب.... یہ حضرت کیا کہہ رہے ہیں"۔

"میں ان کا دعویٰ غلط ثابت کر دوں گا"۔

یہ کہہ کر آفتاب نے اٹھنے کی بھرپور کوشش کی.... سیدھا کھڑا ہوا، لیکن کھڑے ہوتے ہی گر گیا۔

"اس نے کھڑے ہو کر دکھا دیا"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"ہاں! مجھے تو اس پر بھی حیرت ہے.... اور مسٹر موٹال.... میں اب یہ محسوس کرتا ہوں کہ ان لوگوں سے ہم نہیں جیت سکیں گے"۔

"کیا کہا.... مسٹر روگان.... یہ آپ نے کیا کہا.... ہم ان سے جیت نہیں سکیں گے.... حد ہو گئی.... آپ کے منہ سے یہ بات سننے کی ایک فیصد امید نہیں تھی"۔

"اور مجھے بھی ایک فیصد امید نہیں تھی کہ میری یہ ٹکر کھا کر بھی کوئی اٹھ سکتا ہے"۔

"لیکن وہ اٹھ کر کھڑا نہیں رہ سکا.... پھر گر چکا ہے"۔

"لیکن یہ بھی بہت بڑی بات ہے میرے نزدیک"۔

"آپ بھول رہے ہیں.... یہ لوگ ہمیں شکست نہیں دے سکتے.... ابھی تو مسٹر ابطال باقی ہیں"۔

"اوہ! ارے.... ہائیں.... یہ بات تو میں بھی بھول ہی گ
تھا"۔ اس نے حیران ہو کر کہا۔

"تو اب یاد کرلیں"۔ محمود نے شوخ آواز میں کہا۔

"مسٹر روگان.... ان سے جنگ کرنے کے لیے ضرو
ہے.... کہ باتیں نہ کی جائیں.... یہ لوگ اس کام کے ماہر ہیں
دوسروں کو باتوں میں الجھا لیتے ہیں اور پھر وار کر جاتے ہیں"۔

"خیر.... میں جنگ دوبارہ شروع کرتا ہوں.... اور اب
کوئی بات نہیں کروں گا"۔

"بہت خوب! یہ ہوئی نہ بات"۔ موٹال بولا۔

"آپ ہمیں فائرنگ کر کے ہلاک کیوں نہیں کر دیتے"۔

"اس طرح مزا نہیں آتا.... ہاں تم لوگ پسند کرو تو
استعمال کر سکتے ہو.... ہمیں کوئی اعتراض نہیں"۔

"کیا خیال ہے ابا جان.... کیا ہم اپنے پستول استعمال ک
ہیں"۔

"نہیں.... گولیاں اچٹ کر لگیں گی"۔

"اوہ ہاں! واقعی"۔

اور پھر روگان نے ایک نئے انداز سے جنگ شروع کی
فضا میں اچھلا.... فضا میں ہی اس نے اپنا رخ تبدیل کیا.... او

کے جسم سے ٹکرایا.... ان سب نے اسے پکڑنے کی کوشش شروع
کر دی.... کیونکہ اب شوکی بھی آفتاب کی طرح گر چکا تھا۔

"ترکیب نمبر تیرہ"۔ فرحت نے نعرہ لگایا۔

"ہاں! بالکل ٹھیک"۔ آصف بولا۔

اور وہ سب ایک دائرے کی شکل میں آ گئے.... اور لگے
گردش کرنے، روگان اب ان کے درمیان میں کھڑا تھا.... اور اسے
بھی ان کے ساتھ گھومنا پڑ رہا تھا۔

"آپ کیوں ہمارے ساتھ گھوم رہے ہیں"۔ رفعت بولی۔

روگان نے کوئی جواب نہ دیا تو مکھن بولا۔

"منہ میں گھنگھنیاں ڈال لی ہیں کیا"۔

"ان لوگوں کو کیا پتا، گھنگھنیاں کیا ہوتی ہیں"۔ اشفاق ہنسا۔

عین اس لمحے روگان نے عجیب حرکت کی.... بری طرح اچھلا
اور ان کے دائرے سے باہر نکل گیا.... نکلتے ہی مڑا اور سامنے جو
بھی آیا.... اس پر حملہ کر دیا.... سب سے پہلے شوکی اس کے سامنے
آیا اور دور تک لڑھکتا چلا گیا.... شوکی کے بعد اخلاق کی باری
آئی.... اس کے ساتھ بھی یہی ہوا۔

ایسے میں فرحت نے اپنی جگہ سے چھلانگ لگائی اور روگان
کی گردن کے گرد بازو کس دیئے۔

"ارے ارے! یہ کیا"۔ اس نے گھبرا کر کہا۔

"ترکیب نمبر تیرہ کا ایک حصہ یہ بھی ہے"۔ وہ مسکرائی۔

عین اس لمحے اس کا ایک ہاتھ محمود کے قابو میں آ گیا.... وہ اس کے بازو سے پوری طرح لٹک گیا۔

"اوہو! یہ تم کیا کر رہے ہو"۔ روگان نے حیران ہو کر کہا۔

"خبردار بھئی.... یہ مصنوعی حیرت کا اظہار کر رہا ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے بلند آواز میں کہا۔

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا۔

اس وقت تک آصف نے اس کے دوسرے ہاتھ کو پکڑ لیا تھا۔

"اب میرے حصے میں تو بس ٹانگ ہی آئے گی"۔ فاروق نے کہا اور اس کی پنڈلی سے لپٹ گیا۔

"لات کھاؤ.... لات"۔ آفتاب نے منہ بنایا اور بائیں ٹانگ پکڑ لی۔

گویا اب گردن.... دونوں بازو اور دونوں ٹانگیں ان کے قابو میں تھیں.... اس حالت میں بھی اس نے گھومنا بند نہیں کیا تھا۔

"ترکیب نمبر ۱۳ نے اپنا رنگ جما لیا ہے"۔ آصف نے گویا اعلان کیا۔

"اب میں ایک سگریٹ پینا چاہتا ہوں.... مسٹر موٹال! اس وادی میں سگریٹ پینا منع تو نہیں"۔ ایسے میں فاروق نے کہا۔

"نہیں.... کوئی اعتراض نہیں.... لیکن تم نے میری پنڈلی کیوں پکڑ رکھی ہے.... سگریٹ کس طرح پیو گے اور پھر اس وقت تمہیں سگریٹ پینے کی کیا سوجھی"۔

"بس آپ اجازت دے دیں.... اور سگریٹ کے دو چار کش لگانے تک آپ کچھ نہ کریں.... بہادر دشمن دوسروں کو مہلت دیتے ہیں نا"۔

"پتا نہیں دیتے ہیں یا نہیں.... میں دیتا ہوں"۔ اس نے کہا۔

"تو لائیے"۔ آفتاب بولا۔

"کیا لاؤں.... کیا دوں"۔

"مہلت"۔ فاروق بولا۔

"ایک تو تم لوگ ادھر ادھر کی باتیں بہت کرتے ہو"۔ روگان نے جل کر کہا۔

"حد ہو گئی.... ایسے میں ان حضرت کو سگریٹ کی پڑ گئی.... ہے کوئی تک"۔ رفعت نے جھلا کر کہا۔

"فاروق.... شرم نہیں آتی.... ہمارے سامنے سگریٹ پیو

گئے"۔ انسپکٹر جمشید نے گرج دار انداز میں کہا.... فاروق ان کی
گرج سن کر کانپ گیا۔

"مم.... میں معافی چاہتا ہوں.... لیکن سگریٹ ضرور پیوں
گا"۔

"واہ! یہ پہلے معافی کا بہترین طریقہ ہے"۔ آصف ہنسا۔

"اب میں تم لوگوں کو اتنی مہلت بھی نہیں دے سکتا"۔

"حد ہو گئی.... اب جب کہ میں سگریٹ منہ سے لگا چکا
ہوں.... لائٹر تک نکال چکا ہوں.... اور سلگانے والا ہوں تو آپ کہ
رہے ہیں.... زیادہ مہلت نہیں دے سکتے.... مطلب یہ کہ کم تو اب
بھی دے سکتے ہیں"۔ آفتاب نے جلدی جلدی کہا۔

"آخر یہ کیسا سگریٹ ہے.... جو ان لمحات میں پیا جا رہا
ہے"۔

"یہ میرے جسم میں طاقت بھر دے گا"۔

"دھت تیرے کی.... اب سگریٹ بھی جسموں میں طاقت
بھرنے لگے.... بدتمیز کہیں کے"۔ محمود نے جھلا کر کہا۔

"بدتمیز کسے کہا؟" فاروق نے آنکھیں نکالیں۔

"سگریٹ کو اور کسے"۔

اسی وقت سگریٹ سلگ گیا.... اس نے جلدی جلدی تین

چار کش لگائے۔

"انسپکٹر جمشید! یہ کیا ہو رہا ہے"۔

"میں خود حیران ہوں.... فاروق آخر یہ تمہیں سوجھی کیا"۔

"اپنے پروفیسر انکل کا حکم مان رہا ہوں"۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"پروفیسر انکل نے کہا تھا.... کوئی ایسی لڑائی بھڑائی کی صورت
پیش آ جائے تو یہ سگریٹ پی لیا کروں.... جسم میں بے پناہ طاقت آ
جائے گی.... ابھی آپ میری طاقت کا نظارہ کریں گے.... یہ دیکھیے"۔
یہ کہ کر اس نے نہ جانے کیا کیا.... روگان بری طرح اچھلا.... ان
سمیت اچھلا.... یعنی یہ لوگ بھی اس کے ساتھ ہی اچھل گئے....
اور کافی اونچا اچھلے.... جب نیچے گرے تو انہوں نے دیکھا روگان
مکمل طور پر بے ہوش تھا۔

"ارے! یہ کیا.... یہ مسٹر روگان کو کیا ہوا!؟"

"روگان سے پوچھیے"۔ فاروق نے منہ بنایا۔

"فاروق.... یہ کیسے ہو گیا"۔

"سگریٹ کی برکت ہے"۔ فاروق ہنسا۔

"لو اور سنو.... سگریٹ میں بھی برکت ہونے لگی"۔ محمود

"یہ حال جو بھی ہوا ہے.... بہت خوب ہوا ہے.... لیکن ہمیں حیرت اس بات پر ہے.... کہ پروفیسر انکل نے یہ سگریٹ تمہیں کب دیا"۔

"جب وہ موڈ میں ہوتے ہیں.... تو ایسی چیز بھی دے دیتے ہیں.... ابھی پچھلے دنوں انہوں نے مجھے ایک بٹن دے دیا تھا"۔

"بٹن.... کون سا بٹن"۔ شوکی نے حیران ہو کر کہا.... وہ بھی اب تک اٹھ چکا تھا۔

"وہی.... جو اس محاورے میں استعمال ہوتا ہے.... آنکھیں یا بٹن"۔

"اوہ اچھا.... وہ والا بٹن"۔ خان رحمان چونکے۔

"جی ہاں! وہ والا.... ویسے یہ کبھی کبھی یہ والا بٹن بھی مجھے دے دیتے ہیں"۔ یہ کہہ کر اس نے جیب سے ایک بٹن نکال کر دوسروں کو دکھایا۔

"لل.... لیکن.... یہ بٹن کب ہے.... یہ تو پنسل تراش ہے"۔ منور علی خان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"آپ سمجھے نہیں.... یہ بٹن نما پنسل تراش ہے.... ویسے آپ اس کو پنسل تراش نما بٹن بھی کہہ سکتے ہیں"۔

"یار کیا اوٹ پٹانگ باتیں کر رہے ہو.... کوئی ایک آدھ کام

کی بات بھی کر لو"۔

"اب یہ دیکھیں.... یہ بٹن کیا آپ کو کام کی چیز نظر نہیں آ رہا ہے"۔

"بٹن نہیں پنسل تراش.... ویسے آپ چاہیں تو میں اس کے ذریعے مسٹر روگان کو گنجا کر دکھا سکتا ہوں"۔

"کیا کہا.... یہ تم مداری کب سے ہو گئے"۔ آصف چلایا۔

"ہاں! یہ کی ہے کام کی بات"۔ محمود مسکرایا۔

"اچھا یہ بات ہے.... تو میں مداری ہوں.... یہ لیں پنسل تراش مسٹر روگان کے پاس پھینک رہا ہوں"۔

یہ کہہ کر اس نے واقعی پنسل تراش زور سے زمین پر مارا.... جو اس کے آس پاس لگا.... وہ ایک دھماکے سے پھٹا.... دھواں سا اٹھا.... اور جب دھواں چھٹا تو ان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں.... ساتھ ہی وہ زور زور سے ہنسنے پر مجبور ہو گئے۔

○☆○

دروازے بند ہیں

انہوں نے دیکھا' روگان کے سر کے سارے بال بالکل غائب ہو چکے تھے اور اس کی کھوپڑی سے بال اکھڑنے کی وجہ سے خون چھلک اٹھا تھا اور .... اس صورت حال کو دیکھ کر وہ سب بری طرح ہنس رہے تھے.... جب کہ فاروق بھونچکا سا کھڑا تھا.... آخر اس نے مارے حیرت کے کہا۔

"ارے یہ کیا ہوا.... یہ تو الٹا کام ہو گیا"۔

"کیا مطلب.... کیا اس پنسل تراش سے کچھ اور ہونا چاہیے تھا"۔

"ہاں! سر اڑ جانا چاہیے تھا.... شاید پنسل تراش کے کام کی مدت ختم ہونے والی تھی.... اس لیے یہ صرف بال اڑا سکا.... خیر.... کچھ تو اڑایا"۔

"اب تو میرا خیال ہے.... تم لوگ مل کر مسٹر روگان کو قابو میں کر سکتے ہو.... ہم ذرا موٹال سے دو دو ہاتھ کر لیں"۔

"نہیں"۔ ان الفاظ کے ساتھ ہی روگان گنجا سر لیے اٹھ کھڑا ہوا۔

"ارے باپ رے.... سگریٹ کا اثر بھی ختم ہو گیا.... پروفیسر انکل.... آپ دیکھ رہے ہیں"۔

"ہاں! نہ صرف دیکھ رہا ہوں.... بلکہ لطف اندوز بھی ہو رہا ہوں.... لیکن یہ غلطی تمہاری ہے"۔ پروفیسر داؤد کی آواز راکڈوم سے آئی۔

"میری غلطی.... کیا مطلب.... آپ کا اشارہ کس غلطی کی طرف ہے"۔ فاروق نے کہا۔

"ہاں واقعی.... کوئی ایک غلطی ہو تو بے چارہ سمجھے بھی.... یہاں تو ان گنت غلطیاں ہیں"۔ آفتاب بولا۔

"اے خبردار.... اپنی چونچ بند رکھو.... دیکھ نہیں رہے.... یہ حضرت پھر اٹھ کھڑے ہو گئے ہیں.... ارے ہاں انکل.... آپ کیا کہہ رہے تھے"۔

"تم نے غلطی کی.... پہلے پنسل تراش زمین پر مارنا تھا.... پھر سگرٹ پیتے.... لیکن اب کیا ہو سکتا ہے"۔

"جی ہاں! اب تو چڑیاں چگ گئی کھیت"۔

"اب یہ ادھر ادھر کی باتیں بند کریں.... روگان اس مہلت

سے طاقت حاصل کرنے کے چکر میں ہے.... جب کہ اس وقت اس میں کمزوری کے آثار صاف نظر آ رہے ہیں"۔

"ہوں اچھا"۔

وہ سب روگان پر چاروں طرف سے حملہ کرنے لگے.... روگان گھوم گھوم کر ان کے حملوں کو روکنے لگا.... اور خود بھی وار کرنے لگا.... لیکن اب اس میں پہلے جیسا دم خم نہیں رہ گیا تھا.... ایسے میں فرحت نے ایک بار پھر اچھل کر اس کی گردن پکڑ لی.... لیکن اسی وقت روگان نے جھٹکا مارا.... وہ دور جا کر گری.... یہ دیکھ کر رفعت نے چھلانگ لگائی.... اور اس کی گردن سے جونک کی طرح چمٹ گئی.... اس نے گھوم کر جھٹکا دیا.... لیکن رفعت اس سے الگ نہ ہوئی.... ایسے میں محمود نے سر کی ٹکر اس کی کمر پر ماری.... وہ اوندھے منہ گرا.... اب کیا تھا.... سب نے اسے چھاپ لیا۔

"مجھے طاقت حاصل کرنے کے لیے پانچ منٹ درکار ہیں مسٹر موٹال"۔ روگان بڑی مشکل سے بولا۔

"کیا مطلب؟"

"اگر پانچ منٹ کے لیے مجھے ان سے الگ کر دیا جائے تو ان سے اکیلا ہی نبٹ لوں گا"۔

"تب یہ پانچ منٹ میں آپ کو ضرور دوں گا"۔ یہ کہ کر اس نے بچوں کی طرف چھلانگ لگا دی.... انسپکٹر کامران مرزا اسے روکنے کے لیے آگے بڑھے.... لیکن اس کی لپیٹ میں آ کر دور جا گرے.... یہ دیکھ کر انسپکٹر جمشید نے اس کی طرف دوڑ لگا دی.... لیکن اس سے پہلے کہ وہ اس تک پہنچتے.... وہ چھوٹی پارٹی کے نزدیک پہنچ گیا.... اس نے آن کی آن میں انہیں ادھر ادھر اچھال کر رکھ دیا۔

روگان اٹھا اور اس نے عمارت کی طرف دوڑ لگا دی.... انسپکٹر جمشید اس کی طرف دوڑ پڑے اور اسے راستے میں جا لیا۔

"نہیں.... ابھی نہیں.... مجھے مہلت درکار ہے"۔

"اور ہم دشمنوں کو مہلت نہیں دیا کرتے.... خاص طور پر اسلام کے دشمنوں کو"۔

یہ کہ انہوں نے ایک زوردار مکا اس کی ٹھوڑی پر رسید کیا کہ وہ بہت اونچا اچھلا لیکن جب گرا تو سیدھا کھڑا نظر آیا۔

"کیا مطلب.... آپ مہلت مانگ رہے تھے.... پھر یہ کیا"۔

"کچھ مہلت مجھے مل چکی ہے.... اگر پورے پانچ منٹ مل گئے تو پھر میری طاقت دیکھنے والی ہو گی"۔

انسپکٹر جمشید نے اس کی طرف دوڑ لگا دی.... اور اسے اپنی

لپیٹ میں لیتے ہوئے سر کی ٹکر اس کے ناک پر ماری..... وہ دوسری طرف الٹ گیا۔

"مہلت حاصل کرنے کے بعد مجھے آپ کو بے کار کرنا ہو گا"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی اس نے دائیں ہاتھ کا مکا ان کی آنکھ پر دے مارا..... وہ ترچھے ہو گئے..... مکا گردن پر لگا..... ساتھ ہی ایک مکا ان کی کمر پر لگا..... وہ دھپ سے زمین پر گرے اور روگان نے پھر دوڑ لگا دی..... جب تک وہ اٹھے..... وہ عمارت تک پہنچ چکا تھا..... ایسے میں وہ چلا اٹھا۔

"میں نے مہلت حاصل کر لی ہے"۔

"لیکن کیسے..... ابھی پانچ منٹ پورے نہیں ہوئے"۔

"تو پھر آجاؤ"۔ روگان ہنسا۔

انہوں نے اس کی طرف بے تحاشا دوڑ لگا دی..... جونہی وہ عمارت کے نزدیک پہنچے..... ان کے جسم کو اس قدر زبردست جھٹکا لگا کہ کیا کبھی لگا ہو گا..... وہ گیند کی طرح اونچا اچھلے..... اور زمین پر گرے..... باقی سب نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے انہیں دیکھا..... وہ بالکل ساکت نظر آ رہے تھے۔

"نن نہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا چلائے اور ان کی طرف

دوڑے..... ادھر سے روگان نے دوڑ لگا دی..... دونوں کے جسم برے زور سے ٹکرائے..... اور انسپکٹر کامران مرزا بھی لمبے لیٹے نظر آئے..... ان کا جسم بھی بالکل ساکت ہو گیا۔

"اب مسٹر روگان تم نے پانچ کیا دس منٹ کی مہلت حاصل کر لی"۔ موٹال نے ہنس کر کہا۔

کیونکہ اب وہ اس کے اور چھوٹی پارٹی کے اور باقی لوگوں کے درمیان کھڑا تھا۔

"بہت خوب! یہ ہوئی نا بات"۔

یہ کہ کر اس نے پھر عمارت کی طرف دوڑ لگا دی۔

"ہم اسے پانچ منٹ کی مہلت نہیں دیں گے"۔ یہ کہ کر انہوں نے ایک چکر میں دوڑنا شروع کر دیا..... اسے عمارت کی طرف بڑھتے دیکھ کر موٹال حرکت میں آیا اور اس کا راستہ روکنے کے لیے اسے دو لمبی چھلانگیں لگانا پڑیں..... بس پھر کیا تھا..... وہ اس کے بالکل سامنے آ گیا..... محمود کو رکنا پڑا..... عین اس وقت آصف نے دوسری طرف سے چکر میں دوڑنا شروع کیا۔

موٹال چکرا گیا کہ اب کیا کرے..... پھر اس کی سمجھ میں آیا کیا کر سکتا ہے..... اس نے محمود کے سر کی طرف ایک لات چلائی..... محمود نیچے بیٹھ گیا..... ساتھ ہی موٹال نے اچھل کر دوسری

لات اس پر رسید کر دی.... یہ لات اس کی کمر پر لگی.... اسے یوں
محسوس ہوا جیسے کوئی پہاڑ اس کی کمر پر گرا ہو۔
موٹال اسے چھوڑ کر آصف کی طرف دوڑا.... اور اسے بھی
راستے میں جا لیا.... ادھر فاروق نے اس طرف دوڑ لگا جس طرف
سے محمود جا رہا تھا اور کافی فاصلہ عبور کر گیا.... ادھر موٹال نے
آصف کی ٹھوڑی پر مکا دے مارا اور فاروق کی طرف مڑا.... یہ دیکھ
کر آفتاب نے دوڑ لگا دی۔

اس طرح موٹال گھن چکر بن گیا وہ فاروق کی طرف آیا' اس
کی پنڈلی پر ایک ٹھوکر رسید کرتے ہی دوسری طرف مڑا.... اور
آفتاب تک پہنچا.... ادھر فرحت نے دوڑنا شروع کیا.... آفتاب کے
پیٹ میں ایک لات رسید کرتے ہوئے مڑا اور پھر فرحت کی طرف
دوڑا.... ادھر رفعت نے دوڑنا شروع کر دیا۔

"یہ تم کیا کر رہے ہو.... تم لوگ تو مجھے پاگل کر دو گے"
موٹال چلایا۔

"آمین"۔ سب ایک ساتھ بولے۔

موٹال فرحت کے سر پر ایک دھپ رسید کر کے رفعت
طرف دوڑا.... رفعت نے نیا کام کیا.... اسے اپنی طرف دوڑتے پا
خود مخالف سمت میں دوڑنا شروع کر دیا۔

"واہ رفعت.... یہ ٹھیک ہے"۔

شوکی نے اس کی تعریف کی اور روگان کی طرف دوڑنے
لگا.... موٹال نے جب دیکھا کہ اس طرح وہ روگان سے دور ہوتا جا
رہا ہے.... رفعت کا خیال چھوڑ کر شوکی کی طرف دوڑا.... ادھر
مکھن نے دوسری طرف سے دوڑ لگا دی۔

"تم لوگ مجھے پاگل کر دو گے"۔ موٹال دھاڑا.... ساتھ ہی
اس نے شوکی کے دائیں پہلو پر لات رسید کر دی.... وہ بہت دور
تک لڑھکتا چلا گیا۔

"اب آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں.... اب یہ رہ
ہی کتنے گئے ہیں.... میری طرف آتے ہیں تو آنے دیں.... یہ اب
میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے.... چار منٹ ہو چکے ہیں.... ایک منٹ باقی
ہے.... ایک منٹ اور گزرتے ہی میں پوری طاقت میں آ جاؤں گا
اور پھر میں ان کا وہ حشر کروں گا کہ یہ زندگی بھر ہمارے مقابلے میں
آنے کی کوشش نہیں کریں گے"۔

"بہت خوب مسٹر روگان.... لیکن میں جب تک انہیں
روک سکتا ہوں.... روکوں گا"۔ موٹال نے کہا اور مکھن کے ایک
لات رسید کر دی۔

اس وقت تک اخلاق بھی دوڑ لگا چکا تھا.... اور دوسری

طرف دوڑنے کے لیے اشفاق پر تول رہا تھا.... دونوں نے ایک ساتھ دوڑنا شروع کر دیا۔

"یہ.... یہ کیا.... ایک ہی وقت میں دو طرف دوڑنا شروع کر دیا"۔ موٹال نے جھلا کر کہا۔

"میں نے کہا نا مسٹر موٹال.... انہیں آنے دو.... یہ تو بالکل بچے ہیں.... میں تو انسپکٹر جمشید و کامران مرزا کا مقابلہ کرنے کے لیے مہلت چاہتا تھا.... وہ اب مجھے مل چکا ہے"۔

"نہیں! میں انہیں روکوں گا"۔ موٹال نے تلملا کر کہا۔

اور ایک مکا اشفاق کے منہ پر لگا.... اس کا منہ فوراً ٹیڑھا ہو گیا.... اسے چھوڑ کر وہ اخلاق کی طرف دوڑا.... اس کی ٹانگوں میں ٹانگ اڑائی.... وہ دھڑام سے گرا۔

ایسے میں منور علی خان حرکت میں آئے.... اب بس وہی بچ گئے تھے.... لیکن انہوں نے اپنی جگہ سے حرکت نہیں کی تھی.... بلکہ لوہے کا گولا لگی رسی کو گھمانا شروع کر دیا تھا.... وہ جانتے تھے.... رسی ان کے گرد لپٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی.... لیکن اس بار انہوں نے نئے انداز سے وار کرنے کی ٹھانی تھی.... پھر جونہی رسی کا گولا موٹال کے جسم کے گرد گھوما.... انہوں نے بائیں ہاتھ سے شکنجہ اس کی طرف پھینکا.... نشانہ بھی پنڈلی کا لیا تھا...

بالکل سرائک کی طرح۔

شکنجہ تیر کی طرح گیا اور اس کی پنڈلی میں پھنس گیا.... جب کہ موٹال رسی کے چکر میں تھا.... وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ منور علی خان رسی کی آڑ میں کوئی دوسرا حربہ پھینک ماریں گے۔

"یہ.... یہ.... یہ کیا"۔

"ہم اسے شکنجہ کہتے ہیں.... ہاتھیوں کے پیر میں اگر یہ کس دیا جائے تو وہ بھی اس سے نجات نہیں حاصل کر سکتا"۔

"کچھ بھی ہو.... میں نے مسٹر روگان کو پورے پانچ منٹ کی مہلت دے دی ہے"۔ موٹال ہنسا۔

"اور اب میں فل طاقت میں ہوں.... لہٰذا آپ اب ایک طرف ہٹ جائیں.... دوڑتے دوڑتے تھک گئے ہوں گے.... اب میں ان کی ہڈی پسلی ایک کر دوں گا"۔

"بہت خوب.... میں اتنی دیر میں اس شکنجے سے نجات حاصل کر لوں"۔ موٹال نے کہا۔

"یہ کچھ مشکل نہیں.... منور علی خان کو پکڑ لیں.... وہ خود ہی اس کو کھول دیں گے"۔

"اوہ ہاں! یہ ٹھیک رہے گا"۔

موٹال نے یہ کہہ کر ان کی طرف دوڑ لگا دی.... منور علی خان

پہلے ہی یہ بات سن چکے تھے.... لہٰذا فوراً تیار ہو گئے.... یہ اور بات ہے کہ ان کے درمیان انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا آ کھڑے ہوئے.... یوں جیسے موٹال کو ان تک نہیں پہنچنے دیں گے۔

"اب منور علی خان کو ہم بچائیں گے.... جس طرح آپ نے ہم لوگوں کو روگان تک نہیں جانے دیا.... ہم آپ کو ان تک نہیں جانے دیں گے"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی باقی سب لوگ ان کے پیچھے آ کھڑے ہوئے.... منور علی خان ان سب کے آخر میں کھڑے تھے۔

"یہ کیا.... آپ سب لوگ میرے لیے کیوں یہ کوشش کر رہے ہیں.... مجھے خود اس سے ٹکرانے دیں.... میں کمزور نہیں ہوں.... اور نہ ہی میرے ذریعے اس شکنجے سے نجات حاصل کر سکیں گے.... مسٹر روگان کا یہ خیال بالکل غلط ثابت ہو گا"۔

"نہیں اب ہم انہیں آپ تک نہیں پہنچنے دیں گے"۔

"تم لوگوں کی حیثیت ہی کیا ہے"۔

موٹال نے کہا اور ان پر چھلانگ لگا دی.... وہ پہلے انسپکٹر جمشید پر گرا.... انہوں نے اس کی زد سے بچنے کے لیے پوری کوشش کی تھی.... لیکن ایسا نہ ہو سکا.... اور وہ سب اس کے نیچے دب گئے.... لیکن اسی وقت انسپکٹر کامران مرزا نے اس کی گردن پکڑ

لی.... اور اسے ان پر سے اٹھانے کی کوشش کی.... یہ اور بات ہے کہ جب انہوں نے اسے اوپر اٹھانے کے لیے زور لگایا تو ان کے ہاتھ گردن سے پھسل گئے اور اس کا جسم ان کے ہاتھوں سے مچھلی کی طرح نکل گیا۔

"ہاہاہا.... تم سب مل کر مجھے پکڑ لو.... میں پھر بھی نکل جاؤں گا اور تم انسپکٹر جمشید کو پھر بھی نہیں چھڑا سکو گے"۔

"اور ادھر میں جو موجود ہوں"۔

ایسے میں روگان کی آواز سنائی دی اور ان پر تابڑ توڑ لاتیں اور مکے برسنے لگے۔

ان میں کھلبلی مچ گئی.... کوئی ادھر گرا، کوئی ادھر گرا.... اور جو گرا وہ اٹھ نہ سکا۔

چھوٹی پارٹی کی بھیڑ یک دم چھٹ گئی.... اور آخر میں صرف بڑے رہ گئے.... وہ بھی تین.... خان رحمان اور پروفیسر داؤد تو راکڈوم میں تھے.... روگان نے منور علی خان کے پیٹ میں لات رسید کی.... وہ خود کو بچانے کے لیے دوہرے ہو گئے تو کمر پر اس کا مکا لگا اور وہ منہ کے بل زمین پر آ رہے.... انہیں یوں محسوس ہوا جیسے اب وہ اٹھ نہیں سکیں گے.... اتنے میں روگان انسپکٹر کامران مرزا کو جھک کر دونوں ہاتھوں پر اٹھا چکا تھا اور تیزی سے گھومنے لگا

تھا۔

آخر اس نے انہیں اور اوپر اٹھا کر نیچے دے مارا.... لیکن روگان کی آنکھیں اس وقت حیرت سے پھیل گئیں.... جب اس نے انسپکٹر کامران مرزا کو گرنے سے پہلے اپنے سامنے کھڑے دیکھا۔

دوسری طرف انسپکٹر جمشید دونوں پیر موٹال کے سر کی طرف لے آئے اور انہوں نے اس کا سر دونوں پیروں میں جکڑ لیا.... موٹال اپنے دونوں ہاتھوں کی مدد سے اپنا سر چھڑا نہیں سکتا تھا کیونکہ ہاتھوں سے تو اس نے انہیں قابو کر رکھا تھا.... لہٰذا اس کا سر اوپر اٹھنے لگا.... اور پھر ایک جھٹکے سے انہوں نے اسے دور پھینک دیا۔

عین اس وقت روگان انسپکٹر کامران مرزا کو چھوڑ کر اچانک ان پر ٹوٹ پڑا.... انہیں یوں لگا جیسے لوہے کا ایک پہاڑ ان سے ٹکرا گیا ہو ان کا سارا جسم بری طرح جھنجھلا اٹھا۔

ساتھ ہی اس نے ایک ہاتھ ان کے سر پر دے مارا.... اس ہاتھ کو انہوں نے بازو پر روکا.... تو بازو ٹوٹتا محسوس ہوا.... ایک بار پھر ان کا جسم جھنجنا اٹھا.... انہوں نے اپنے سر کی ٹکر اس کے پیٹ میں رسید کر دی.... لیکن ان کا اپنا سر پھٹتا محسوس ہوا اور وہ گرتے چلے گئے۔

"انسپکٹر جمشید تو گئے جان سے.... میرے پیٹ پر سر کی ٹکر مارنے والا آج تک زندہ نہیں بچا"۔ روگان نے اعلان کیا۔

"نن نہیں!!!" چھوٹی پارٹی.... منور علی خان اور انسپکٹر کامران مرزا ایک ساتھ چلا اٹھے.... ادھر دونوں راکٹڈوموں میں خان رحمان اور پروفیسر داؤد بھی چلا اٹھے.... پھر خان رحمان بولے۔

"اب مجھ سے نہیں رہا جاتا.... میں باہر آرہا ہوں"۔

"خبردار.... خان رحمان آپ باہر نہیں آسکیں گے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے سرد آواز میں کہا۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی انسپکٹر کامران مرزا روگان پر ٹوٹ پڑے.... لیکن انکے جسم کا جو حصہ بھی اس سے ٹکرایا.... انہیں وہی حصہ شل ہوتا محسوس ہوا.... تنگ آ کر وہ اچانک پیچھے ہٹے اور دونوں ہاتھوں میں روگان کو اٹھا لیا۔

"ہاہاہا"۔ روگان ہنسا۔

"یہ ہنسنے کا کون سا موقع ہے"۔ آفتاب نے جھلا کر کہا۔

"یہی تو موقع ہے.... انسپکٹر کامران مرزا مجھے جھولے دے رہے ہیں.... میں بچپن سے جھولا جھولنے کا بہت شوقین ہوں.... اب بھی جب کبھی فرصت ملتی ہے تو میں جھولا جھولنے لگتا ہوں"۔

"دھت تیرے کی"۔ محمود نے جھلا کر کہا۔

اور ادھر انسپکٹر کامران مرزا نے گھومتے ہوئے روگان کو نیچے پٹخ دیا.... لیکن دوسرا لمحہ خوفناک تھا.... روگان ان کے سامنے کھڑا نظر آیا.... اس طرح پٹخے جانے سے بھی اسے کچھ نہیں ہوا تھا۔

"اب کیا خیال ہے"۔ وہ ہنسا۔

"میں اس وقت تک لڑوں گا جب تک میرے جسم میں لڑنے کی طاقت ہو گی"۔ وہ بولے۔

"تو پھر آؤ.... لڑو.... مجھے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے.... تم سب مل کر بھی مجھے مارو تو بھی مجھے کچھ نہیں ہو گا.... الٹا تمہارے ہی ہاتھ پیر ٹوٹیں گے"۔

"آپ سرالک کا انجام بھول گئے"۔

"مسٹر سرالک کی موت ہمارے لیے حد درجے حیرت انگیز ہے"۔

"اور آپ کی موت پر یہاں کوئی حیرت ظاہر کرنے والا بھی نہیں ہو گا"۔

"کیوں نہیں ہو گا.... پروفیسر ٹوری بان اس ساری لڑائی کو بخوبی دیکھ رہے ہیں"۔

"آپ دونوں کے بعد ان کی بھی باری آئے گی"۔

"ان تک پہنچنے کے لیے شیشے کی اس عظیم عمارت کو تباہ کرنا

ہو گا.... عمارت تباہ ہو گی تو تمہارے بیوی بچے ہلاک ہوں گے.... اول تو عمارت ہی تم لوگوں سے تباہ نہیں ہو گی"۔

"دیکھا جائے گا.... فرض کرنے کے طور پر میں ایک بات کہتا ہوں.... اور وہ یہ کہ اگر تم ہم دونوں کو کسی طرح شکست دینے میں کامیاب ہو گئے تو بھی ٹوری بان ہم سے کہیں زیادہ تم لوگوں کے لیے خطرناک ہو گا"۔ روگان بولا۔

"عمارت میں بیٹھا ٹوری بان بھلا کس طرح خطرناک ہو گا"۔

"کک.... کیا مطلب؟" وہ چلائے۔

"سمندر میں اپنے لڑاکا طیاروں پر وہ پرتیں گرنے کا نظارہ بھول گئے"۔ روگان ہنسا۔

"وہ پرتیں ٹوری بان اس عمارت میں نصب آلات کے ذریعے آسمان کی طرف سے گرا رہے تھے"۔

"نن نہیں"۔ وہ سب مارے خوف کے چلائے۔

"ہاں! یہی بات ہے اور وہ پرتیں یہاں تم پر بھی گرائی جا سکتی ہیں"۔

"ہوں! خیر.... اب ہم کیا کر سکتے ہیں.... اللہ مالک ہے"۔

"آیئے مسٹر موتال.... اب صرف انسپکٹر کامران مرزا رہ گئے ہیں.... ہم مل کر ان کا کام بھی برابر کر دیں"۔

"بہت خوب"۔

"پروفیسر داؤد اور خان رحمان.... آپ میری آواز سن رہے ہیں"۔

"ہاں! سن رہے ہیں"۔ ان کی بھرائی ہوئی آوازیں ان کے کانوں سے ٹکرائیں۔

"آپ دونوں راکڈوموں کو اوپر اٹھا لے جائیں.... اس قدر اونچائی پر کہ روگان اور موٹال بلند سے بلند چھلانگ لگا کر بھی راکڈوموں کو نہ پکڑ سکیں"۔

"اچھی بات ہے"۔ پروفیسر داؤد بولے۔

"نن نہیں"۔ موٹال اور روگان ایک ساتھ چلائے اور دونوں انسپکٹر کامران مرزا کا خیال چھوڑ کر راکڈوموں کی طرف دوڑے۔

"دروازے بند ہیں.... آپ راکڈوموں سے ٹکرا کر کیا کر لیں گے"۔ انسپکٹر کامران مرزا ہنسے۔

عین اس وقت موٹال اور روگان اوندھے منہ گرے۔

○☆○

پرانے مہربانو

ان کی زندگی مہمات سے پر زندگی تھی.... انہوں نے ان گنت بڑے بڑے مجرموں کو لوہے کے چنے چبوائے تھے.... بڑے بڑے میدان جنگ انہوں نے دیکھے تھے.... ان میں لڑائیاں لڑی تھیں.... جیرال جیسے مجرم کو انہوں نے شکست دی تھی.... لیکن آج جیسا لمحہ ان کی زندگی میں پہلے کبھی نہیں آیا تھا۔

موٹال اور روگان کا اوندھے منہ گرنا فوری طور پر تو ان کی سمجھ میں نہیں آ سکا تھا.... وہ تو اس وقت سمجھ میں آیا جب اشفاق' اخلاق' آفتاب اور شوکی کے لہولہان جسم انہوں نے دیکھے.... وہ چاروں ایک دوسرے کے ہاتھ مضبوطی سے پکڑ کر دوڑ کر آتے دونوں دشمنوں کے سامنے دیوار بن کر اچانک کھڑے ہو گئے.... باقی ان کی نظریں چونکہ صرف موٹال اور روگان پر جمی تھیں.... اس لیے وہ انہیں نہیں دیکھ سکے۔

لیکن سوال یہ تھا کہ روگان اور موٹال ان سے ٹکرا کر گر

کیسے گئے.... ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ چاروں گرتے اور یہ دونوں آگے نکل جاتے.... لیکن ان کے ساتھ یہ بھی گرے تھے۔

ابھی یہ بات ان کی سمجھ میں نہیں آئی تھی اور وہ سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے کہ راکڈوم اوپر اٹھنے لگا.... ادھر روگان اور موٹال اٹھ کر پھر دوڑے.... لیکن اس وقت تک راکڈوم بلند ہو چکا تھا.... وہ بھی اس حد تک کہ دونوں کسی صورت بھی اچھل کر اس کو نہیں پکڑ سکتے تھے۔

اب وہ دونوں واپس مڑے.... ان کے چہروں پر حیرت ہی حیرت تھی۔

"تم چاروں کو شاباش دینے کا جی چاہتا ہے"۔

"تت.... تو.... دے دیں نا.... منع کس نے کیا ہے"۔ مکھن نے بوکھلا کر کہا۔

"لیکن تم نے یہ کیا کیسے"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"جی بس.... وہ ہم پہلے ہی خود کو ذہنی طور پر تیار کر چکے تھے.... خیال یہی تھا کہ آخر میں تان راکڈوموں پر ٹوٹے گی.... اس لیے ہم نے منکل منور علی خان اور میرا مطلب ہے منکر منول خان.... شش شاید پھر غلط کہہ گیا"۔

"تو صرف انکل کہہ کر کام چلا لو نا"۔ فاروق نے برا سا منہ

کر کہا.... اسے ان پر بہت غصہ آ رہا تھا.... اس کے خیال میں وہ اس وقت ہیرو بن گئے تھے۔

"ہاں تو انکل کے تھیلے میں سے ہم نے ہاتھوں والے شکنجے والی زنجیر الگ کی اور دو نے اس کے ایک سرے کو پکڑا.... دو نے دوسرے سرے کو.... اور راکڈوموں کے راستے میں آ کر لیٹ گئے.... اس طرح جیسے مار کھا کر بے حس و حرکت پڑے ہوں.... بس پھر جونہی انہوں نے راکڈوم کا رخ کیا اور یہ ہمارے نزدیک پہنچے.... ہم نے یک لخت اٹھ کر زنجیر تان دی.... زنجیر نے لیور کا کام کیا اور ان دونوں کو اوندھے منہ گرا دیا"۔

"بہت خوب.... اب تم یہ زنجیر ہماری طرف اچھال دو.... تم نے ہمیں وہ راستا دکھایا ہے کہ ہم انہیں چھٹی کا دودھ یاد دلا دیں گے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"بہت بہتر.... یہ لیجیے.... یہ آئی زنجیر"۔ شوکی نے زنجیر کو اکٹھا کیا اور گولا سا بنا کر اچھالنے کے لیے ہاتھ بلند کیا.... یوں محسوس ہوا جیسے انہوں نے زنجیر اچھال دی ہو.... اسی وقت موٹال اور روگان زنجیر کو درمیان سے دبوچنے کے لیے اچھلے.... لیکن زنجیر دونوں کے ہاتھ نہ لگی.... اس لیے کہ اشفاق نے زنجیر اچھالی ہی نہیں تھی۔

وہ اپنا سا منہ لے کر رہ گئے... ان کے سب ساتھی کھل کر مسکرائے... موٹال اور روگان نے چلا کر دونوں کی طرف دوڑ لگا دی... شوکی برادرز پرسکون انداز میں کھڑے رہے... جونہی وہ نزدیک آئے... شوکی نے زنجیر انسپکٹر کامران مرزا کی طرف اچھال دی۔

"بہت خوب شوکی... یہ ایک اور کام تم نے دکھایا... اور اب دیکھنا... ہم انہیں کس طرح نچاتے ہیں... انسپکٹر جمشید... آپ کس پوزیشن میں ہیں... ویسے یہ کام میں منور علی خان سے بھی لے سکتا ہوں... آپ ہوتے تو زیادہ بہتر تھا"۔

"میں اب ٹھیک ہوں"۔

"تو پھر یہ لیں"۔ انہوں نے زنجیر کا ایک سرا ان کی طرف اچھال دیا۔

اچانک انسپکٹر کامران مرزا کے منہ سے ایک دل دوز چیخ نکلی... ان کے سر پر کسی نے بہت زبردست ہاتھ رسید کیا تھا... انہیں اپنا سر پھٹتا ہوا محسوس ہوا اور وہ نیچے گرتے چلے گئے۔

سب نے حیرت زدہ انداز میں ادھر ادھر دیکھا... موٹال اور روگان دور کھڑے تھے... ان کے ساتھیوں میں سے بھی ان کے نزدیک کوئی نہیں تھا... پھر یہ وار کس نے کیا تھا... عین اس وقت

انسپکٹر جمشید کو بھی خطرے کا احساس ہوا... وہ فوراً گرے... اور لڑھکتے ہوئے دور چلے گئے... لیکن اس کے باوجود بھی وہ خود کو نہ بچا سکے اور ان کے سر پر ایک ٹھوکر لگی... یہ ٹھوکر اس قدر زبردست تھی کہ ان کے اوسان خطا ہو گئے۔

"ابطال!!!" ان سب کے منہ سے نکلا۔

اس کا مطلب تھا... ابطال بھی میدان جنگ میں کود چکا ا... ابھی تک اس نے خود کو الگ رکھا تھا... صرف تماشا دیکھتا رہا ا... لیکن جب اس نے دیکھا کہ اب زنجیر کے ذریعے موٹال اور ان کی شامت آنے والی ہے تو وہ بھی میدان میں کود پڑا... اور ب ہونے کی وجہ سے اس نے انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا اری ضربیں لگائیں... اس حد تک کہ اب وہ بے کار ہوئے ے تھے۔

"ابطال کے ظاہر ہونے سے ایک بات واضح ہو گئی"۔ محمود ے کہا۔

"اور وہ کیا؟" سب بولے۔

"یہ کہ ابطال دونوں میں سے کسی بھی راکڈوم میں نہیں لکہ اسی میدان میں ہے... اور یہ بات ہمارے لیے بہت ہے... انکل خان رحمان اور پروفیسر انکل... آپ راکڈوم کو

نیچے نہیں اتاریں گے.... چاہے کچھ ہو جائے.... بلکہ ان کو اور اوپر کر لیں"۔

"اچھی بات ہے.... ہم وہی کریں گے جو تم کہو گے"۔ پروفیسر داؤد بولے۔

"اور اگر ہم کچھ کہنے کے قابل نہ رہے تو آپ کیا کریں گے"۔

"اب بتا دو.... ایسی صورت میں ہم کیا کریں"۔

"میرا خیال ہے"۔

"آپ دونوں راکٹدموں کو شیشے کی اس عمارت سے ٹکرا دیجیے گا.... نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری.... ہم وطن واپس نہ جا سکے تو کیا ہوا.... اسلامی ملکوں کو سورج کی دھوپ تو تحفے میں دے جائیں گے"۔

"تم فکر نہ کرو.... ہم یہی کریں گے"۔ خان رحمان بولے۔

اسی وقت منور علی خان تڑ سے گرے اور پھر تو ان میں ہل چل سی مچ گئی.... ان پر مکوں اور لاتوں کی بارش شروع ہو گئی اور وہ سب گرتے چلے گئے۔

"میدان صاف ہو گیا"۔ ابقال کی آواز سنائی دی۔

"جی ہاں! لیکن راکٹدموں میں ابھی پروفیسر داؤد اور خان

رحمان موجود ہیں"۔

"وہ اپنی موت کو خود آواز دے رہے ہیں.... جونہی یہ عمارت سے ٹکرائیں گے.... پاش پاش ہو جائیں گے.... اور عمارت کا بال بھی بیکا نہیں ہو گا"۔

"واہ! یہ ہوئی نا بات"۔ روگان کے خوش ہو کر کہا۔

"مجھے سرالک کا بہت افسوس ہے.... اب ہم ان سے اس کی موت کا بدلہ بھی لیں گے.... انہیں ایسی موت ماریں گے کہ سرالک کی روح خوش ہو جائے گی"۔

"واہ.... مزا آ گیا"۔ دونوں ایک ساتھ بولے۔

"ان سب کو اس زنجیر سے باندھ لیں.... جس سے یہ آپ دونوں کا مقابلہ کرنے کی تیاری کر چکے تھے.... میرا خیال ہے.... اس زنجیر کو توڑنا ان کے بس کی بات نہیں"۔

"ٹھیک ہے"۔ دونوں نے ایک ساتھ کہا اور پھر انہوں نے ان سب کو زنجیر کے اوپر لٹایا اور پھر بھیڑ بکریوں کی طرح انہیں باندھ دیا ایسے میں ابقال کی آواز سنائی دی۔

"وہ.... یہ.... یہ.... یہ کیا؟"

"کہاں کیا ہے سر؟"

"ذرا انہیں گنتا بھئی"۔ ابقال کی آواز سنائی دی۔

"کیوں سر.... کیا ہوا؟"

"یہ کل سولہ ہیں.... وہ اس وقت راکڈوموں میں ہیں... زنجیر میں چودہ ہونے چاہیں.... لیکن میرا خیال ہے.... یہ چودہ نہیں ہیں"۔

"اوہ!" دونوں دھک سے رہ گئے۔

پھر روگان نے جلدی جلدی انہیں گنا اور چونک کر بولا۔

"ارے.... یہ تو تیرہ ہیں"۔

"گویا ان میں سے ایک غائب ہے.... اور وہ ضرور ا...

جمشید کی بیٹی فرزانہ ہو گی.... یہ اس کی پرانی عادت ہے....

یہاں بھلا چھپنے کی جگہ کہاں ہے.... وہ کہاں ہو سکتی ہے"۔

انہوں نے چاروں طرف دیکھا.... لیکن فرزانہ کہیں بھی نہ آئی۔

"اس کا مطلب ہے.... وہ عمارت کی طرف چلی گئی ہے"۔

"لیکن وہ عمارت کا کیا بگاڑ لے گی.... اس پر تو بم بھی جائے تو اس کا کچھ نہیں بگڑے گا"۔

"ایک منٹ"۔ اس کے بعد ابطال کی آواز سنائی دی۔

"ہیلو.... مسٹر ثوری بان.... عمارت کے آس پاس جمشید کی بیٹی تو نظر نہیں آ رہی؟"

"ہاں وہ اس طرف موجود ہے.... لیکن اس کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں.... ہم ہر طرح سے محفوظ ہیں.... اگر یہ لوگ تم لوگوں کو شکست دے دیتے.... تو بھی میں انہیں وہ ناچ نچاتا کہ یہ یاد کرتے.... پرت پر پرت ان پر گراتا چلا جاتا.... اور یہ لوگ کیا خیال کر رہے ہیں.... کہ یہ راکڈوم عمارت پر گرا کر اس کو تباہ کر دیں گے...." ثوری بان نے جملہ درمیان میں چھوڑ دیا۔

"تت.... تو کیا.... اگر وہ راکڈوم عمارت پر گرے، تب بھی عمارت تباہ نہیں ہو گی"۔

"نہیں ہو گی.... تم لوگوں کی معلومات ابھی اس عمارت کے بارے میں مکمل نہیں ہیں"۔

"تب پھر.... اس میں ان کے بیوی بچے رکھنے کی کیا ضرورت تھی"۔ ابطال بولا۔

"یہ ضد صرف انشارجہ کے صدر کی تھی.... میں نے ایسا کوئی مشورہ نہیں دیا تھا.... لیکن ان کی بات بھی ہمیں بہرحال ماننا پڑتی ہے.... اور اس سے ہمیں کوئی فرق بھی نہیں پڑا۔

"ہوں ٹھیک ہے.... روگان.... آپ ذرا جا کر فرزانہ کو لے آئیں"۔

"یہ کیا مشکل ہے"۔ یہ کہ کر اس نے عمارت کی طرف دوڑ

لگا دی.... جلد ہی وہ بھی دھند میں غائب ہو گیا.... تین منٹ گزر
گئے.... لیکن روگان فرزانہ کو لے کر نہیں آیا۔

"مسٹر روگان.... آپ اب تک کیوں نہیں لوٹے"۔ موٹال
نے چلا کر کہا۔

"فرزانہ میری نظروں سے اوجھل ہو گئی ہے.... روگان کو وہ
کیسے نظر آئے گی.... اور یہ بات میرے لیے اس قدر حیرت کی ہے
کہ میں کیا بتاؤں"۔

"یہ.... یہ آپ کیا کر رہے ہیں"۔

"تم دونوں بھی اس کو تلاش کرو.... جلدی"۔ ٹوری بان نے
چلا کر کہا۔

انہوں نے موٹال کو بھی دوڑتے دیکھا.... ابثال بھی ظاہر ہے
دوڑ پڑا ہو گا۔

اور پھر وہ بھی دھند میں غائب ہو گئے۔

"فرزانہ نے ہمیں موقع دیا ہے.... اب ہمیں اس زنجیر سے
نکل جانا چاہیے.... ہمیں طاقت حاصل کرنے کا موقع مل گیا ہے"۔
ایسے میں انسپکٹر کامران مرزا نے سرگوشی کی۔

"یہ کیا مشکل ہے.... میں ابھی اس زنجیر کو کھول دیتا ہوں....
یہ زنجیر میری ہے.... اس سے زیادہ میں واقف ہوں.... انہوں نے

ہماری زنجیر سے ہمیں باندھ کر غلطی کی تھی.... جس طرح سرامک
نے باتوں باتوں میں چند باتیں بتا کر غلطی کی تھی"۔

یہ کہ کر منور علی خان نے زنجیر کھول دی.... وہ جلدی جلدی
اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

"اس سے پہلے کہ وہ آئیں.... ہمیں پوزیشن لے لینا
چاہیے"۔ انسپکٹر جمشید نے سرگوشی کی۔

اور وہ اپنے کام میں مصروف ہو گئے.... عمارت کا چکر کاٹ
کر موٹال اور روگان ایک جگہ جمع ہو گئے.... ایک طرف سے
موٹال نے چکر لگانا شروع کیا تھا اور دوسری طرف سے روگان نے۔

"وہ تو کہیں بھی نہیں ہے"۔ موٹال بولا۔

"حیرت ہے.... مسٹر ٹوری بان بھی اس کے بارے میں کچھ
نہیں بتا سکے"۔

"میں بھی حیران ہوں"۔

"اور یہ چھوٹی سی بات ہماری شکست کا سبب بن سکتی ہے"۔
ابثال کی آواز سنائی دی۔

عین اس وقت ایک راکڈوم تیر کی طرح روگان کی طرف
آیا.... اس نے راکڈوم کی آواز سن کر فوراً دوڑ لگا دی.... اس کی
آنکھیں حیرت اور خوف سے پھیل گئی تھیں.... اسی وقت دوسرے

راکڈوم نے موتال کی طرف غوطہ لگایا اور وہ بھی لگا بھاگنے۔

"مسٹر ٹوری بان.... یہ کیا ہو رہا ہے"۔ روگان چلایا۔

"یہ میری نہیں.... تمہاری غلطی ہے.... تم نے راکڈوم لاک کیوں نہ کیے"۔

"ہاں! یہ ہماری زندگی کی سب سے بڑی غلطی ہے"۔ موتال نے حسرت زدہ انداز میں کہا۔

"ارے.... وہ.... وہ لوگ بھی نظر نہیں آ رہے.... ہم نے انہیں زنجیروں سے باندھ دیا تھا.... اب نہ زنجیر ہے نہ وہ لوگ"۔

"تب ہم مارے گئے"۔ روگان بولا۔

"افسوس! ہم اتنی بات بھی نہ سمجھ سکے"۔ ابطال کی آواز سنائی دی۔

"جی.... کتنی سی بات"۔

"اتنی سی کہ فرزانہ نے سب کو مصروف دیکھ کر خان رحمان پروفیسر داؤد کو اشارہ کیا.... ان میں سے کوئی ایک تیر کی طرح راکڈوم کو نیچے لایا اور فرزانہ کو اچک کر پھر اوپر چلا گیا۔

"اوہ.... اوہ"۔ روگان اور موتال کے منہ سے نکلا۔

"مطلب یہ کہ اب فرزانہ بھی راکڈوم میں ہے اور باقی بھی.... اور یہ سب فرزانہ کے چکر کی وجہ سے ہوا"۔

"بھئی تم لوگوں کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں"۔ ایسے میں ٹوری بان کی آواز سنائی دی۔

"جی کیا مطلب.... ان حالات میں بھی ہم فکر نہ کریں جب کہ اس وقت فکر ہی فکر کرنے کی ضرورت ہے"۔ روگان نے کہا۔

"ہائیں! یہ جملہ تو کچھ میرے انداز میں کہا گیا ہے"۔ راکڈوم سے فاروق کی آواز سنائی دی۔

"دیکھا! میں نے کہا تھا نا"۔ ابطال بولا۔

"ہاں بالکل.... راکڈوموں پر قبضہ کرنے اور ان پر سوار ہو جانے سے ہم صرف یہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں کہ اس وادی سے نکل جائیں.... اور سمندر کے اوپر پہنچ جائیں.... اور بس اس سے زیادہ ہم کیا کر سکتے ہیں.... لیکن یہ لوگ ہیڈکوارٹر کو تباہ کر کے جائیں گے ہی.... اگرچہ ہیڈکوارٹر میں ان کے بیوی بچے بھی موجود ہیں.... لیکن یہ ٹھہرے اسلام پسند لوگ.... جانوں کی تو یہ پروا کرتے نہیں.... لہٰذا جائیں گے نہیں.... اور اس صورت میں میں ان کی چٹنی بنا سکتا ہوں"۔

"بھئی واہ.... جب چٹنی بن جائے تو ہمیں بھی چکھائیے گا.... اس لیے کہ ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اس سمندر دوز جگہ میں ہمیں چٹنی بھی کھانے کو مل سکے گی.... بھئی واہ! مزہ رہے گا"۔

"مزا تو واقعی رہے گا.... کیا میں اپنا کام شروع کروں"۔
ٹوری بان کی آواز گونجی۔

"ضرور.... کیوں نہیں.... لیکن مسٹر ٹوری بان.... میں چاہتا تھا.... یہ ہم سے مقابلہ کرتے ہوئے مارے جائیں.... آپ انہیں ایک بار اور دعوت دیں.... بلکہ ٹھہریئے میں دعوت دیتا ہوں"۔
ابطال نے جلدی سے کہا' پھر وہ ان سے مخاطب ہوا۔

"ہمارے پرانے مہربانو.... تم نیچے آ کر ہم سے مقابلہ کرو.... یہ کیا بزدلوں کی طرح اوپر جا پہنچے ہو.... ہم تو تم لوگوں کو اس قدر بزدل خیال نہیں کرتے تھے"۔

"چلیے ابطال انکل.... اب تو کرلیں نا"۔ آفتاب بولا۔

"ہاں! کرلیا.... کیا بزدل کا داغ لے کر دوسری دنیا میں جاؤ گے"۔

"جی نہیں.... ہیڈکوارٹر تباہ کرنے کے لیے یہ راکڈوم بہت ضروری ہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"تو تم یہ سوچ رہے ہو.... بہت غلط سوچ ہے تمہاری.... تم ان راکڈوموں سے ہیڈکوارٹر کا بال بھی بیکا نہیں کرسکو گے"۔

"ہمیں بال بیکا کرنے کی کوئی ایسی خاص ضرورت بھی نہیں.... ہم تو ان سے اس عمارت کو مکمل طور پر تباہ کردیں گے....

ہاں ان شاء اللہ"۔

"گویا تم نیچے اتر کر ہم تینوں سورماؤں سے مقابلہ نہیں کرو گے"۔

"نہیں! کیا ضرورت ہے.... ایسا کرنے کی جب کہ اس کے بغیر بھی کام چل سکتا ہے.... ہم دونوں راکڈوموں کو اس گنبد نما عمارت سے ٹکرا رہے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"تم یہ شوق پورا کرلو.... پھر دیکھیں گے.... تم کیا کرتے ہو"۔ ابطال ہنسا۔

"بہت بہتر.... میں چلا"۔ انہوں نے کہا۔

اور پھر سب نے راکڈوم کو عمارت کی طرف جاتے دیکھا۔

"بہت بڑی غلطی کر رہے ہو انسپکٹر جمشید.... اب بھی وقت ہے.... باز آجاؤ"۔

"نہیں.... باز آنا ہم نے سیکھا ہی نہیں تو آ کیسے سکتے ہیں"۔ محمود نے مسکرا کر کہا۔

"تو پھر اوپر دیکھو"۔ ٹوری بان کی آواز سنائی دی۔

اور دوسرے ہی لمحے ان سب کی سٹیاں بری طرح گم ہو گئیں.... اوپر سے ان گنت پرت آتے نظر آئے۔

"یہ.... یہ کیا!!!" وہ چلائے۔

"یہ وہی پرت ہیں... جن کے ذریعے تمہارے لڑاکا طیارے تباہ کر دیے گئے تھے... اب تم سب کو ان کے ذریعے تباہ کیا جائے گا... جو چیز بھی عمارت کی طرف بڑھے گی... وہ ان پرتوں سے کٹ کر رہ جائے گی"۔ ٹوری بان کی گونج دار آواز سنائی دی۔

"واپس آجائیں پروفیسر صاحب"۔

انسپکٹر جمشید چلائے۔

O☆O

غور کرنے تک

پروفیسر داؤد گنبد کے نزدیک پہنچ چکے تھے جب انہوں نے انسپکٹر جمشید کی آواز سنی' اس سے پہلے وہ ٹوری بان کی بات بھی سن چکے تھے... لہٰذا انہوں نے فوراً راکڈوم کا رخ موڑ لیا... اور واپس اس جگہ آ گئے... جس جگہ سے چلے تھے۔

اس کے ساتھ ہی پرت واپس اوپر جانے لگے۔

"ارے! یہ تو واپس جا رہے ہیں"۔

"ہاں! میں اس کو نیچے گرا کر ضائع نہیں کر سکتا... البتہ تم عمارت کی طرف بڑھو گے تو یہ پرت تمہارا مزاج ضرور پوچھیں گے... یہ بات اچھی طرح ذہن میں بٹھا لو"۔

"بٹھا تو تب لیں نا جب یہ بیٹھے"۔ فاروق نے جل کر کہا۔

"ساری شوخی ہوا ہو جائے گی... اب تم کیا کرو گے"۔

"ہم... ظاہر ہے وہی کریں گے جو ایسے موقعوں پر کیا کرتے ہیں"۔ فاروق نے کہا۔

"آخر کیا؟" اقبال ہنسا۔

"غور!" فاروق نے کہا۔

"ہاہا.... یہاں غور کر کے بھی کیا کر لو گے.... غور بے چارہ یہاں بالکل بے بس ہے"۔ روگان نے کہا۔

"دیکھا جائے گا.... آپ ہمیں غور کرنے کی مہلت دیں"۔

"میں خود بتا دیتا ہوں کہ تم کیا غور کر سکتے ہو یہاں.... پہلی بات تو تم یہ سوچو گے کہ جب تم لوگ عمارت پر راکٹڈوم سے حملہ کرتے ہو.... تو پرت اوپر سے تم پر آ گرتے ہیں.... راکٹڈوموں سے نیچے اترتے ہو تو ہم سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے.... واپس اوپر پرواز کرتے ہو تو اسلامی ملکوں سے اندھیرے کو دور نہیں کر سکتے.... اور اپنے بیوی بچے بھی یہاں چھوڑ جاؤ گے.... ہمارا خیال ہے' ان تینوں صورتوں میں سے ایک صورت بھی تم لوگوں کے لیے قابل قبول نہیں.... اب کیا صورت رہ گئی.... تم چاہتے ہو.... اس عمارت کو تباہ کر دو.... وہ بھی اس طرح کہ اپنے بیوی بچوں کو بچا لو' تو یہ کسی صورت بھی ممکن نہیں.... ان حالات میں غور بے چارہ یہاں کیا کرے گا.... چاہو تو غور کر لو.... چاہو تو خود کو ہمارے حوالے کر دو"۔ اقبال نے جلدی جلدی کہا' اس کی آواز چاروں طرف سے آتی محسوس ہو رہی تھی۔

"اگر ہم خود کو تمہارے حوالے کر دیں تو اس کے بعد کیا ہو گا"۔

"تم ہمارے قید میں ہو گے.... تمہیں اور تمہارے بیوی بچوں کو ہم پوری دنیا کے سامنے پیش کریں گے.... ٹی وی سکرین پر سب لوگ تمہیں بے بس دیکھیں گے.... اور اسلامی دنیا میں تاریکی کا عفریت سب کو کھا جائے گا.... یہ مناظر خود تمہیں ہم دکھائیں گے.... بس یہی تم لوگوں کی سزا ہے.... اب جب تک غور کرنا ہے کر لو"۔

"ایک بات پر دھیان آپ لوگوں نے بھی ابھی تک نہیں دیا"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"اور وہ کیا؟" روگان بولا۔

"اگر ہم یہاں سے چلے جاتے ہیں تو تم لوگ بھی تو یہاں پھنس کر رہ جاؤ گے"۔

"جی نہیں.... انشارجہ سے ہمارے لیے راکٹڈوم آ جائیں گے"۔

"اوہ!" وہ ایک ساتھ بولے۔

"بس.... کر لیا غور"۔ موٹال نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"نہیں تو.... ابھی تو ہم نے غور کرنا شروع بھی نہیں کیا.... ویسے

آپ ہمیں غور کرنے کے لیے کچھ وقت دے دیں.... اس وقت تک کے لیے ہم معاہدہ کرلیں کہ آپ کچھ نہیں کریں گے۔"

"اور تم.... تم جو چاہو کرسکو گے۔"

"نہیں.... غور کرنے تک ہم کچھ نہیں کریں گے.... یہ ہمارا معاہدہ ہے۔"

"چلو ٹھیک ہے.... کرلو غور.... ایک گھنٹے کی مہلت دیتے ہیں اس مہلت سے فائدہ اٹھالو.... اور خود کو ہمارے حوالے کرنے کا فیصلہ کرلو.... کیونکہ اس کے سوا تم لوگوں کے پاس کوئی چارہ نہیں ہے۔" اقبال نے جلدی جلدی کہا۔

"ہمیں چارے کی ضرورت بھی نہیں ہے.... ہم مویشی نہیں ہیں۔" آفتاب نے جل کر کہا۔

"ہم جانتے ہیں.... لے دے کے.... آخر کو تم لوگ اسی نتیجے پر پہنچو گے.... کہ خود کو ہمارے حوالے کردو۔" موٹال نے کہا۔

"ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔" ایسے میں شوکی کی آواز سنائی دی۔

"اور وہ کیا؟"

"آپ لوگ اس وقت مکمل طور پر پاور میں ہیں.... ہمارے

پاس ان راکٹ ڈوموں کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے.... آخر آپ کو ہم سے کیا خوف ہے۔"

"خوف.... نہیں تو.... کوئی خوف نہیں ہے۔"

"کوئی خوف نہیں ہے.... تو پھر تم اپنا کام کرو.... ہم اپنا کام کرتے ہیں۔" محمود نے منہ بنایا۔

"روکا کس نے ہے.... تم سکون سے اپنے کام کرو۔"

"اچھا تو پہلے ہم غور والا کام کرتے ہیں۔"

"لیکن تم لوگ تو الگ الگ راکٹ ڈوم میں ہو.... غور کس طرح کرو گے۔" اقبال ہنسا۔

"کوئی بات نہیں.... ہم دو عدد غور کرلیں گے.... یعنی اپنا اپنا غور۔"

"اپنا اپنا غور.... یہ.... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔" اقبال نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"پہلے تو تم ناول کا نام رکھ لو۔" محمود نے جل کر کہا۔

"بہت بہتر.... لیکن رکھ تو لیا.... اپنا اپنا غور۔"

"اس نام کے ناول کی ایک کاپی بھی نہیں بکے گی۔" آفتاب نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔

"غلط.... یہ تو تم نہیں کہہ سکتے.... ایک کاپی ضرور بکے گی۔"

فاروق نے منہ بنایا۔
"اور یہ تم کس طرح کہہ سکتے ہو"۔
"ایک کاپی تو میں خود خرید لوں گا"۔ فاروق نے فوراً کہا۔
"یہ کیا تم نے اوٹ پٹانگ باتیں شروع کر دیں.... یہ غور کا
وقت ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے انہیں ڈانٹا۔
"اوہ ہاں.... غور کا پیریڈ شروع ہو چکا ہے.... لیکن ابا جان کیا
ہم واقعی الگ الگ غور کریں گے"۔
"نہیں! ہم دونوں راکڈ روموں کو اس طرح کھڑا کریں گے
کہ دونوں کے دروازے ساتھ ساتھ آ جائیں.... اور پھر ہم ایک
دوسرے کو دیکھ سکیں گے.... اس طرح ہم اشاروں میں غور کر
گے"۔
"بھئی واہ.... یہ بات بھی خوب ہے.... اشاروں میں غو
فاروق نے خوش ہو کر کہا۔
"خاموش!" انسپکٹر جمشید بولے۔
اور پھر وہ غور کرنے لگے.... اشاروں میں باتیں بھی
رہے.... دوسری طرف نیچے رونگان' موٹال ایک جگہ سر جوڑ
نظر آئے.... شاید وہ بھی غور کر رہے تھے.... اور ابقال
کرنے میں ان کا ساتھ دے رہا تھا.... وہ بھی اشاروں میں

رہے تھے.... کبھی کبھی.... رک کر ابقال کی بات سننے لگ جاتے۔
"موقع اچھا ہے"۔ فرزانہ نے اشارہ کیا۔
"کہاں.... کس موقع کی بات کر رہی ہو"۔
"اس وقت ہمیں یہ معلوم ہے کہ ابقال کہاں کھڑا ہے"۔
"لیکن اگر میں یا انسپکٹر جمشید اس پر چھلانگ لگا بھی دیں تو
اس سے کیا فائدہ ہو گا.... ابھی تک یہ دو دشمن بھی موجود ہیں....
یا تو صرف ابقال موجود ہوتا.... تب بھی بات تھی"۔
"اب کچھ تو کرنا پڑے گا.... یوں بھی.... اس وقت تک جو
باتیں ہم نے طے کی ہیں.... اس میں یہ بھی ہے کہ ہمیں نیچے اتر کر
ان کا مقابلہ کرنا ہو گا"۔
"لیکن اس طرح ان پر حملہ نہیں کیا جا سکتا.... ہم معاہدہ کر
چکے ہیں"۔ شوکی بولا۔
"اوہ ہاں! یہ بھی ہے.... خیر.... یونہی سہی"۔
وہ پھر غور کرنے لگے.... مشورہ کرنے لگے.... آخرکار انہوں
نے اپنا غور مکمل کر لیا اور ایسے میں انسپکٹر جمشید نے اعلان کیا۔
"مسٹر ابقال.... ہم غور کر چکے ہیں"۔
"بہت خوب! تو پھر کیا فیصلہ کیا ہے"۔
"ہم لوگ آپ لوگوں سے مقابلہ کریں گے"۔

"شان دار بات ہے"۔ ابتال چلایا۔

"گویا آپ کو ہمارا فیصلہ پسند آیا"۔ آصف نے کہا۔

"ہاں بہت"۔

"شکریہ..... ہم میں سے چند ایک نیچے آ رہے ہیں"۔

"چند ایک کیوں..... سب کیوں نہیں"۔ موٹال نے حیران ہو کر کہا۔

"ہم اپنی فوج کو اپنے طریقے سے میدان میں لائیں گے"۔ خان رحمان بولے۔

"بہت خوب! ہمیں کوئی اعتراض نہیں"۔ ابتال نے کہا۔

"تو پھر پہلے مرحلے پر انسپکٹر جمشید' انسپکٹر کامران مرزا اور منور علی خان آ رہے ہیں..... آپ لوگ ان سے جس طرح چاہیں جنگ کر لیں..... ہمیں کوئی اعتراض نہیں..... چاہیں تو ایک ایک کا مقابلہ ایک ایک سے ہو جائے' چاہیں تو ہم میں سے ایک سے آپ تینوں مل کر مقابلہ کر لیں"۔ خان رحمان نے گونج دار آواز میں کہا۔

"کیا کہا..... ہم تین مل کر تم میں سے ایک سے مقابلہ لیں"۔ روگان نے جھلا کر کہا۔

"اگر یہ بات پسند نہیں تو پھر ان تینوں کا مقابلہ آپ میں کوئی ایک کرے"۔

"ہاں! یہ بات ٹھیک ہے"۔

"بہت خوب..... مان گئے..... آپ لوگوں کو بھی..... خیر آئیں"۔

انسپکٹر جمشید' انسپکٹر کامران مرزا اور منور علی خان نے نیچے چھلانگیں لگا دیں..... راکٹروم وہ زیادہ نیچے نہیں لا سکتے تھے۔

"تو پھر کیا رہا"۔

"پہلے صرف ایک کا مقابلہ ایک سے ہو گا..... آپ میں سے جس کا جی چاہے..... مسٹر روگان کے مقابلے پر آ جائیں"۔ ابتال کی آواز سنائی دی۔

انسپکٹر جمشید میدان میں آگے بڑھ آئے..... انسپکٹر کامران مرزا اور منور علی خان پیچھے ہٹ گئے۔

"ہماری ہمیشہ ایک سوچ رہی ہے"۔ ایسے میں ابتال نے کہا۔

"اور وہ کیا؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"یہ کہ اگر ہم نے آپ لوگوں کی تینوں پارٹیوں میں سے صرف انسپکٹر جمشید کو شکست دے دی تو سمجھ لیں کہ آدھا میدان مار لیا"۔

"جب کہ یہ سوچ بالکل غلط ہے..... ہماری فوج کا ہر سپاہی

اپنی جگہ ایک مکمل اہمیت کا حامل ہے۔۔۔ ابھی آپ لوگ دیکھ ہی لیں گے۔۔۔ میری شکست کی صورت میں بھی ہم سے میں کوئی بھی حوصلہ نہیں ہارے گا"۔ انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

"خیر خیر۔۔۔ یہ اپنی اپنی سوچ ہے"۔

اور پھر دونوں آمنے سامنے آ گئے۔۔۔ انسپکٹر جمشید اچھی طرح جانتے تھے کہ روگان مارشل آرٹ، جوڈو کراٹے اور نشانے بازی کا بہت بڑا ماہر ہے۔۔۔ لہٰذا وہ پوری طرح ہوشیار کھڑے تھے۔۔۔ اور روگان اچھی طرح جانتا تھا۔۔۔ کہ انسپکٹر جمشید بہترین لڑاکے۔۔۔ ذہین ترین انسان، ہلکے پھلکے جسم کے مالک اور بلا کی تیزی سے حرکت میں آنے والے انسان ہیں۔۔۔ وہ کب کیا کر گزریں گے۔۔۔ یا کیا کرنے والے ہیں۔۔۔ اس بات کا کوئی شخص اندازہ نہیں لگا سکتا تھا۔۔۔ لہٰذا وہ بھی پوری طرح محتاط کھڑا تھا۔

"دونوں سوچ کیا رہے ہیں۔۔۔ جنگ کیوں شروع نہیں کرتے"۔ اشتال نے ناخوشگوار انداز میں کہا۔

"شاید سوچ رہے ہیں کہ کس پہلو سے وار کریں"۔ مونا ہنسا۔

روگان اچانک حرکت میں آیا۔۔۔ اوپر اچھلا۔۔۔ بہت اوپر۔ سب نے اس کے ساتھ نظریں اوپر کر لیں۔۔۔ ساتھ ہی وہ [illegible]

انسپکٹر جمشید کے سر کی طرف آتا نظر آیا۔۔۔ سب نے یوں محسوس کیا کہ جیسے۔۔۔ وہ بالکل ان کے سر پر ہی گرے گا۔

ایسے میں انسپکٹر جمشید بھی فوری طور پر حرکت میں آ گئے۔۔۔ انہوں نے ایک نیا انداز اختیار کیا۔۔۔ یہ کہ فوراً زمین پر لیٹ گئے اور دونوں پاؤں اوپر کر لیے۔۔۔ روگان سیدھا ان کے پیروں سے ٹکرایا۔۔۔ اور واپس اوپر اچھل کر دور جا گرا، کیونکہ دوبارہ ان کے پیروں پر گرنے کا بھی کیا فائدہ ہوتا۔

"بہت خوب!" اشتال کے منہ سے نکلا۔

"یہ آپ نے اپنے ساتھی کی تعریف کی ہے یا ہمارے ساتھی کی"۔ خان رحمان بولے۔

"انسپکٹر جمشید کی۔۔۔ بہت خوبصورتی سے وار روکا"۔

"واقعی۔۔۔ میں بھی اقرار کرتا ہوں"۔ روگان نے کہا۔

"مسٹر ٹوری بان۔۔۔ آپ بھی یہ لڑائی دیکھ رہے ہیں کیا"۔ ایسے میں شوکی کی آواز سنائی دی۔

"اور کیا نہیں دیکھوں گا"۔ ٹوری بان کی آواز سنائی دی۔

"بہت خوب! کیا آپ کو اس لڑائی میں لطف آ رہا ہے"۔

"ابھی تو لڑائی شروع ہوئی ہے۔۔۔ ابھی تو کوئی خاص لطف محسوس نہیں ہوا"۔ ٹوری بان نے کہا۔

"شاید آپ کو انسپکٹر جمشید کا انداز پسند نہیں آیا"۔

"یہ بات نہیں... انہوں نے واقعی خوبصورتی سے وار کو روکا ہے"۔ اس نے کہا۔

"چلئے شکر ہے... آپ نے مانا تو"۔ آصف ہنسا۔

اسی وقت روگان زمین پر گر گیا اور کسی گیند کی طرح تیزی سے لڑھکتا ہوا ان کی طرف آیا... گویا انہیں اپنی لپیٹ میں لے کر گرانا چاہتا تھا... انسپکٹر جمشید نے ایک لمبی چھلانگ اور ا... چھلانگ لگائی اور اس کے اوپر سے ہوتے ہوئے دوسری طرف کھڑے ہوئے... لیکن فوراً ہی روگان اسی انداز میں رہتے ہوئے پلٹا اور اب وہ پھر ان کی طرف پہلے سے بھی زیادہ تیزی سے لڑھک رہا تھا... انہیں پھر اپنی جگہ سے چھلانگ لگانا پڑی۔

"کب تک چھلانگیں لگاؤ گے انسپکٹر جمشید"۔ روگان ہنسا اور پھر مڑ کر ان کی طرف آیا۔

سب لوگ پریشان ہو گئے... کیونکہ اسے ہوا میں مڑتے لڑھکنے میں ذرا بھی دقت نہیں ہو رہی تھی... یوں لگتا تھا جیسے پھرکی ہے... اور کسی موٹر کے ذریعے گھومتی چلی جا رہی ہے... کہ آہستہ آہستہ انسپکٹر جمشید ست پڑتے نظر آ رہے تھے۔

"یہ پھرکی نما کھیل آپ کو ست کیے دے رہا ہے"۔

کامران مرزا نے گویا خبردار کیا۔

"ہاں! میں محسوس کر رہا ہوں... آپ فکر نہ کریں"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"لیکن آپ کیا سوچ رہے ہیں... وار کیوں نہیں کرتے"۔ ان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"یہ حضرت مجھے تھکا دینے کے چکر میں ہیں"۔

"اور ہم آپ پر تھکن کے آثار دیکھ رہے ہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"ہاں! میں تھکتا جا رہا ہوں"۔

"تو پھر... آپ آخر... وار کیوں نہیں کرتے"۔

"میں اپنے وقت پر وار کروں گا... ابھی میرا وقت شروع نہیں ہوا"۔ وہ مسکرائے... انداز [illegible] سا تھا۔

"کیا مطلب... وقت ابھی شروع نہیں ہوا"۔

"ہاں! میرا مطلب ہے... جب میں مناسب سمجھوں گا... اس وقت وار کروں گا"۔ انہوں نے کہا۔

ان کے ساتھی بے چین نظر آنے لگے... روگان بدستور پھرکی کی طرح گھوم رہا تھا اور انہیں بڑی مشکل سے ادھر ادھر ہونا پڑ رہا تھا... وقت کے ساتھ ساتھ روگان کے گھومنے میں تیزی آتی جا

رہی تھی اور ان میں بہت سستی پیدا ہو چلی تھی۔۔۔ وہ بے چین ہو
گئے۔۔۔ محمود سے تو نہ رہا گیا۔

"آخر آپ وار کیوں نہیں کرتے"۔

"میری جگہ تم ہوتے تو پتا چلتا"۔ انہوں نے جل کر کہا۔

"غصہ اور آپ کو آ رہا ہے۔۔۔ یہ تو شکست کی علامت
ہے"۔

"ہوتی ہے تو ہو جائے شکست"۔ انہوں نے تنگ آ کر کہا۔

"یا اللہ رحم۔۔۔ یہ آپ کو ہو کیا گیا ہے۔۔۔ کہیں روگان یا
اقبال نے جادو تو نہیں کر دیا"۔ فاروق نے ڈرے ڈرے انداز میں
کہا۔

"کیسی باتیں کرتے ہو"۔ انسپکٹر جمشید غرا کر بولے۔

"ارے باپ رے۔۔۔ آپ تو اس طرح شکست کھانے کی
وجہ سے جھلا بھی رہے ہیں۔۔۔ اس طرح تو آپ بالکل شکست کھا
جائیں گے"۔ محمود نے گھبرا کر کہا۔

"اپنا منہ بند رکھو"۔ وہ چلائے۔

"مسٹر روگان۔۔۔ لوہا گرم ہے۔۔۔ آخری ضرب لگاؤ۔۔۔ انسپکٹر
جمشید گئے کام سے"۔

"ہا ہا۔۔۔ ہا ہا"۔ روگان نے بلند آواز میں دو بار قہقہہ لگا

اور بلا کی تیزی سے اٹھتے ہوئے اس قدر رفتار سے ان کی طرف
دوڑ لگائی کہ وہ ان سے ٹکرا کر اس قدر دور جا کر گریں کہ پھر نہ
اٹھ سکیں۔

لیکن ہوا بالکل الٹ۔۔۔ جن انسپکٹر جمشید کو وہ بالکل تھکا ماندہ
خیال کر رہے تھے۔۔۔ وہ نہایت پھرتی سے ایک طرف ہو گئے اور
روگان اپنی جھونک میں بہت دور جا کر گرا۔۔۔ لیکن انسپکٹر جمشید بھی
ابھی رکے نہیں تھے۔۔۔ تیر کی طرح اس کی طرف گئے اور اس کی
کمر پر ایک لات اس قدر زور سے رسید کی کہ وہ دھپ سے زمین
پر گر گیا۔۔۔ اس کا منہ بھی اس قدر زور سے نیچے لگا۔۔۔ کہ اس کے
منہ سے ایک بھیانک چیخ نکل گئی۔

اور اس وقت ان کے ساتھیوں کی سمجھ میں یہ بات آئی کہ
انسپکٹر جمشید خود کو تھکا تھکا کیوں ظاہر کر رہے تھے۔

ابھی وہ سنبھلے ہی تھے کہ موٹال گویا اڑتا ہوا ان کی طرف
آیا۔۔۔ لیکن درمیان میں ہی دھپ سے گرا۔

○☆○

پرانے دشمن

انھوں نے دیکھا، انسپکٹر کامران مرزا اس کے نزدیک کھڑے
تھے۔

"ہماری طرف سے اسے سرکاری ٹانگ کہتے ہیں.... جب
بہادری سے لڑ رہے ہیں تو آپ کو ٹانگ اڑانے کی کیا ضرورت....
اور اگر آپ ٹانگ اڑا سکتے ہیں تو ہم بھی ٹانگ اڑا سکتے ہیں"۔
فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

"حد ہو گئی.... یعنی کہ اس حالت میں بھی نچلے نہیں بیٹھ
سکتے"۔ آفتاب نے بھنا کر کہا۔

"میں راکڈوم میں اچھل کود کب کر رہا ہوں.... کیوں پرو
انکل.... آپ نے مجھے اچھلتے کودتے دیکھا ہے"۔

"دیکھا تو نہیں.... سنا ضرور ہے"۔ وہ مسکرائے۔

"لیجیے.... اب آپ بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے"۔
رحمان کی آواز سنائی دی.... وہ دوسرے راکڈوم کو کنٹرول کر رہا تھا۔

تھے۔

"ہمارے مہربان دشمنوں سے زبردست ترین غلطی یہ ہوئی کہ
راکڈوموں کے ریموٹ کنٹرول بھی ان کے اندر ہی چھوڑ دیئے....
حد ہے بے وقوفی کی"۔

"بھئی عقل مندوں سے ہی بے وقوفی بھی ہوتی ہے"۔ محمود
نے منہ بنایا۔

"اوہو.... اب اکٹھے دو محاذ شروع ہو گئے.... لیجیے اب انسپکٹر
کامران مرزا انکل اور مسٹر موٹال کی جنگ دیکھیے۔

واقعی ادھر دونوں میں زبردست جنگ شروع ہو چکی تھی....
وہ ایک دوسرے پر تابڑ توڑ حملے کر رہے تھے لیکن ابھی تک دونوں
ایک دوسرے کو چھونے میں کامیاب نہیں ہوئے تھے.... موٹال کی
کوشش تھی کہ وہ کم از کم ایک ہاتھ ان کے ضرور رسید کر دے....
تاکہ وہ اٹھنے کے قابل نہ رہ جائیں.... ادھر انسپکٹر کامران مرزا اس
کے وار بچا رہے تھے.... ایسے میں اچانک وہ اس سے بچنے کے لیے
ایک سمت میں بھاگ نکلے۔

"وہ دیکھو.... مجھ سے ڈر کر انسپکٹر کامران مرزا بھاگ رہے
ہیں"۔

سب نے بوکھلا کر ادھر دیکھا.... وہ واقعی بھاگ رہے تھے....

انہیں اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا۔

"اباجان! کیا آپ واقعی بھاگ رہے ہیں"۔

"جان کسے پیاری نہیں ہوتی"۔ انسپکٹر کامران مرزا کی آواز گونجی۔

"کم از کم آپ سے ایسی امید نہیں تھا"۔ خان رحمان بولے۔

"تو اب ایسی امید باندھ لو.... میں نے کب روکا ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے جل بھن کر کہا۔

"ارے ارے! یہ آپ کو ہو کیا گیا ہے"۔

"مجھ پر دیوانگی سوار ہو گئی ہے"۔ انہوں نے بدستور دوڑ ہوئے کہا۔

ادھر موٹال ان کا تعاقب کر رہا تھا اور اس بات کی ک کوشش کر رہا تھا کہ کسی طرح انہیں پکڑ لے.... لیکن رفتار بھی کم نہیں تھے.... اور پھر درمیانی فاصلہ بھی کافی تھا.... بس و بے تحاشا انداز میں بھاگ رہے تھے۔

"آخر کب تک بھاگو گے"۔ موٹال ہنسا۔

"جب تک دم میں دم ہے"۔

"میں کوئی کہا تو نہیں جاؤں گا.... خود کو ہمارے حوا

دیں"۔

"جب دوسرے کریں گے تو میں بھی کر دوں گا"۔ انہوں نے جواب دیا۔

"تب پھر میں پکڑ کر آپ کا بھرتہ بنا دوں گا"۔ اس نے کہا۔

"ہماری طرف شوق سے کھایا جاتا ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے فوراً کہا۔

"کیا چیز؟" موٹال نے بے خیالی کے انداز میں کہا۔

"بھرتہ اور کیا"۔ وہ بولے۔

"ارے یہ کیا"۔ ایسے میں موٹال کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا۔

"کیا ہوا؟" دور سے روگان نے کہا۔

"یہ.... یہ حضرت.... مجھے باتوں ہی باتوں میں عمارت کی طرف لے آئے.... اور مجھے پتا ہی نہ چلا.... عجیب و غریب قسم کا چکر کاٹا ہے اس نے"۔

"اوہ!" روگان نے چونک کر کہا۔

"بہت خوب انسپکٹر کامران مرزا.... آپ نے ترکیب کا ایک حصہ مکمل کر دیا"۔

"ترکیب' ایک حصہ کیا مطلب"۔

"ہاں! اور اب دوسرا حصہ میں مکمل کر دوں گا"۔ اوپر سے پروفیسر داؤد کی آواز سنائی دی۔

"کیا مطلب؟" روگان، موٹال اور ابتال تینوں کی تو آوازیں ابھریں ہی تھیں، ٹوری بان بھی چلا اٹھا۔

"ہاں جناب.... اب ہم راکٹڈوموں کو عمارت کی طرف لے جا سکتے ہیں"۔

"کیا مطلب.... آخر کیسے"۔

"وہ دیکھیں.... اس چکر کے ذریعے ہم نے آپ چاروں کی توجہ انسپکٹر کامران مرزا کی طرف لگا دی تھی.... اور اس طرح ہم سب عمارت کے نزدیک آ گئے ہیں.... نہ صرف ہم.... بلکہ راکٹڈوم بھی"۔ انھوں نے جلدی جلدی کہا۔

"تن نہیں"۔ وہ ایک ساتھ چلائے۔

اب جو انھوں نے دیکھا.... تو راکٹڈوم بھی عمارت کے اوپر نظر آئے۔

"یہ.... یہ کیا ہو گیا"۔ ٹوری بان چلا اٹھا۔

"یہ وہی ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں اور یہ وہ نہیں ہے، جس کی آپ کو امید تھی"۔ فاروق شوخ آواز میں بولا۔

"ہے کوئی تک اس بات کی"۔ آفتاب نے برا سا منہ بنایا۔

"مسٹر ٹوری بان.... اب ذرا ان راکٹڈوموں پر یہ پرت گرا کر دکھائیں"۔

"تن نہیں"۔ ٹوری بان چلایا۔

"کیوں کیوں.... اب کیا ہوا"۔

"صرف پرت ہی بس تجربہ گاہ کو تباہ کر سکتا ہے"۔ اس نے کہا۔

"واہ! یہ بہت اچھی بات آپ نے بتائی.... اچھا اب آپ یوں کریں کہ ایک ایک پرت، ابتال، موٹال اور روگان پر برسا دیں"۔ محمود مسکرایا۔

"کیا بکواس ہے"۔ ٹوری بان نے جھلا کر کہا.... اس کی انھیں صرف آواز سنائی دے رہی تھی.... وہ اس عمارت میں کہاں تھا.... یہ اب تک انھیں اندازہ نہیں ہو سکا تھا.... البتہ.... وہ اپنے بل بچوں کو بندھا ہوا ضرور دیکھ سکتے تھے.... لیکن وہ بھی دھند کی وجہ سے صاف نظر نہیں آ رہے تھے۔

"ہم.... مجھے اس گنبد پر اتار دو"۔ ایسے میں پروفیسر داؤد بولے۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں"۔

"اور کیا کہوں.... اب میرے پاس اور کوئی چارہ نہیں...."

دوسرے یہ کہ اب پرت کے ذریعے تو یہ ہم پر حملہ کر نہیں سکیں گے"۔

"اچھی بات ہے.... لیکن یہ تینوں تو آپ پر حملہ کر سکتے ہیں"۔ خان رحمان بولے۔

"آتشیں اسلحے سے حملہ تو یہاں ہو گا نہیں.... یہ مجھ تک آنے کی کوشش کریں گے تو ہمارے ساتھی بھی موجود ہیں.... وہ انہیں روکیں گے.... اور میں اس گنبد میں سوراخ کرنے کی کوشش کروں گا.... جس کے ذریعے ہم اندر جا سکیں گے"۔ پروفیسر داؤد جلدی جلدی بولے۔

"بہت خوب! پروفیسر صاحب"۔ انسپکٹر جمشید بلند آواز میں بولے۔

"گویا تم میری تجویز کی تائید کرتے ہو"۔ وہ خوش ہو کر بولے۔

"ان حالات میں اس سے اچھی ترکیب ہو بھی نہیں سکتی"۔ انہوں نے کہا۔

"سنا تم نے خان رحمان"۔

"جی ہاں! سن لیا.... آپ اتر جائیں.... اس راکٹڈوم کو [illegible] کے ذریعے کنٹرول کرتا رہوں گا"۔

"بالکل ٹھیک"۔

نیچے دشمن دم بخود کھڑا تھا.... شاید اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ یہ لوگ اس ہیڈکوارٹر کے اوپر بھی اتر سکتے ہیں.... نیچے سے اوپر چڑھنا قریب قریب ناممکن تھا.... کیونکہ یہ عمارت شیشے کی تھی اور نصف انڈے کی شکل کی تھی.... اور یہ نصف انڈا بہت بڑا تھا.... لہٰذا بغیر کسی چیز کے سہارے کے اس کے اوپر پہنچنا قریب قریب ناممکن تھا.... اور یہ کام شاید ان میں سے کوئی نہیں کر سکتا تھا.... لہٰذا وہ دم بخود نہ کھڑے ہوتے تو کیا کرتے۔

"اب آپ اپنے ٹوری بان سے کہیں.... وہ ہم پر پرت گرائے"۔ انسپکٹر جمشید ہنسے۔

اور پھر راکٹڈوم بالکل گنبد کے نزدیک ہو گیا.... پروفیسر داؤد اس پر اتر گئے۔

"کیا.... آپ کی مدد کے لیے میں ساتھ اتروں"۔ خان رحمان بولے۔

"یہ خطرناک غلطی نہ کرنا.... راکٹڈوم پر ہمارا قبضہ رہنا چاہیے"۔

"وہ تو ریموٹ کنٹرول کے ذریعے بھی رہے گا"۔

"نہیں.... اس پر موجود رہو"۔ وہ بولے۔

اور پھر پروفیسر داؤد گنبد سے گویا چپک گئے، ان کا سینہ
سے لگا ہوا تھا... ایسے میں انہوں نے اپنے بیگ میں سے بڑے
قسم کی قسم کا ایک آلہ نکالا... باقی لوگ ساکت کھڑے یہ سب
رہے تھے۔

"خبردار... مسٹر ٹوری بان... کہیں یہ سوراخ کرنے
کامیاب نہ ہو جائیں"۔

"اگرچہ ایسا نہیں ہو سکتا... لیکن پھر بھی... تم تینوں
فرض یہ بنتا ہے کہ انہیں گنبد سے نیچے اتار لیں"۔

"ہم انہیں اتاریں گے... لیکن... پہلے ان لوگوں کو ٹھکانے
لگا کر"۔ روگان غرایا۔

"اور انہیں ٹھکانے لگانے کا کام تم کب شروع کرو گے
ٹوری بان نے جھلا کر کہا۔

"ابھی لیں"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی گنبد کے پاس ایک ہولناک
شروع ہو گئی... ادھر پروفیسر داؤد اپنے کام میں جتے ہوئے تھے
صرف خان رحمان ایک راکٹ روم میں بیٹھے تھے اور دوسرے
کنٹرول کیے ہوئے تھے... ساتھ میں وہ نیچے لڑائی کا منظر بھی
رہے تھے... ایسے میں انہیں ایک خیال آیا۔

"پروفیسر صاحب!"

"ہاں! کیا بات ہے"۔

"آپ کا وہ آلہ کہاں ہے... جس کے ذریعے ہم یہ محسوس
کر لیتے ہیں کہ ابقال اس جگہ موجود ہے... اس وقت ہمارے
ساتھیوں کو اس آلے کی بہت ضرورت ہے"۔

"اوہ ہاں! واقعی"۔ انہوں نے کہا اور اپنے بیگ میں ہاتھ
ڈالا... لیٹ کر انہیں یہ کام بھی کرنا پڑ رہا تھا۔

"اوہو... وہ آلہ تو نہیں ہے بیگ میں"۔ وہ چلائے۔

"کیا مطلب... آپ ساتھ لانا بھول گئے... یا مہم کے
دوران غائب ہو گیا"۔

"میں لایا ضرور تھا... لیکن غالباً اس آلے کو خود ابقال نے
غائب کیا ہے"۔

"اوہ ہاں! ضرور یہی بات ہے"۔

ساتھ ہی انہوں نے ابقال کا قہقہہ سنا... ادھر قہقہہ لگانے
کے بعد اس نے کہا۔

"اس کو تو میں بہت پہلے توڑ کر پھینک چکا ہوں"۔

"کاش! آپ اس کو پھینک کر توڑتے"۔ فاروق نے حسرت
زدہ انداز میں کہا۔

"یہ کیا بات ہوئی"۔ ابظال نے جھلا کر کہا۔

"پتا نہیں' ان حالات میں اس بات پر کون غور کرے کہ کوئی بات ہوئی ہے یا نہیں ہوئی"۔ فاروق نے جل کر کہا۔

"آپ پروفیسر صاحب ابظال کی فکر نہ کریں.... ان سے ہم خود نبٹ لیں گے.... آپ بس گنبد میں سوراخ کر دیں"۔

"اچھی بات ہے"۔

وہ پھر اپنے کام میں لگ گئے.... خان رحمان کبھی تو انہیں اور کبھی نیچے جنگ کے مناظر کو دیکھنے لگتے.... نیچے کے مناظر بہت ہولناک' خوفناک اور خطرناک تھے.... بلکہ ہیبت ناک.... اب ابظال' موٹال اور روگان کی صرف اور صرف یہ کوشش تھی کہ انہیں پیس کر رکھ دیں.... اور یہ لوگ چاہتے تھے.... جلد از جلد ان کا کام تمام کر دیں.... تاکہ پروفیسر داؤد کے کام میں کوئی رکاوٹ نہ پڑے.... رہ گیا ٹوری بان تو وہ اب ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا.... اگر وہ پرت گراتا تو ہیڈ کوارٹر تباہ ہوتا تھا۔

اچانک ان کی نظریں نیچے جم کر رہ گئیں.... شاید ابظال بری طرح حرکت میں آ چکا تھا.... نظر آئے بغیر.... لہذا وہ روگان اور موٹال سے زیادہ ان کے لیے خطرناک ثابت ہو رہا تھا.... جب کہ وہ دونوں بھی کچھ کم خطرناک نہیں تھے.... گویا اس وقت ان کا مقابلہ

تین خطرناک ترین دشمن کے ساتھ تھا.... سونے پر سہاگہ ابظال کا نظر نہ آنا تھا۔

پھر خان رحمان نے یہ ہولناک منظر دیکھا کہ ابظال چھوٹی پارٹی کو اٹھا اٹھا کر دور پھینک رہا تھا.... وہ گرتے تھے.... پھر اٹھتے تھے.... اور پھر انہیں پھینک دیا جاتا تھا.... دوسری طرف موٹال اور انسپکٹر کامران مرزا آپس میں زبردست طریقے سے بھڑے ہوئے تھے.... انسپکٹر جمشید کی جنگ روگان سے ہو رہی تھی.... موٹال پر جب بھی انسپکٹر کامران مرزا قابو پاتا.... وہ چکنی مچھلی کی طرح پھسل جاتا اور پھسلتے پھسلتے انہیں ایک ہاتھ بھی رسید کر دیتا.... یہ اور بات ہے کہ وہ بھی وار بچا جاتے۔

اچانک ان کے ہاتھ میں موٹال کے بال آ گئے.... انہیں ایک جھٹکا سا لگا.... کیونکہ اس کے بال ذرا بھی چکنے نہیں تھے.... انہوں نے بالوں کو مٹھی میں جکڑ لیا.... اور جھٹکا مارا تو موٹال کے منہ سے مارے تکلیف کے چیخ نکل گئی۔

"یہ کیا.... ہم نے مسٹر موٹال کی چیخ سنی ہے"۔ فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

"تو تم کس کی چیخ سننا چاہتے تھے"۔ آفتاب نے جل کر کہا۔

"ابظال کی.... اس لیے کہ ہمیں تو وہ اٹھا اٹھا کر پھینک...."

آفتاب کے الفاظ درمیان میں ہی رہ گئے.... اسی وقت
فضا میں بلند ہوا تھا.... صاف ظاہر تھا اسے ابتال نے سرے ا
کیا تھا۔

"ارے ارے.... یہ آپ کیا کر رہے ہیں.... کچھ تو خیال کریں.... آخر ہم آپ کے پرانے دشمن ہیں"۔ آفتاب نے جلدی جلدی کہا۔

"یہ کیا بات ہوئی.... پرانے دشمن"۔ محمود بولا۔

لیکن آفتاب یہ نہ بتا سکا کہ یہ کیا بات ہوئی.... کیونکہ اسی وقت وہ بہت دور جا گرا تھا۔

"ترکیب نمبر ۳"۔ ایسے میں فرزانہ نے کہا۔

"ہاں ٹھیک ہے"۔

انہوں نے فوراً ایک دائرہ بنا لیا اور ہاتھوں میں ہاتھ دے دیئے.... اور لگے چکر کاٹنے۔

"یہ کیا بھئی.... تم تو کھیلنے لگے.... حیرت ہے' ان حالات میں بھی تم کھیل سکتے ہو"۔ ابتال کی آواز گونجی۔

"ہے کوئی تک.... بھلا اس میں شرم کی کیا بات ہے"۔ آفتاب نے جل کر کہا۔

"میں اس دائرے کو نہیں مانتا.... الٹ پلٹ کر کے رکھ دوں

گا"۔

"یہ آپ کی بھول ہے.... آپ اس دائرے کو ختم نہیں کر سکیں گے"۔ آصف ہنسا۔

"دماغ تو نہیں چل گیا.... یہ کام بھلا میرے لیے کیا مشکل ہے"۔

"اچھا.... دکھائیں پھر نکل کر"۔

اچانک دائرے کو ایک جھٹکا لگا اور اخلاق اس میں سے نکل کر دور جا گرا.... لیکن جس جگہ سے اخلاق نکالا تھا.... وہاں پھر ہاتھوں میں ہاتھ دے دیا گیا.... لہٰذا دائرہ پھر مکمل تھا۔

"یہ.... یہ کیا"۔ ابتال کے لہجے میں حیرت تھی۔

"دیکھ لیں.... دائرہ مکمل ہے.... آپ اس کا بال بھی بیکا نہیں کر سکے"۔ فاروق ہنسا۔

"کیا کہا.... کس کا بال بیکا نہیں کر سکے"۔ اوپر سے پروفیسر داؤد نے حیران ہو کر پوچھا.... گویا ان کے کان ایسی حالت میں بھی ان کی باتوں پر لگے ہوئے تھے۔

"یہ کیا.... آپ ہماری باتیں سن رہیں یا کام کر رہے ہیں"۔

"دونوں کام کر رہا ہوں"۔

"میں کہہ رہا تھا.... مسٹر ابتال آپ ہمارے دائرے کا بال بھی

بیکا نہیں کر سکے"۔ فاروق نے کہا۔

"بھئی واہ! یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے"۔ پروفیسر داؤد نے شوخ آواز میں کہا۔

"لیکن کون سا نام انکل"۔ فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

"بھئی دائرے کا بال"۔ وہ بولے۔

اور سب ہنسنے لگے.... لیکن اسی وقت ان کی ہنسی کو بریک لگ گئی، اس لیے کہ ابتال اس بار دائرے میں سے اشفاق کو اچک لے گیا تھا.... اشفاق انہیں دور گرتا نظر آیا.... اس سے پہلے اخلاق گر کر ساکت ہو چکا تھا۔

لیکن ادھر دائرہ پھر مکمل تھا۔

"دیکھ لیں ذب زال انکل.... دائرہ مکمل ہے"۔

"کیا کہا.... ذب زال"۔ اس نے چلا کر کہا اور ساتھ ہی مکھن گویا فضا میں اڑتا ہوا نظر آیا.... پھر وہ ان سے دور زمین پر گرا اور ساکت ہو گیا"۔

"لیکن دائرہ مکمل ہے"۔ آصف نے سرد آواز میں کہا۔

"کب تک.... ایک ایک کر کے تم تو کم ہو رہے ہو"۔

"دائرہ پھر بھی مکمل رہے گا"۔ محمود بولا۔

"میں نے کہا نا.... کب تک.... آخر میں پھر ایک یا دو

جائیں گے.... تو دائرہ کس طرح مکمل رہے گا"۔

"آپ دیکھ لیں گے.... دائرہ مکمل رہے گا"۔ آصف نے کہا۔

"ضرور دیکھوں گا"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی شوکی اڑتا نظر آیا۔

"ارے باپ رے.... شوکی بھائی کو تو آپ نے کچھ زیادہ ہی اونچا اچھال دیا"۔

"جتنا کوئی بڑھ بڑھ کر باتیں بنائے گا.... اتنا ہی اونچا اچھلے گا"۔

"تب تو پھر ہم پیچھے ہٹ ہٹ کر باتیں بنائیں گے"۔ آفتاب خوش ہو کر بولا۔

"حد ہو گئی.... بزدلی کی"۔ فاروق نے جھلا کر کہا۔

عین اسی وقت رفعت دائرے سے نکل کر دور جا گری.... اس طرح باری باری وہ سب دائرے سے نکلتے چلے گئے.... آخر میں صرف محمود اور آصف رہ گئے.... اس وقت ابتال نے کہا۔

"اب کہاں گیا تمہارا دائرہ"۔

"حد ہو گئی.... بزدلی کی"۔ نوری بان کی تلملاتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"جی.... کیا فرمایا.... بزدلی کی حد ہو گئی ہے.... چلئے اچھا ہو گیا.... بہت دن ہو گئے تھے، بزدلی کی حد نہیں ہوئی تھی"۔ محمود نے چونک کر کہا۔

"یہ دیکھیے.... یہ رہا دائرہ"۔ آصف نے کہا۔

دونوں نے ہاتھ دائرے کی صورت میں کر لیے.... پھر جونہی ابطال نے آگے بڑھ کر آصف کو اٹھایا.... محمود نے نیچے گر کر اس کی دونوں ٹانگیں پکڑ لیں.... کیونکہ اب وہ اندازہ کر سکتا تھا کہ ابطال کہاں کھڑا ہو گا.... ساتھ ہی اس نے اپنے دانت اس کی پنڈلی پر جما دیئے۔

"ارے ارے.... یہ.... یہ کیا.... چھوڑو میری پنڈلی"۔ ابطال چلایا۔

"کیا کہا ابطال.... چھوڑو میری پنڈلی.... تت تو کیا.... کسی نے تمہاری پنڈلی پکڑ لی ہے.... لیکن تمہارے لیے اپنی پنڈلی چھڑانا کیا مشکل ہے"۔ ٹوری بان کی حیرت میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی۔

"اوہو.... کوئی مشکل نہیں.... لیکن پنڈلی دانتوں میں ہے.... پنڈلی چھڑاتا ہوں تو اس سے بوٹی الگ ہوتی ہے"۔ ابطال نے جھلا کر کہا۔

"ارے تو دونوں ہاتھوں سے اس کی گردن دبا دو"۔ ٹوری

بان نے کہا۔

"ہاں! اب یہی کرنا ہو گا"۔ اس نے فوراً آصف کو چھوڑ دیا.... وہ اسے پنڈلی کی تکلیف کی وجہ سے دور اچھالنا بھول گیا.... لہٰذا جونہی آصف چھوٹا.... وہ فوراً آگے بڑھا اور اس کی دوسری پنڈلی پر دانت جما دیئے.... اس وقت تک ابطال محمود کی گردن دبوچ چکا تھا۔

"گھونٹ دو گلا ابطال.... لیکن اب پنڈلی کی بوٹی الگ ضرور ہو گی"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی اس نے دانت پوری قوت سے گاڑ دیئے۔

"ارے مر گیا"۔ ابطال چلایا.... گردن پر اس کی گرفت کم پڑ گئی.... ادھر آصف نے بھی دیر نہ کی.... اور پنڈلی میں دانت گاڑ دیئے۔

"اف.... اب میں ان دونوں کو نہیں چھوڑوں گا"۔

یہ کہ کر اس نے ایک ہاتھ سے محمود کی گردن دبوچ لی.... دوسرے سے آصف کی.... لیکن اسی وقت اس پر ایک اور مصیبت نازل ہوئی.... گرا ہوا فاروق فوراً اٹھا اور اس نے ان کی طرف دوڑ لگا دی.... بلا کی رفتار سے آ کر اس نے اپنے دانت ابطال کے بازو پر

جما دیئے.... اس وقت تک آفتاب بھی اٹھ چکا تھا.... اور اس نے آ کر دوسرے بازو پر دانت جما دیئے۔

"ارے ارے.... یہ کیا.... یہ لوگ تو بھوکے کتوں کی طرح مجھے جھنجھوڑے ڈال رہے ہیں.... روگان.... موٹال.... میری مدد کو آؤ"۔ اس نے بلند آواز میں کہا۔

○☆○

اب کیا ہو گا

لمحے بھر کے لیے اس وادی میں سناٹا طاری ہو گیا.... یہ حیرت انگیز ترین بات وہاں ہوئی تھی کہ ابظال نے اپنے دونوں ساتھیوں کو مدد کے لیے پکارا تھا.... نظر نہ آنے والا دشمن اس وقت چھوٹی پارٹی کے دانتوں کے شکنجے میں تھا اور یہ شکنجہ لمحہ بہ لحمہ بڑھتا ہی جا رہا تھا.... جو بھی اٹھنے میں کامیاب ہو رہا تھا.... وہ آ کر اس کے جسم کے کسی نہ کسی حصے پر دانت گاڑ دیتا.... صرف فرزانہ' فرحت اور رفعت نے ایسا نہیں کیا.... لیکن انہوں نے مل کر اس کے بال پکڑ لیے۔

ابظال کے ہاتھ اب محمود اور آفتاب کی گردن پر سے ہٹ گئے تھے.... وہ مارے تکلیف کے چیخ رہا تھا.... اور اس کی آوازوں نے پوری وادی کو دہلا دیا تھا.... وہ ایک بار پھر چلایا۔

"مسٹر موٹال.... مسٹر رنگان.... تم لوگ اب تک آئے کیوں نہیں"۔

ان کی نظریں بھی اس طرف اٹھ گئیں.... انسپکٹر جمشید اور
انسپکٹر کامران مرزا بھی صاف نظر آئے.... لیکن انھوں نے روگان
اور موٹال کو بری طرح الجھا لیا تھا.... انسپکٹر کامران مرزا نے جب
سے اس کے بال پکڑے تھے.... وہ خود کو ان سے چھڑا نہیں سکا
تھا.... جب کہ اس کے گھونسوں نے ان کا برا حال کر دیا تھا.... ان
بالوں پر گرفت اور مضبوط کرتے چلے گئے.... یہاں تک کہ موٹال
کے منہ سے چیخیں نکلنے لگیں.... لہٰذا وہ ابقال کی مدد کے لیے کیسے
جا سکتا تھا۔

انسپکٹر جمشید اور روگان کا معاملہ کچھ اس طرح تھا۔
ایک ماہر توڑ حملوں کے دوران اس کی کمر ان کے دونوں ہاتھوں
آ گئی تھی.... بس اس وقت سے وہ کمر کو چھڑانے کی کوشش میں
ہوا تھا.... اور اس کوشش میں اس نے مکوں سے ان کا حلیہ بگاڑ
رکھ دیا تھا.... ان کے ناک سے، سر سے، کانوں سے اور منہ
خون بہہ رہا تھا اور ان کا چہرہ اس قدر خوفناک لگ رہا تھا کہ
طرح سے بھی انسپکٹر جمشید نظر نہیں آ رہے تھے.... اگر غرض
موٹال اور روگان کی بھی اچھی نہیں تھی تو حالت ان دونوں
اچھی نہیں تھی.... اس حالت میں بھی وہ وحشیوں کی طرح لڑ
تھے اور ایک دوسرے کو مار ڈالنے پر تلے ہوئے تھے۔

مطلب یہ کہ روگان اور موٹال ابقال کی مدد کے لیے آنے
بل نہیں تھے.... ادھر گنبد پر پروفیسر داؤد اپنے کام میں لگے
تھے.... چھوٹی پارٹی نے آج سوچ لیا تھا.... ابقال کو نہیں
ں گے.... اور پھر ان پر قیامت ٹوٹنے لگی.... ابقال نے تمام
وں کے باوجود ان کے سروں پر مکے برسانا شروع کیے، یہ دیکھ
چلا اٹھا۔

"دانت اور گہرائی میں گاڑ دو۔"

"لیکن اس طرح اس کا خون ہمارے منہ میں آئے گا۔"
نے بھنا کر کہا۔

"اور انسان کے لیے انسان کا خون حرام ہے۔"

"کوئی پروا نہیں.... ہم خون کو اندر نہیں جانے دیں گے، باہر
گا۔"

"ہاں، یہ ٹھیک رہے گا۔"

انھوں نے دانت اور زیادہ گاڑ دیے.... اور پھر انہیں منہ
ن کا ذائقہ محسوس ہونے لگا.... انہیں گھن آنے لگی.... لیکن
سکتے تھے.... دنیا کا خوفناک ترین دشمن اس وقت ان کے

ابقال نے ایک نیا کام کیا.... اس وقت تک وہ اپنی

جگہ پر کھڑا رہا تھا.... اب وہ یک دم گر گیا.... اور لڑھکنیاں لے
لگا.... اس طرح وہ اس کے نیچے دبنے لگے.... وہ ان سب کو ا
لیے اس طرح لڑھک رہا تھا.... جیسے اس نے اپنے جسم کے سا
کچھ ننھی منی چیزیں چپکا رکھی ہوں اور اس کام میں اسے ذرا
کوئی دقت محسوس نہیں ہو رہی تھی.... دقت اس وقت محسوس
رہی تھی یا نہیں.... درد محسوس ہو رہا تھا یا نہیں.... لیکن وہ یہ
کر رہا تھا اور خوب دھڑلے سے کر رہا تھا۔

اس کی اس حرکت کا نتیجہ یہ نکلا کہ جو بھی اس کے نیچے
چلا گیا.... اس کے ہاتھ پیر جواب دینے لگے.... اسے یوں محسو
ہوتا تھا جیسے سڑک بنانے والا انجن اس کے اوپر پھر گیا ہو.... ا
طرح ایک ایک کر کے اس نے ان سب کو اپنے جسم سے الگ
دیا.... نہ صرف الگ کر دیا.... بلکہ اب وہ میدان میں بالکل بے
اور ساکت پڑے تھے اگرچہ وہ بے ہوش نہیں تھے.... لیکن ہو
میں بھی نہیں تھے.... نہ ہاتھ پیر ہلانے کے قابل رہے تھے....
سوچنے سمجھنے کے.... بس آنکھیں کھلی ہوئی تھیں.... باقی سارا ج
سن تھا۔

انہوں نے ابظال کی تکلیف بھری آواز سنی۔

"میں نے اگرچہ تم لوگوں کو اپنے جسم سے الگ کر دیا
لیکن تم لوگوں نے مجھے آج وہ مزا چکھایا ہے جو زندگی میں کسی نے
نہیں چکھایا.... میں تم لوگوں کو مان گیا.... تم واقعی دنیا کے خطرناک
ترین انسان ہو.... اور چالاک ترین بھی.... میں اس وقت بھی یہ
محسوس کر رہا ہوں کہ میں نے تمہیں شکست نہیں دی.... تم نے
مجھے شکست دی ہے.... اچھا اب ذرا میں تمہارے بڑوں کی خبر لے
لوں"۔

ان کی آنکھیں بڑوں کی طرف گھوم گئیں.... انہوں نے
دیکھا موٹال کی گردن اب بھی انسپکٹر کامران مرزا کی گرفت میں تھی
اور وہ بری طرح اس پر زور آزمائی کر رہے تھے.... موٹال کے ہاتھ
ان کے ہاتھوں پر تھے اور وہ ان کے ہاتھوں کو گردن سے الگ
کرنے کے لیے پورا زور صرف کر رہے تھے۔

دوسری طرف انسپکٹر جمشید روگان کو سر سے بلند کر چکے تھے
اور اسے اٹھا کر پھینکنے کے لیے چکر کاٹ رہے تھے.... کسی بھی لمحے
وہ اسے پھینکنے والے تھے۔

اچانک ان کی کمر پر کوئی چیز پوری قوت سے لگی اور وہ
اوندھے منہ گرے، روگان ان کی گرفت سے نکل گیا۔

"شکریہ مسٹر ابظال.... ارے یہ زمین پر خون ہی خون کیسا
ہے"۔

"یہ میرے جسم کا خون ہے.... میرے جسم کو ان لوگوں نے شکاری کتوں کی طرح نوچ ڈالا ہے.... جگہ جگہ سے خون بہ رہا ہے.... میں اس وقت حد درجے اذیت میں مبتلا ہوں.... گرنے لگا ہوں.... اب آپ موٹال کی مدد کریں اور انسپکٹر کامران مرزا کو ناکارہ کردیں.... اس کے بعد دیکھتے ہیں پروفیسر داؤد کو نیچے کس طرح کھینچ سکتے ہیں"۔

"یہ.... م.... مجھے"۔

اور ابظال کی آواز بند ہوگئی.... شاید وہ بے ہوش ہوگیا تھا.... لیکن خون کی وجہ سے اب وہ یہ دیکھ سکتے تھے کہ ابظال کہاں گرا ہے.... کیونکہ اس کے جسم سے بہنے والا خون زمین پر اس کے جسم کے مطابق ٹپکتا اور بہتا نظر آ رہا تھا۔

روگان اب انسپکٹر کامران مرزا کی طرف بڑھا.... موٹال کی گردن اب تک ان کے ہاتھوں میں تھی.... اور اس پر قابو پانا اس کے بالوں کی وجہ سے ممکن ہوا تھا.... کیونکہ اس کے جسم کی جلد بالکل چکنی تھی.... وہاں بال بالکل خشک اور کھردرے تھے.... اور وہ نہایت آسانی سے گرفت میں آ جاتے تھے.... اب انہوں نے کیا یہ کہ جونہی بال ان کے قابو میں آئے تھے اور انہوں نے محسوس کیا کہ بال ہاتھ سے نہیں پھسل رہے تو انہوں نے دوسرا بازو اس کی گردن کے گرد کس دیا اور اس میں بھی اس کے بال پکڑ لیے تھے.... ورنہ وہ اور قابو میں آ جاتا.... اور عین اس وقت جب وہ یہ محسوس کر رہے تھے کہ اب موٹال کا کام تمام ہونے ہی والا ہے.... ابظال کی مدد سے روگان انسپکٹر جمشید کی گرفت سے چھوٹ گیا اور ان کی طرف آیا.... جونہی اس نے ان پر وار کیا.... وہ تیزی سے مڑے.... نتیجہ یہ ہوا کہ روگان ان کی بجائے موٹال سے ٹکرا گیا.... اس کا سر موٹال کے چہرے پر لگا.... اس کے منہ سے دل دوز چیخ نکل گئی.... اس کا جسم بری طرح پھڑکا اور پھر ساکت ہوگیا۔

انسپکٹر کامران مرزا جان گئے کہ موٹال بھی گیا کام سے.... لیکن ابھی وہ اسے اپنے ہاتھوں سے نہیں چھوڑ سکتے تھے.... وہ اسے ڈھال کے طور پر استعمال کر سکتے تھے۔

ٹکر مار کر روگان خود بھی الٹ گیا تھا.... لیکن اسے خاص چوٹ نہیں آئی تھی.... لہٰذا وہ فوراً اٹھا اور پھر ان پر جھپٹ پڑا.... اس بار انہوں نے موٹال کو اس پر اچھال دیا.... وہ اس کی لاش سے ٹکرا کر گرا.... ساتھ ہی انسپکٹر کامران مرزا نے ان پر چھلانگ لگائی.... لیکن یہاں ان سے غلطی ہوگئی.... وہ موٹال کے مردہ جسم پر گرے تھے.... روگان تو بہت پہلے اٹھ چکا تھا.... ان کے گرتے ہی اس نے ایک زبردست لات ان کی کمر پر رسید کردی۔

انہیں یوں لگا جیسے کمر پر کسی نے پہاڑ گرا دیا ہو..... ان کے ہاتھ پیر جواب دے گئے اور وہ ساکت ہو گئے۔

"اف..... موٹال..... تم بھی گئے..... گویا میں اکیلا رہ گیا..... مسٹر اقبال بھی بے ہوش پڑے ہیں..... اب میں اکیلا اس گنبد پر کس طرح چڑھ سکتا ہوں..... اور جب تک میں چڑھ نہیں سکتا..... اس وقت تک پروفیسر داؤد کو نیچے نہیں کھینچ سکتا..... اف"۔ یہ کہ کر اس نے تمام لیٹے ہوئے لوگوں پر ایک نظر ڈالی..... اچانک وہ زور سے اچھلا۔

"ارے..... مسٹر منور علی خان کہاں ہیں؟

"وہ یہاں میرے پاس ہیں..... راکڈوم میں..... ہم نے سوچا تھا کہ ہو سکتا ہے..... تم لوگ سب پر قابو پا لو..... اس صورت میں کوئی ایک تو ایسا ہو..... جو کچھ کر سکے اور میں نے منور علی خان کو اشارے سے کہا تو یہ اوپر آ گئے..... پلک جھپکتے میں راکڈوم نیچے ہوا اور نہیں اٹھاتے ہی اوپر ہو گیا..... باقی لوگ اس وقت لڑائی میں بری طرح الجھے ہوئے تھے..... اور اب مسٹر روگان ذرا غور کرو..... تم اکیلے رہ گئے ہو"۔

"اکیلا! نہیں..... مسٹر اقبال بھی میرے ساتھ ہیں"۔

"اس کا جسم تو چھلنی ہو چکا ہے"۔

"وہ پھر بھی خود پر قابو پا لیں گے..... تم ان کی جسمانی اور دماغی صلاحیتوں سے باخبر نہیں ہو..... لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں ان کے ہوش میں آنے اور طاقت پکڑنے کا انتظار کروں..... میں پروفیسر کو ضرور نیچے کھینچ کر رہوں گا..... منور علی خان میرا کیا بگاڑ لیں گے"۔

یہ کہ کر اس نے گنبد کی طرف دوڑ لگا دی اور تیزی سے اس کے نزدیک پہنچ کر اوپر چڑھنے کی کوشش کی..... تیز رفتار کی وجہ سے وہ چند قدم اوپر چڑھ گیا..... لیکن پھر الٹ کر گرا..... پھر پیچھے ہٹا اور پہلے کی نسبت زیادہ تیزی سے آیا اور کئی قدم گنبد پر چڑھ گیا..... لیکن پھر وہاں سے نیچے آ گرا۔

عین اس وقت منور علی خان کا آنکڑا اس کی گردن پر آ کر گرا..... اور اس کی گردن اس میں پھنس گئی..... راکڈوم میں بیٹھے ہوئے منور علی خان اس کام کی تیاری میں جٹے ہوئے تھے..... کام مکمل ہوتے ہی انہوں نے پہلا وار یہ کیا۔

اور اب روگان کی گردن ان کی رسی میں جکڑی ہوئی تھی..... انہوں نے گرہ بھی اس انداز میں دی تھی کہ رسی کستی چلی جائے۔

ادھر روگان نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں رسی میں پھنسا کر زور لگانا شروع کیا..... اس کی کوشش یہ تھی کہ کسی طرح رسی ڈھیلی

ہو جائے، لیکن ڈھیلی ہونے کے بجائے، رسی کستی چلی جا رہی تھی.... آخر اس نے رسی سے ایک ہاتھ ہٹایا اور کہنی ان کے پیٹ میں دے ماری، یہ وار زبردست تھا.... منور علی خان دہرے ہو گئے.... ایسی حالت میں روگان کا ایک مکا ان کی کمر پر لگا اور وہ دھپ سے منہ کے بل گرے.... ساتھ ہی روگان نے ایک لات بھی ان کی کمر پر رسید کر دی.... اس لات نے رہی سہی کسر پوری کر دی۔

اب اس نے رسی کو آسانی سے الگ کر دیا اور چاروں طرف دیکھا.... سب کے سب لمبے لیٹ نظر آئے.... صرف خان رحمان ایک راکٹ ڈوم میں موجود تھے اور پروفیسر داؤد گنبد کے اوپر.... خود اس کا اپنا ساتھی موٹال ہلاک ہو چکا تھا اور ابطال بری طرح زخمی تھا.... یعنی خون کو دیکھ کر وہ اس طرف بڑھا۔

"مسٹر ابطال! میں نے ان سب کو لٹا دیا ہے.... میں آپ کی کوئی مدد کر سکتا ہوں"۔

"ہاں کیوں نہیں.... تم میرے زخموں پر پٹیاں تو باندھ ہی سکتے ہو.... لیکن دوسری طرف گنبد پر پروفیسر داؤد موجود ہیں.... انہیں وہاں سے ہٹانا زیادہ ضروری ہے"۔

"لیکن میں اکیلا وہاں نہیں پہنچ سکتا.... ہاں آپ کی مدد سے

شاید ایسا ہو جائے"۔

"اچھی بات ہے.... تو پہلے میرے زخموں پر پٹیاں باندھو.... میں تمہارا ہاتھ پکڑ کر اپنے زخموں تک لے جاتا رہوں"۔

"اچھی بات ہے"۔

اس طرح دونوں زخموں پر پٹیاں باندھنے لگے.... ادھر خان رحمان بہت بے چین تھے.... خان رحمان نے بے قراری کے عالم میں پروفیسر صاحب سے کہا۔

"آپ دیکھ رہے ہیں پروفیسر صاحب"۔

"نہیں.... میں کچھ نہیں دیکھ رہا.... میں صرف اپنے کام کی طرف متوجہ ہوں"۔

"تو میں آپ کو بتاتا ہوں.... ہمارے سب ساتھی لمبے لیٹ چکے ہیں.... صرف میں اور آپ باقی رہ گئے ہیں.... موٹال بھی مارا جا چکا ہے.... ابطال بری طرح زخمی ہے.... ہماری چھوٹی پارٹی نے اس کے جسم کو جگہ جگہ سے چبا ڈالا ہے.... لیکن نتیجے میں وہ خود بری طرح زخمی ہو گئے ہیں اور اب بے بس پڑے ہیں.... اب مسٹر روگان، مسٹر ابطال کے زخموں پر پٹیاں باندھ رہے ہیں.... جونہی یہ اس کام سے فارغ ہوں گے.... یہ دونوں آپ تک پہنچنے کی کوشش کریں گے"۔

"نہیں! یہ اس گنبد پر نہیں چڑھ سکیں گے"۔

"آپ اس خیال میں نہ رہیں.... یہ لوگ بھی حیرت انگیز صلاحیتوں کے مالک ہیں.... آپ جلد از جلد گنبد میں سوراخ کرنے کی کوشش کریں"۔

"میں برابر کوشش کر رہا ہوں.... لیکن.... ابھی تک کامیابی نہیں ہو سکی.... اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ کامیابی ہو گی ہی نہیں.... میں ان شاء اللہ کامیاب رہوں گا"۔

"بہت خوب! بس ذرا جلدی کریں.... ارے وہ دیکھئے.... مسٹر روگان اٹھ گئے ہیں.... گویا وہ پٹیاں لگنے سے فارغ ہو گئے ہیں"۔

"اوہ!" وہ بولے۔

"اور اب وہ مسٹر ابظال کے ساتھ گنبد کا رخ کر رہے ہیں"۔

"اللہ مالک ہے.... کیا ہمارے ساتھیوں میں ہل چل کے کوئی آثار نظر نہیں آ رہے؟"

"ابھی تک تو نہیں نظر آ رہے.... میں انہیں پکارتا ہوں"۔

انہوں نے کہا اور بلند آواز میں چلائے۔

"جمشید.... اٹھو.... کامران مرزا اٹھیں.... منور علی خان اٹھیں.... ہمارے بچو.... بہادر بچو اٹھو.... اسلامی ملکوں پر چھائی

تاریکی چھٹنے میں بہت ہی تھوڑا وقت رہ گیا ہے.... اگر تم نے یہ موقع ضائع کر دیا تو پھر کبھی بھی ہم سورج کی روشنی اسلامی ملکوں کو نہیں پہنچا سکیں گے.... اور سب لوگ موت کے گہرے غار میں جا گریں گے.... یہی وقت ہے اٹھنے کا.... شاباش.... شاباش.... شاباش"۔

ان کی آواز دکھ کے تلے دب کر رہ گئی.... کیونکہ ان کے چلانے کے باوجود ان میں حرکت نظر نہیں آئی تھی.... ادھر روگان کو انہوں نے گنبد تک پہنچتے دیکھا۔

"مسٹر روگان.... مسٹر ٹوری بان نے ہمیں کسی ایسے موقع کے لیے ایک خاص دستانے دیئے تھے.... ان دستانوں کو پہن کر ہم اس گنبد پر آسانی سے چڑھ سکیں گے.... میرا مطلب ہے.... ایک دوسرے کی مدد کر کے.... پہلے میں گنبد پر اوندھے منہ لیٹ جاتا ہوں آپ میرے جسم پر سے ہو کر مجھ سے اوپر لیٹ جائیں.... اور اپنے دونوں ہاتھ دیں.... پھر میں آپ کے اوپر سے ہو کر اور اوپر ہو جاؤں گا.... اس طرح ہم جلد پروفیسر داؤد تک پہنچ جائیں گے"۔

"بہت خوب مسٹر ابظال.... آپ کا بھی جواب نہیں.... ان دستانوں کو تو میں بھول ہی گیا تھا"۔ یہ کہ کر روگان نے جیب میں سے دستانے نکالے اور پہننے لگا۔

یہ دیکھ کر خان رحمان بے تاب ہو گئے۔

"پروفیسر صاحب.... اب ہم کیا کریں.... یہ دونوں تو چند منٹ میں آپ کے پاس پہنچ جائیں گے"۔

"اللہ مالک ہے.... مجھ سے جو ہو رہا ہے' کر رہا ہوں.... تم اپنے ساتھیوں کو پھر پکارو"۔

"اوہ ہاں" انہوں نے چونک کر کہا اور بلند آواز میں بولے۔

"جمشید! آخر تم کب اٹھو گے.... کیا اب قیامت کے دن ہی اٹھو گے"۔

اس آواز میں نہ جانے کیا تھا.... انسپکٹر جمشید کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ اٹھ کر بیٹھ گئے۔

"یہ.... یہ کس کی آواز تھی"۔

"جمشید.... ہوش میں آؤ.... ہم بہت خطرناک صورت حال سے دوچار ہیں.... اپنے سب ساتھیوں کو جگا دو.... ہاں بس جگا دو... ورنہ اب تک کی ساری محنت برباد ہو جائے گی"۔

"کک.... کیا مطلب؟" وہ چونک کر بولے۔

پھر جو انہوں نے ساری صورت کا جائزہ لیا تو گویا انہیں ساری بات چشم زدن میں سمجھ میں آ گئی.... انہوں نے جلدی جلدی اپنے سب ساتھیوں کو جھنجوڑنا شروع کر دیا.... اس طرح سب سے

پہلے انسپکٹر کامران مرزا کو ہوش آیا.... پھر ایک ایک کر کے سب ہوش میں آ گئے۔

"وہ دیکھیں.... روگان اور ابظال گنبد پر اوپر ہوتے جا رہے ہیں"۔

"لیکن انکل.... وہاں تو صرف مسٹر روگان ہیں"۔ آصف نے کہا۔

"اوہ.... بھئی ابظال کب نظر آتا ہے.... البتہ گنبد کے شیشے پر خون لگا ہو نظر آ سکتا ہے.... جو ابظال کے جسم سے بہہ دیا ہے.... تم لوگوں نے کیا اسے جھنجوڑ کر نہیں رکھ دیا تھا"۔

"اوہ ہاں.... واقعی.... لل.... لیکن.... اب ہم کیا کریں"۔

"آؤ.... جلدی کرو.... آج ترکیب میں بتاؤں گا"۔

یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید نے دوڑ لگا دی.... اور پھر محمود کو گنبد پر اوندھے منہ لٹا دیا۔

"چلو فاروق.... اس پر سے ہوتے ہوئے.... اس کے سر پر پیر رکھ کر آگے لیٹ جاؤ"۔

"جی بہت بہتر"۔ فاروق نے کہا اور ایسا ہی کیا۔

"آصف.... تم ان کے اوپر سے ہوتے ہوئے.... آگے جا کر لیٹ جاؤ"۔

"جی بہتر"۔

اس طرح ایک ایک کر کے وہ اوپر ہوتے چلے گئے.... ادھر روگان اور ابطال تیزی دکھا رہے تھے۔ کیونکہ وہ دیکھ چکے تھے کہ ان کے پیچھے ان کے دشمن آ رہے ہیں۔ ادھر پروفیسر داؤد دیکھ رہے تھے کہ روگان ان سے نزدیک ہوتا جا رہا ہے.... انہوں نے حفاظت کے خیال سے اپنے بیگ میں ہاتھ ڈالا اور کوئی چیز نکال کر ہاتھ میں چھپا لی.... ساتھ ہی انہوں نے دیکھا۔ اب انسپکٹر کامران مرزا اپنے ساتھیوں کے اوپر سے ہوتے ہوئے اوپر آ رہے تھے.... پھر انسپکٹر جمشید آتے نظر آئے۔

اور جونہی انسپکٹر جمشید اوپر آ کر لیٹے اور انہوں نے ہاتھ آگے بڑھایا تو ان کے ہاتھ میں روگان کا پیر آ گیا.... انہوں نے دوسرے ہاتھ سے دوسرے پاؤں کو پکڑ لیا اور لگے نیچے کی طرف کھینچنے۔

"ارے باپ رے.... مسٹر ابطال۔ انسپکٹر جمشید مجھ تک پہنچ چکے ہیں.... انہوں نے میرے دونوں پیر پکڑ لیے ہیں"۔

"ایک جھٹکا مار کر دونوں پیر چھڑا لیں۔

روگان نے جھٹکا مارا.... لیکن چونکہ سارا جسم شیشے سے چپکا ہوا تھا.... اس لیے یہ جھٹکا کارآمد نہ ہو سکا۔ اس نے بار بار

جھٹکے مارے، لیکن کچھ نہ بنا.... ادھر انسپکٹر جمشید اس کے پیروں کو نیچے کی طرف کھینچ رہے تھے۔ ایسے میں ابطال نے ہاتھ آگے بڑھائے تو اس کے ہاتھ پروفیسر داؤد سے چند انچ کے فاصلے پر رہ گئے۔

"میرے ہاتھ صرف چند انچ کے فاصلے پر رہ گئے ہیں.... اب میں پروفیسر کو پکڑ لوں گا"۔

وہ گھبرا گئے.... انسپکٹر جمشید چلائے۔

"سب لوگ نیچے کی طرف زور لگائیں"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی سب نے نیچے کی طرف زور لگایا تو انسپکٹر جمشید کے ہاتھوں کے ساتھ روگان بھی پیچھے سرکنے لگا اور اس کے ساتھ ابطال بھی لگا سرکنے۔

"مسٹر روگان! میرے پیر چھوڑ دیں"۔ ابطال نے گھبرا کر کہا۔

روگان نے فوراً ہاتھ چھوڑ دیے.... اوپر سے ساری لائن نیچے کی طرف چلی.... لیکن ابطال اوپر کی طرف سرکنے کے قابل تھا۔ کیونکہ اس کے ہاتھوں میں اس مقصد کے لیے بنائے گئے دستانے تھے۔

"یہ ترکیب بھی بے کار گئی.... میں آگے بڑھ رہا ہوں"۔

ابطال نے چلا کر کہا۔

وہ سب ساکت رہ گئے.... گنبد پر چپکے رہ گئے.... ان کی آنکھوں میں خوف اتر آیا.... سب کے ذہنوں میں یہی بات گونجی۔

"اب.... کیا.... ہو گا"۔

O☆O

آپ آئے

ان کے ذہن سنسنا رہے تھے.... ہاتھ پیر جواب دیتے محسوس ہو رہے تھے.... ابطال پروفیسر داؤد تک پہنچنے والا تھا.... ان کی اس ذرا لمبی چوڑی محنت' جدوجہد ضائع ہوتی نظر آ رہی تھی.... ساتھ ہی ہر ایک کے ذہن میں ایک سوال گونجا۔

"اب.... کیا کیا جائے"۔

"فرزانہ انکل کوئی ترکیب.... جلدی"۔ آصف چلا اٹھا۔

"ہاں فرحت.... فوراً"۔ محمود پکارا۔

"رفعت تم کہاں ہو"۔

راکٹڈوم ابطال کی کمر پر رکھ دیا جائے"۔ فرزانہ چلائی۔

"کیا!!!" وہ سب ایک ساتھ چلائے۔

"ان چیخوں میں ابطال کی چیخ بھی شامل تھی.... اور روگان کی کی۔

"بہت خوب.... خان رحمان.... خالی راکٹڈوم کا دروازہ بند کر

کے اور اس کو ریموٹ کے ذریعے فوراً ابطال کی کمر پر اتار دو۔
ابطال اس وقت پروفیسر داؤد کے پیروں کے آس پاس موجود ہے۔
چند انچ نیچے۔

"آ گیا راکڈوم"۔ خان رحمان بولے۔

"نن... نہیں... نہیں"۔

"اب مسٹر ابطال... آپ نہیں کہیں یا ہاں... ہمارے
لیے... یہ بہت بڑی مجبوری ہے"۔ خان رحمان بولے۔

اور راکڈوم نیچے اترنے لگا... یہاں تک کہ وہ اس جگہ آ
ٹک گیا... جہاں کہ ان کے خیال کے مطابق ابطال تھا۔

"ہاہاہا"۔ ابطال نے قہقہہ لگایا۔

"اس کا مطلب ہے... ابطال نے جگہ بدل لی ہے"۔ ان
کامران مرزا چلائے۔

"اب... اب میں کیا کروں"۔ خان رحمان نے بوکھلا کر

"یہ میں بتاؤں گا... تم ریموٹ کے ذریعے ذرا سا اسے
اٹھا لو... اور میرے اشارے کے منتظر رہو"۔

یہ کہہ کر پروفیسر داؤد نے اپنا آلہ نکالا... ساتھ انہوں
محسوس کیا کہ ان کا پاؤں کسی نے پکڑ لیا ہے... اب انہیں آ
بھی ضرورت نہ رہی... ابطال غلطی کر چکا تھا... وہ چلا اٹھے

"خان رحمان... یہ رہا ابطال"۔

ان کے اشارہ کرنے کی دیر تھی... کہ راکڈوم اٹھا اور اس
جگہ جا کر ٹک گیا... کیونکہ ابطال اس وقت زمین پر تو تھا نہیں کہ
فوراً پلٹ پڑتا... یا اپنی جگہ سے چھلانگ لگا دیتا... لہٰذا اس کے منہ
سے ایک بھیانک چیخ نکل گئی... ساتھ ہی اس نے بلند آواز میں
کہا۔

"مسٹر توری بان! میرا حکم سنیں... حکم سے سرتابی نہ ہو"۔

اس کا لہجہ حد درجے عجیب تھا... اس میں سرسراہٹ
تھی... سنسناہٹ تھی... سختی تھی۔

"حکم مسٹر ابطال"۔ توری بان کی کانپتی ہوئی آواز سنائی دی۔

راکڈوم کے اوپر پرت گرا دو"۔

"یس... سر"۔ وہ لرز کر بولا۔

"حکم نہیں سنا"۔

"یس سر... لیکن اس طرح آپ ختم ہو جائیں گے... یہ
سارا پلانٹ ختم ہو جائے گا... اسلامی ملکوں میں روشنی ہو جائے
گی"۔

"اور اگر تم نے پرت نہ گرایا تو... تو کیا ہو گا... میں مر
جاؤں گا... یہ لوگ روگان کو بھی نہیں چھوڑیں گے"۔

"یہ حضرت تو پہلے ہی ہمارے قبضے میں ہیں.... ذرا نیچے بھی ایک نظر ڈال لیں.... پروفیسر داؤد اب میرے ساتھ راکڈوم میں ہیں"۔ خان رحمان بولے۔

پتا نہیں ابظال دیکھنے کے قابل تھا یا نہیں.... روگان ان سب کے قبضے میں نظر آیا اور وہ اس کے ساتھ وہی سلوک کر رہے تھے جو ابظال کے جسم کے ساتھ کیا تھا.... بس چبا کر ڈال رہے تھے.... روگان نے اس وقت چیخنا شروع کر دیا۔

"دیکھا.... میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں.... پرت گرا دو"۔

"پرت گرانے کی صورت میں یہ پلانٹ نہیں باقی رہے گا.... مسلمان ملکوں میں اندھیرا نہیں رہے گا"۔ ٹوری بان نے بلند آواز میں کہا۔

"لیکن میں مر جاؤں گا.... اور کوئی اس قسم کا کوئی دوسرا پلان نہیں بنا سکے گا.... بے وقوف"۔

"لیکن! پرت کے گرنے سے آپ کیسے بچ جائیں گے"۔

"پرت راکڈوم پر گرے گا.... پہلے راکڈوم تباہ ہو گا.... اس وقت میں اپنی زندگی کی خوفناک ترین مہارت دکھاؤں گا.... یعنی پرت کے گنبد پر گرنے سے پہلے اور راکڈوم کے تباہ ہونے کے فوراً بعد میں درمیان سے نکل جاؤں گا.... اور انہیں اس میدان

میں ایک بار پھر تگنی کا ناچ نچا دوں گا"۔

"لیکن مسٹر ابظال.... فائدہ کیا ہو گا.... آپ نے اگر ان لوگوں کو تگنی کا یا چوگنی کا ناچ نچا بھی دیا.... تو.... پلانٹ تو تباہ ہو چکا ہو گا"۔

"مسٹر ٹوری بان.... اس سارے پلانٹ کا انچارج مکمل طور پر میں ہوں.... یہاں تک کہ انشارجہ' بیگال اور ونٹاس کو بھی جواب دہ نہیں ہوں.... اگر آپ نے حکم نہ مانا تو میں اپنے ہاتھوں سے آپ کو سزا دوں گا.... اور میری سزا بہت بھیانک ہو گی"۔

"نن نہیں.... مسٹر ابظال.... میں پرت گرا رہا ہوں"۔

"کیا!!!" انسپکٹر جمشید اور ان کے سب ساتھی چلائے۔

"ہاہاہا.... دیکھا مسٹر ٹوری بان.... اب ان لوگوں کی پٹیاں گم ہو گئی ہیں.... سنو دوستو.... پرت گرانے سے میں ٹوری بان کو روک سکتا ہوں.... تم یہ راکڈوم اوپر اٹھا لو"۔

"یہ نہیں ہو گا"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"تو پھر پرت بھی گر کر رہے گا.... اور تمہارے بال بچے مارے جائیں گے"۔

"ہم اسلام کے لیے قربانیاں دینا جانتے ہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے ٹھہری ہوئی آواز میں کہا۔

"ہوں.... ٹھیک ہے.... گرا دیں مسٹر ٹوری بان.... پرت"۔

"پرت آ رہا ہے"۔ ٹوری بان نے کانپ کر کہا۔

"مرنے سے ڈر رہے ہو ٹوری بان.... میرا حکم نہ ماننے کی صورت میں تمہاری موت زیادہ بھیانک ہوتی.... یہ موت جو تمہیں مل رہی ہے.... بہت آسان ہے.... چند سیکنڈ میں تم ختم ہو جاؤ گے"۔

"لیکن مسٹر ابطال.... تم بھی نہیں بچ سکو گے"۔ ٹوری بان نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"کیا مطلب؟"

"میں نے ایک پرت نہیں ایک ہی وقت میں کئی پرت گنبد پر گرا دیئے ہیں"۔

"نہیں.... نہیں.... ٹوری بان.... یہ تم نے اچھا نہیں کیا"۔

"تم نے کون سا میرے ساتھ اچھا کیا ہے"۔

"میں تو شاید پھر بھی بچ جاؤں گا.... لیکن تمہارے بچنے کا تو کوئی امکان نہیں ہے"۔

"تم نہیں بچ سکو گے مسٹر ابطال.... اس بات کو لکھ لو"۔

"لکھ کر کیا فائدہ ہو گا.... اگر مر گیا تو لکھے ہوئے کا کیا فائدہ.... اور زندہ رہا تو خود لوگوں کو بتا سکوں گا کہ کیا ہوا تھا"۔

عین اس وقت اوپر سے کئی پرت بلا کی رفتار سے گرتے نظر آئے.... خان رحمان نے یہ دیکھ کر اپنے راکڈوم کو فوراً گنبد کے اوپر سے ہٹا لیا.... ورنہ یہ راکڈوم بھی زد میں آ جاتا.... اور ٹوری بان سے یہ غلطی بھی اس وقت ہو چکی تھی.... کہاں اس نے بیک وقت ان پر پرت نہیں گرائے تھے.... ورنہ وہ ایسا بھی کر سکتا تھا۔

اور پھر پرت عمارت پر گرا.... ایک بہت عظیم دھماکا ہوا.... عمارت کے پرخچے انہوں نے اڑتے دیکھے.... لیکن یہ اندازہ نہ ہو سکا.... کہ ابطال بچ گیا تھا یا ساتھ ہی وہ بھی مارا گیا تھا.... اور پھر ایک اور اس سے بھی بلند دھماکا ہوا.... انہیں اپنے کانوں کے پردے پھٹتے ہوئے محسوس ہوئے.... اور اس میدان میں.... سارے ہی میدان میں شیشے کے ٹکڑے بکھر گئے.... سب کچھ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر پہلے بہت اونچائی تک گیا تھا.... اور پھر وہ سب کچھ نیچے آیا تھا۔

کروڑوں ٹکڑوں میں سے ان گنت ٹکڑے ان پر بھی گرے تھے.... یہ بڑے بھی تھے چھوٹے بھی تھے.... لہٰذا وہ سب بھی زخمی ہوئے بغیر نہیں رہ سکے.... روگان کے سر پر تو ایک بہت بڑا ٹکڑا گرا تھا.... اور اس کا سر بھی پھٹ گیا تھا.... لیکن تھا وہ ابھی زندہ.... البتہ مکمل طور پر بے ہوش تھا.... ان میں سے بھی زیادہ تر بے

ہوش تھے.... صرف چند ایک ہوش میں تھے اور سوچ رہے تھے کہ کیا ہمارے گھر کے افراد سب کے سب ختم ہو چکے ہیں.... ٹکڑوں میں تقسیم ہو چکے ہیں۔

پھر ایک ایک کر کے انہیں ہوش آنے لگا.... وہ سب ایک جگہ جمع ہونے لگے.... ایک جگہ جمع ہونا بھی اب ان کے لیے مسئلہ تھا.... شیشے کے ٹکڑوں پر سرکنا کوئی آسان کام نہیں تھا.... اٹھ کر چلنا بھی آسان نہیں تھا.... ہر دم پھسل کر نوکیلے ٹکڑوں پر گرنے کا خوف ان میں سما چکا تھا۔

"کیا ہمارے بال بچے.... سب کے سب"۔ انسپکٹر کامران مرزا جملہ پورا نہ کر سکے۔

"ہاں!" انسپکٹر جمشید بھرائی ہوئی آواز میں بولے۔

اور پھر ان سب کی آنکھیں بری طرح آنسو بہانے لگیں.... بہت دیر تک ان کے آنسو جاری رہے.... کئی گھنٹے بعد جا کر ان کے آنسو خشک ہوئے۔

"خان رحمان.... اب راکڈوم پر بیٹھے کیا کر رہے ہو.... اسے نیچے لے آؤ.... ہم سب اس پر سوار ہو کر یہاں سے چلتے ہیں.... اب یہاں ٹھہر کر کیا کریں گے.... ہم اپنے وطن میں اور دوسرے اسلامی ملکوں میں سورج کو چمکتے دیکھیں گے.... لیکن.... ہمارے بیوی

بچے نہیں ہوں گے"۔ پروفیسر داؤد بولے۔

وہ ایک بار پھر آنسو بہانے لگے.... شاید انہوں نے اپنی زندگی میں اتنے آنسو کبھی نہیں بہائے ہوں گے.... جتنے اس وقت بہائے۔

"کیا میں واقعی راکڈوم نیچے لے آؤں"۔ خان رحمان نے روتے ہوئے کہا۔

"نہیں"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"کیا کہا.... نہیں.... کیوں! اب دیر کس بات کی ہے"۔

"روگان ہمارے آنکھوں کے سامنے بے ہوش پڑا ہے.... ہم پہلے اسے ختم کریں گے.... پھر اس بات کا جائزہ لیں گے کہ ابطال تو زندہ نہیں ہے.... کیونکہ اگر ابطال زندہ ہے تو اب بھی ہم سخت خطرے میں ہیں"۔

"اوہ!" ان سب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"ارے ہاں.... پروفیسر انکل.... وہ باقی پرت تو گرتے نظر نہیں آئے"۔

"اس نظام کے ختم ہونے کے بعد وہ سمندر میں یا صحراؤں میں گرے ہوں گے.... یہاں تو صرف وہی گر سکتے تھے.... جو گرائے گئے"۔

"اوہ ہاں! بات تو ٹھیک ہے"۔

"تو کیا میں روتان کا کام تمام کر دوں"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"ہاں! یہ سانپ ہیں... یہ صرف ڈس سکتے ہیں... لہٰذا ان سے محفوظ رہنے کا بس یہی طریقہ ہوتا ہے کہ انھیں جان سے مار دیا جائے... ورنہ جب ہم انھیں سوتے ملے تو... یہ ڈس لیں گے"۔

"بہت خوب"۔

انھوں نے کہا اور بہت بڑا شیشے کا ایک ٹکڑا اٹھا کر اس کے بیٹھے ہوئے سر پر دے مارا۔

اس کا جسم ایک بار زور سے پھڑکا اور پھر ساکت ہو گیا... دل کی دھڑکن اور نبض دیکھ کر انھوں نے یقین کر لیا کہ وہ واقعی مر چکا ہے"۔

"اب رہ گیا ابتال کا مسئلہ... پروفیسر صاحب... ذرا آپ اپنے آلے سے کام لیں"۔

انھوں نے آلہ چاروں طرف گھمایا۔

"آس پاس تو نہیں ہے"۔

"تب ہم راکٹوم پر سوار تو ہو سکتے ہیں"۔

"اچھی بات ہے... آپ آلے کو چاروں طرف گھماتے

رہیں"۔

"او کے"۔ وہ بولے۔

وہ سب باری باری اوپر چڑھنے لگے... پروفیسر داؤد اور انسپکٹر جمشید نیچے کھڑے رہے... آخر میں انھوں نے پروفیسر داؤد سے کہا۔

"آپ بھی اوپر چڑھ جائیں... سب سے آخر میں میں چڑھوں گا"۔

"اچھی بات ہے"۔

اور پھر پروفیسر داؤد بھی چڑھ گئے۔

"بس جمشید... اب تم بھی آ جاؤ"۔

"میں سوچ رہا تھا... ہم ابتال کے بارے میں اپنا اطمینان کر لیتے تو"۔

"وہ ہم راکٹوم میں بیٹھے بیٹھے بھی کر سکتے ہیں... بلکہ اس صورت میں ہم محفوظ ہوں گے"۔

"اچھی بات ہے"۔

انھوں نے کہا اور اوپر چڑھنے لگے... ساتھ ہی پروفیسر داؤد چلائے۔

"ابتال آس پاس موجود ہے"۔

"کیا!!!" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

اب جو انہوں نے چاروں طرف دیکھا.... تو رسی کی سیڑھی سے خون نیچے گرتا نظر آیا۔

"مسٹر ابتال.... آپ رسی کی سیڑھی پر ہیں"۔

"ہاں! میں تم لوگوں کے ساتھ اس وادی سے نکل جانا چاہتا ہوں"۔

"لیکن ہم اپنے دشمن کو ساتھ کیوں لے جائیں"۔

"تم لوگ اب بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے.... اگرچہ میں اس وقت بہت تکلیف میں ہوں.... میرا سارا جسم چھلنی ہو چکا ہے"

"تب پھر خود کو ہمارے حوالے کر دیں۔

"اچھی بات ہے.... میں اوپر آ رہا ہوں.... آپ مجھے باندھ لیجئے گا.... لیکن مجھے یہاں سے ضرور لے چلیں"۔

"کیوں بھئی.... کیا خیال ہے"۔

"ابتال سے ہم کچھ بھی معلوم نہیں کر سکیں گے.... اس کا جسم ہمارے کسی کام نہیں آ سکے گا"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"تو پھر رسی کاٹ دو"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

اور انہوں نے رسی کی سیڑھی کاٹ دی.... ابتال دھم سے گرا اور انہوں نے اس کا خون شیشوں کے ٹکڑوں پر پھیلتے دیکھا۔

"میں چاہوں تو تم اب بھی نہیں جا سکتے"۔ ابتال جھلا کر

بولا۔

"اور میں تم لوگوں کو نہیں جانے دوں گا.... جانے دوں گا تو صرف ایک صورت میں اور وہ یہ کہ مجھے بھی ساتھ لے چلو"۔

"پہلے ذرا اس کی وضاحت ہو جائے کہ آپ ہمیں کس طرح روک سکتے ہیں"۔

"بہت آسانی سے"۔ اس نے کہا۔

"آخر کیسے؟"

"میرے پاس ٹرانسیٹر ہے.... میں اس کے ذریعے انشارجہ کو خبردار کر سکتا ہوں.... میں جانتا ہوں یہ راکڈوم آپ لوگوں کو لے کر کس جگہ نکلے گا.... اور اگر وہاں لڑاکا طیارے موجود ہوں اور وہ راکڈوم پر بمباری کر دیں تو آپ کہاں ہوں گے"۔

"ہم بالکل خیریت سے ہوں گے اس لیے کہ ان راکڈوم پر بمباری کچھ بھی اثر انداز نہیں ہوتی"۔ پروفیسر داؤد بولے۔

"اس خیال میں نہ رہیں.... جن لوگوں نے راکڈوم بنائے ہیں انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ ان کو کیسے تباہ کیا جا سکتا ہے"۔

"ہوں خیر.... لیکن اگر ہم آپ کو ساتھ لے لیں تو کیا ہو گا"۔

"آپ کے ساتھ آپ کے ملک تک چلا جاؤں گا.... پھر آپ

لوگ اپنے ملک میں اتر جایئے گا۔۔۔۔ میں واپس آ جاؤں گا۔۔۔۔ اس طرح میری موجودگی آپ کو بخیر و عافیت آپ کے ملک تک پہنچنے میں مدد دے گی"۔

"ہوں! ٹھہریئے۔۔۔۔ ہم سوچ لیں"۔ انہوں نے کہا۔

چند منٹ کی سوچ بچار کے بعد آخر انہوں نے ابظال کو راکڈوم پر چڑھانے کا فیصلہ کر لیا۔۔۔۔ وہ بہت بری طرح زخمی تھا۔۔۔۔ اس حالت میں وہ ان کا کچھ بگاڑ تو سکتا نہیں تھا۔۔۔۔ اور اس طرح وہ اس کی وجہ سے بے خوف و خطر اپنے وطن جا سکتے تھے اور یہ سودا کچھ مہنگا نہیں تھا۔

"ٹھیک ہے مسٹر ابظال۔۔۔۔ آپ اوپر آ سکتے ہیں۔۔۔۔ لیکن ہم آپ کو باندھ کر لے چلیں گے"۔

"میں آپ لوگوں کو دھوکا نہیں دوں گا۔۔۔۔ یعنی اگر آپ مجھے نہ باندھیں۔۔۔۔ تو آپ کو بحفاظت آپ کے ملک تک پہنچانے کی ذمے داری لیتا ہوں"۔

"اور اگر ہم آپ کو باندھیں تو؟"

"تب میں کوئی ذمے داری نہیں لوں گا"۔

"اچھی بات ہے۔۔۔۔ ہم آپ کو باندھیں گے نہیں۔۔۔۔ لیکن"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"لیکن کیا"۔ اس نے جلدی سے کہا۔

"لیکن یہ کہ آپ کو بازوؤں سے تھامے رہیں گے"۔

"شکریہ! آپ بہت اچھے دشمن ہیں۔۔۔۔ اس اچھے سلوک کا بدلہ میں کبھی ضرور آپ کو دوں گا"۔

"اس کا مطلب ہے۔۔۔۔ آپ کا اور ہمارا آمنا سامنا ہونے کے امکانات ابھی ختم نہیں ہوئے"۔

"بالکل نہیں۔۔۔۔ مقابلہ تو جاری رہے گا"۔

"تب ہم آپ کو قتل کیوں نہ کر دیں"۔

"قتل کر دیں۔۔۔۔ جنگ پھر بھی جاری ہی ہے۔۔۔۔ ہمارے پاس اور بہت سے لوگ ہیں"۔

"اچھی بات ہے۔۔۔۔ ہمیں یہ معاہدہ منظور ہے۔۔۔۔ آپ اوپر آ جائیں"۔

اس کی سیڑھی کی حرکت سے وہ دیکھتے رہے کہ ابظال اوپر آ رہا ہے۔۔۔۔ وہ ہر طرح چوکس بھی تھے۔۔۔۔ ابظال کوئی جبرال تو تھا نہیں کہ انہیں یقین ہوتا۔۔۔۔ وہ دھوکا نہیں کرے گا۔۔۔۔ جونہی وہ اوپر آیا۔۔۔۔ انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا نے اسے کلائیوں سے پکڑ لیا۔۔۔۔ کلائیوں پر انہیں خون محسوس نہ ہوا۔۔۔۔ اس کا مطلب تھا۔۔۔۔ کلائیوں کے پاس سے وہ اسے پکڑ سکتے تھے۔

"شکریہ دوستو"۔ اقبال نے کہا۔

"آپ ہمارے دوست نہیں.... دشمن ہیں.... یہ کہا جا سکتا ہے کہ اچھے دشمن ہیں"۔ فاروق بولا۔

"خیر یہی سہی"۔

اب راکڈوم میں ان کا سفر شروع ہوا.... جلد ہی انہوں نے خود کو سمندر کے اوپر پایا.... سمندر میں یہ انشارجہ کی حدود تھیں.... لہٰذا فوراً راکڈوم سے رابطہ قائم کیا گیا.... لیکن اقبال جواب دینے کے لیے تیار تھا.... اس نے اپنا کوڈ نمبر بتا کر کہہ دیا کہ راکڈوم میں وہ ہے اور ایک خاص مہم پر جا رہا ہے.... لہٰذا اسے نہ روکا جائے۔

"او کے سر"۔

یہ کہہ کر سلسلہ بند کر دیا گیا.... دو دن کے سفر کے بعد آخر وہ اپنے وطن کی حدود تک پہنچ گئے۔

"آپ لوگ یہاں کسی بحری جہاز پر اتر جائیں.... اپنے ملک کو جاتے ہوئے اپنے کسی جہاز پر.... میں راکڈوم پر واپس جاؤں گا"۔

"اچھی بات ہے"۔

"ایک بات اور"۔ اقبال نے عجیب سے انداز سے کہا۔

"اور وہ کیا؟"

"یہ کہ یہ امن معاہدہ بس اس وقت تک کے لیے تھا جب تک کہ میں آپ کو آپ کے وطن نہ پہنچا دوں.... اور میں اپنے ملک نہ پہنچ جاؤں.... جب میں اپنے ملک پہنچ جاؤں گا.... تو اس کے بعد یہ معاہدہ ختم.... پھر ہم آپ کے خلاف اور آپ میرے خلاف ہر قسم کی کارروائی کرنے کے لیے آزاد ہوں گے"۔

"بہت خوب! یہ بات ہمیں پسند آئی.... ہمیں منظور ہے.... آپ نے معاہدے کا احترام کیا اس پر پورے اترے.... ہمیں یہ بات بھی پسند آئی"۔

"اور آپ کے وطن کے لوگوں اور دوسرے تمام اسلامی ملکوں کو پھر سے سورج کی روشنی مبارک ہو.... اس میں کوئی شک نہیں.... کہ آپ لوگ عظیم ہیں.... آپ لوگوں نے ہمارے اس منصوبے کو.... جو میری حد تک مکمل تھا اور کامیاب تھا.... کو جس طرح تباہ کیا وہ بھی تعریف کے قابل ہے.... بلکہ جس قدر تعریف کی جائے کم ہے.... آپ جیسے لوگ تو ڈھونڈنے سے نہیں ملتے"۔ اقبال نے جذباتی آواز میں کہا۔

"ہماری بھی رخصت کے وقت ایک گزارش ہے"۔

"اور وہ کیا؟" اس نے فوراً کہا۔

"یہ کہ.... آپ انشارجہ، بیگال اور وناس اور اس جیسے

دوسرے اسلام دشمن ممالک کے لوگوں کو سمجھائیں.... کہ وہ اسلام دشمنی کو چھوڑ دیں.... دنیا کو امن چین سے زندگی بسر کرنے دیں.... اسی میں سب کی بھلائی ہے"۔

"اچھی بات ہے.... میں یہ بات ان کے ذہنوں میں بٹھانے کی کوشش کروں گا.... لیکن ایسا ہو گا نہیں"۔ اس نے کہا۔

"آخر کیوں؟"

"اس لیے کہ ساری اسلام دشمن دنیا.... اسلام اور مسلمانوں سے خوف زدہ ہے.... یہ ڈرتے ہیں کہ مسلمان اگر چودہ سو سال پہلے جیسے مسلمان بن گئے.... پھر پوری دنیا کو فتح کر لیں گے.... اور دنیا میں اسلام کے علاوہ کوئی مذہب نہیں رہ جائے گا.... بس یہ لوگ ایسے وقت سے ڈرتے ہیں.... کیونکہ پھر انہیں مسلمانوں کا غلام بن کر رہنا ہوگا"۔

"ایسے وقت میں اگر یہ لوگ اسلام قبول کر لیں گے تو پھر یہ غلام بن کر نہیں.... ہمارے بھائی بن کر رہیں گے"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"ہو سکتا ہے.... یہ بات درست ہو.... لیکن سب کے ذہنوں میں یہ بات بٹھائی گئی ہے کہ اس صورت میں غلامی کی زندگی بسر کرنا ہو گی.... لہٰذا تمام قوتیں اسلام کی جڑیں کاٹنے کی تدبیریں کرتی

رہتی ہیں"۔

"آپ ان کے ذہنوں سے یہ خیال بھی نکالنے کی کوشش کریں"۔

"مشکل ایک اور ہے"۔ اقبال نے ہنس کر کہا۔

"اور وہ کیا؟"

"یہ کہ.... اس خیال کو تو میں خود بھی اپنے ذہن سے نہیں نکال پاتا"۔

"اوہ! ان کے منہ سے نکلا۔

اب کچھ کہنے کی گنجائش نہیں رہ گئی تھی وہ سمندر میں چکر لگاتے رہے.... آخر کئی گھنٹوں بعد ایک بحری جہاز نظر آیا.... وہ ان کے ملک کا ہی تھا.... ان سے نیچے ہو کر بات کی گئی.... کپتان کو جیسے ہی ساری بات بتائی گئی تو اس نے بہت زیادہ خوشی کا اظہار کیا اور انہیں جہاز پر ہاتھوں ہاتھ لیا۔

ادھر راکڈوم فوراً اوپر اٹھنے لگا.... انہوں نے اوپر دیکھا.... اقبال تو انہیں نظر نہیں آ رہا تھا.... لیکن جب انہوں نے خون چکے۔ دیکھا تو وہ جان گئے کہ وہ رخصتی کے انداز میں ہاتھ ہلا رہا ہے.... لہٰذا انہوں نے بھی ہاتھ ہلا دیئے

"اس.... اس عجیب سے جہاز پر کون ہے"۔

"ہمارا دشمن"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"اور آپ نے دشمن کو جانے دیا"۔

"یہ سب ایک معاہدے کے تحت ہوا ہے"۔ انہوں نے کہا۔

"اور آپ دشمن کے لیے ہاتھ ہلا رہے ہیں"۔

"یہ ہاتھ ہلانے کا جواب ہے.... جس طرح ایک غیر مسلم کو بھی سلام کا جوب دینے کا حکم ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"لیکن وہاں تو کوئی ہاتھ نہیں ہلا رہا"۔

"ہم اسے ہاتھ ہلاتے دیکھتے رہے ہیں.... کوئی اور اسے نہیں دیکھ سکتا.... وہ ابظال ہے.... دنیا کا عجیب ترین انسان.... جو کسی کو نظر نہیں آتا"۔

"پھر آپ کو کیسے نظر آ رہا ہے"۔

"جاسوسی کے ذریعے.... وہ زخمی ہے.... اور زخمی ہاتھ اس جہاز سے باہر نکال کر ہلایا جائے گا.... نیچے خون گرے گا.... یہ دیکھیں.... یہ خون کے قطرات آپ کے جہاز کے عرشے پر"۔

"کپتان نے پہلے نیچے دیکھا.... پھر اوپر دیکھا تو خون کی ایک بوند اس کے گال پر ٹپ سے گری.... اس نے چونک کر انگلی اس جگہ رکھی اور اٹھا کر اس کو دیکھا.... وہ خون آلود تھی۔

راکڈوم اوپر ہوتے ہوتے نظروں سے اوجھل ہو گیا.... ایک دن بعد وہ اپنے وطن کے ساحل پر اترے.... کوئی انہیں لینے کے لیے نہیں آیا تھا.... کسی کو معلوم ہی نہیں تھا.... نہ جہاز سے انہوں نے رابطہ کیا تھا.... اگرچہ کپتان نے کہا بھی تھا.... لیکن ان کے دل بجھے بجھے تھے.... وہ سوچ رہے تھے' وہ اپنے گھروں میں کس طرح داخل ہوں گے.... خالی گھر انہیں کاٹ کھانے کو دوڑیں گے.... اب کون انہیں تین منٹ میں ناشتہ تیار کر کے دیا کرے گا.... شکیلہ بیگم.... شہناز بیگم.... دوسری شہناز بیگم.... خان رحمان کے بچے حامد' سرور' ناز.... پروفیسر صاحب کی بیٹی شائستہ.... یہ سب اب انہیں نظر نہیں آئیں گے تو ان کے دلوں پر کیا گزرے گی.... وہ یہ باتیں سوچ رہے تھے اور.... یہ تک بھول گئے کہ ساحل پر سورج کی روشنی موجود تھی.... ان کے ملک میں سورج نکل آیا تھا.... کتنے ماہ کے بعد ان کے وطن نے دوسرے دوسرے اسلامی ملکوں نے دھوپ دیکھی تھی.... ملک میں اس وقت خوشی کی کس قدر لہر دوڑ رہی ہو گی.... سب لوگ خوشیاں منا رہے ہوں گے.... لیکن ان سب کے دل رو رہے تھے.... آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں.... دل بیٹھے جا رہے تھے.... دل کی دنیا لٹی جا رہی تھی.... لہٰذا وہ کسی کو کیا اطلاع دیتے۔

پیدل ہی ساحل سے آگے روانہ ہوئے اور پھر ایک بڑی
ڑی میں انہیں لفٹ مل گئی.... ان کے حلیے اس طرح کے ہو
ہے تھے کہ کوئی نزدیک سے دیکھ کر بھی نہیں پہچان سکتا تھا....
ذا پہچان لیے جانے کا بھی انہیں خوف نہیں تھا۔

"پہلے ہم انسپکٹر جمشید کے گھر چلیں گے.... وہاں چل کر دل
ں بھڑاس نکالیں گے"۔ پروفیسر داؤد بولے۔

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا"۔

"اور پھر سب کے سب میرے گھر"۔ خان رحمان نے بھرائی
ہوئی آواز میں کہا۔

"ہاں بالکل ٹھیک"۔

"اور پھر میری تجربہ گاہ"۔ پروفیسر صاحب بولے۔

"بالکل ٹھیک"۔

"اور پھر میرے گھر"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"ہاں کیوں نہیں"۔ وہ بولے۔

"اور پھر ہمارے گھر بھی"۔ شوکی نے روتے ہوئے کہا۔

"ضرور بھئی کیوں نہیں"۔

ایسے میں انسپکٹر جمشید کا گھر نزدیک آ گیا.... وہ گاڑی سے اتر
گئے.... اس کا شکریہ ادا کیا اور آگے بڑھے۔

ان کے قدم من من بھر کے ہو رہے تھے.... اٹھائے نہیں
اٹھ رہے تھے.... اب آنکھوں نے اور بھی زور شور سے آنسو بہانا
شروع کر دیے تھے.... ایک ایک قدم اٹھاتے ہوئے وہ دروازے
کے قریب آئے.... دروازہ بند تھا.... لیکن اس پر تالا لگا ہوا نہیں
تھا.... انہوں نے بیگم شیرازی کے دروازے کی طرف دیکھا.... وہاں
ضرور تالا لگا ہوا تھا.... انہیں حیرت ہوئی.... پھر خیال آیا کہ شاید
بیگم شیرزی اپنے گھر سے ان کے گھر میں اس خیال سے آ گئی ہیں
کہ وہ لوگ جب آئیں تو انہیں گھر خالی نہ ملے۔

دلوں پر ناقابل برداشت بوجھ لیے جب وہ آگے بڑھے تو
انسپکٹر جمشید نے محمود سے کہا۔

"محمود.... گھنٹی بجاؤ"۔

محمود نے گھنٹی بجانے کے لیے ہاتھ اٹھایا.... لیکن ہاتھ گھنٹی
بجائے بغیر ہی نیچے گر گیا۔

"نہیں اباجان.... یہ مجھ سے نہیں ہوتا.... میں گھنٹی نہیں بجا
سکتا"۔

"بجاؤ بھئی.... انسان کو حوصلہ رکھنا چاہیے"۔ انسپکٹر جمشید
نے کہا۔

اور آخر کار اس نے گھنٹی کے بٹن پر انگلی رکھ دی.... اندر

گھنٹی بجی.... پھر قدموں کی آواز سنائی دی.... وہ سوچ رہے تھے اور محسوس کر رہے تھے کہ اب بیگم شیرازی دروازہ کھولیں گی.... لیکن جب دروازہ کھلا تو ان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں.... ادھر دروازہ کھولنے والے نے کہا۔

"آپ!!!"

"آپ!!!"

بے شمار آوازیں گونجیں.... اتنے میں اندر سے کئی اور آتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں.... اور جب اندر سے آنے والوں نے باہر کھڑے لوگوں کو دیکھا تو.... ایک بار پھر نعرہ گونجا۔

"آپ!!!"

"آپ!!!"

"ولل.... لیکن.... یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"کیا کیسے ہو سکتا ہے"۔

"یہ کہ آپ سب لوگ زندہ ہوں"۔

"کیوں! ہمیں کیا ہوا.... آپ نے ہمیں مردہ کیسے خیال کر لیا"۔ بیگم کامران مرزا بولیں۔

"پتا نہیں.... یہ کیا چکر ہے"۔

"آپ کچھ تفصیل بتائیں تو پتا چلے گا نا"۔

"آپ لوگ ہمیں اندر آنے دیں گے تو پتا چلے گا نا"۔

"اوہ ہاں! یہ بھی ہے.... خیر.... آئیے"۔

سب لوگ اندر آ کر بیٹھ گئے.... وہاں وہ سبھی موجود تھے.... جنہیں ان لوگوں نے ہیڈکوارٹر میں ختم ہوتے دیکھا تھا.... جب انہوں نے ساری کہانی سنائی تو وہ حیرت زدہ رہ گئے۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم یہاں بھی موجود ہوں اور وہاں بھی"۔ بیگم جمشید بولیں۔

"یار جمشید ان لوگوں نے ان سب کی ڈمیاں تیار کی تھیں.... تاکہ ہم اس ہیڈکوارٹر کو تباہ کرنے کا خیال تک دل میں نہ لا سکیں.... اور کوئی بات نہیں"۔

"ہاں واقعی.... اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے.... خیر خدا کا شکر ہے.... آپ سب لوگ زندہ سلامت ہیں.... لیکن آپ سب یہاں کیوں موجود ہیں"۔

بہت دن گزر گئے تھے.... اس قدر طویل مدت آج تک آپ نے کسی مہم پر صرف نہیں کی تھی.... اس لیے میں حد درجہ اداس ہو گئی.... میں نے شہناز بہن کو فون کیا تو یہ بھی آ گئیں.... بچوں سمیت.... شائستہ بھی آ گئی.... بیگم شیرازی بھی آ گئیں.... پھر

دوسری شہناز بہن کو فون کیا اور شوکی برادرز کی والدہ اور والد کو فون کیا.... بس یہ سب یہیں جمع ہو گئے.... کیونکہ یہ لوگ بھی بہت اداس ہو گئے تھے.... یہ ہے یہاں جمع ہونے کی کہانی.... اب آپ ذرا تفصیل سے سنائیں"۔

انہوں نے جو تفصیل سنانا شروع کی تو رات ہو گئی.... اس وقت تک ان کی آمد کی خبر شہر کے لوگوں کو ہو گئی.... پتا نہیں ان کی آمد کی خبر شہر میں کس طرح پھیل گئی تھی.... یا شاید سورج کی روشنی کی وجہ سے یہ خیال پیدا ہوا تھا.... ان کے گھر کے گرد بے تحاشا لوگ جمع ہونے لگے.... پھر آفیسر آنے لگ گئے.... لیکن ان لوگوں تک پہنچنے کے لیے انہیں کوئی راستا دینے کو تیار نہیں تھا.... آخر انہیں چھت پر چڑھ کر لوگوں سے خطاب کرنا پڑا.... مختصر حالات بتانا پڑے.... اور انہیں بتایا گیا کہ چند دن تک تمام تفصیلات اخبارات میں شائع ہو جائیں گی.... آپ پڑھ لیجیے گا.... اس بھیڑ میں صدر صاحب بھی تھے.... وہ بھی ان تک نہیں پہنچ سکے تھے.... آخر کئی گھنٹے کی محنت کے بعد کہیں جا کر مجمع چھٹا.... اور انہیں اطمینان سے بیٹھنا نصیب ہوا۔

"یہ سب کچھ ہو گیا.... لیکن اس قدر لمبی چوڑی مہم کا سہرا کس کے سر رہا.... سوال تو یہ ہے"۔ فاروق کی آواز گونجی۔

"اس قدر لمبی چوڑی مہم کا ایک سہرا تو ہو نہیں سکتا.... لہٰذا جتنے افراد اتنے سہرے.... سب لوگ ایک ایک سہرا لے لیں"۔ آفتاب نے کہا۔

اور سب ہنسنے لگے.... عین اس وقت فون کی گھنٹی بجی.... انسپکٹر جمشید نے بٹن دبا دیا.... تاکہ سب سن لیں.... انہوں نے سنا وہ فون ابطال کا تھا۔

"میں اپنے گھر پہنچ گیا ہوں.... آپ لوگ مجھے بہت یاد آ رہے ہیں.... لہٰذا اترتے ہی یہ فون کر ڈالا"۔

"شکریہ مسٹر ابطال"۔

"آپ لوگ واقعی بہت اچھے دشمن ہیں.... بہت ذہین.... عقل مند.... آپ لوگوں سے ہماری حکومتیں بلاوجہ نہیں ڈرتیں"۔

"تو پھر.... کیا اب آپ ہمارے مقابلے میں نہیں آئیں گے"۔

"خیر.... یہ بات تو نہیں.... کوئی حکومت اگر مجھ سے کام لے لی تو میں اس کے لیے فوراً کام کروں گا.... بے شک آپ لوگ مجھ سے کسی حکومت کے خلاف کوئی کام کروا لیں"۔

"شکریہ! ہم ایسے کام نہیں کرواتے"۔

"بہت خوب! اچھا جلد ملاقات ہو گی"۔

"کوئی بات نہیں.... آپ دشمن بن کر سامنے آئیں گے.... ہم دشمن بن کر ملیں گے.... دوست بن کر سامنے آئیں گے.... دوست بن کر ملیں گے"۔

"دیکھا جائے گا"۔ ابظال نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

وہ رات انہوں نے باتیں کرتے گزاری.... دوسرے دن صبح کی نماز کے بعد وہ چھت پر چڑھ گئے.... دیکھتے کیا ہیں.... سارا شہر سورج طلوع ہونے کا منظر دیکھنے کے لیے چھتوں پر چڑھا ہوا تھا.... سب کی نظریں اس طرف جمی تھیں.... جس طرف سے ابھی چند منٹ بعد سورج سر ابھارنے والا تھا۔

اور پھر سورج کا سرا دکھائی دیا.... اگرچہ وہ ایک دن پہلے بھی سورج کی روشنی دیکھ چکے تھے.... لیکن وہ روشنی اچانک ہو گئی تھی.... ادھر ہیڈ کوارٹر تباہ ہوا تھا.... پرتیں نیچے گری تھیں.... ادھر سورج کی روشنی پھیل گئی تھی.... لیکن سورج کو طلوع ہوتے پورا شہر آج دیکھ رہا تھا۔

ایسے میں ان کی آنکھوں میں بھی شکرانے کے آنسو جاری ہو گئے.... اور دوسرا شکرانہ وہ اس بات کا ادا کر رہے تھے.... کہ ان کے گھر کے افراد انہیں مل گئے تھے۔

○☆○